ماہنامہ جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

Monthly JEHD-E-HAQ - November 2016 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 23......شمارہ نمبر 11......نومبر 2016...... قیمت 5 روپے

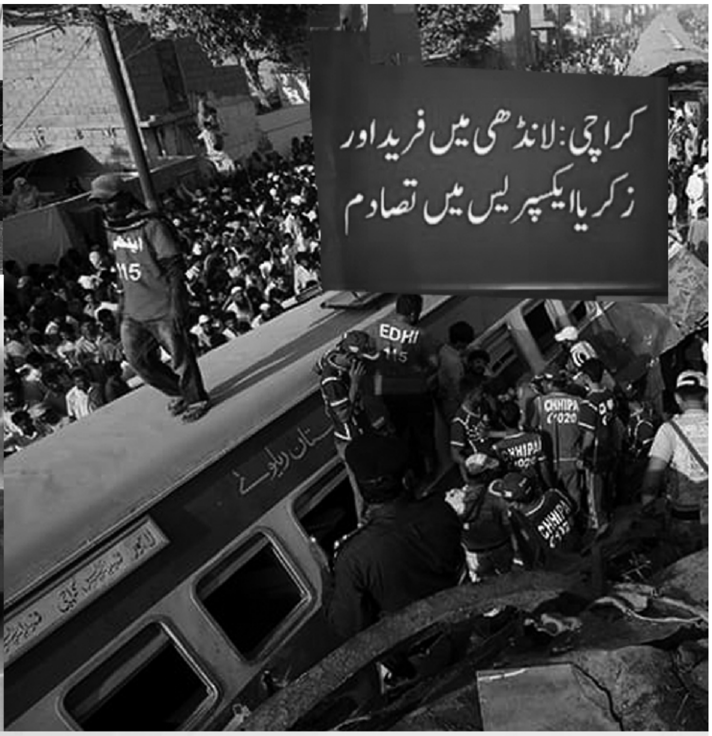

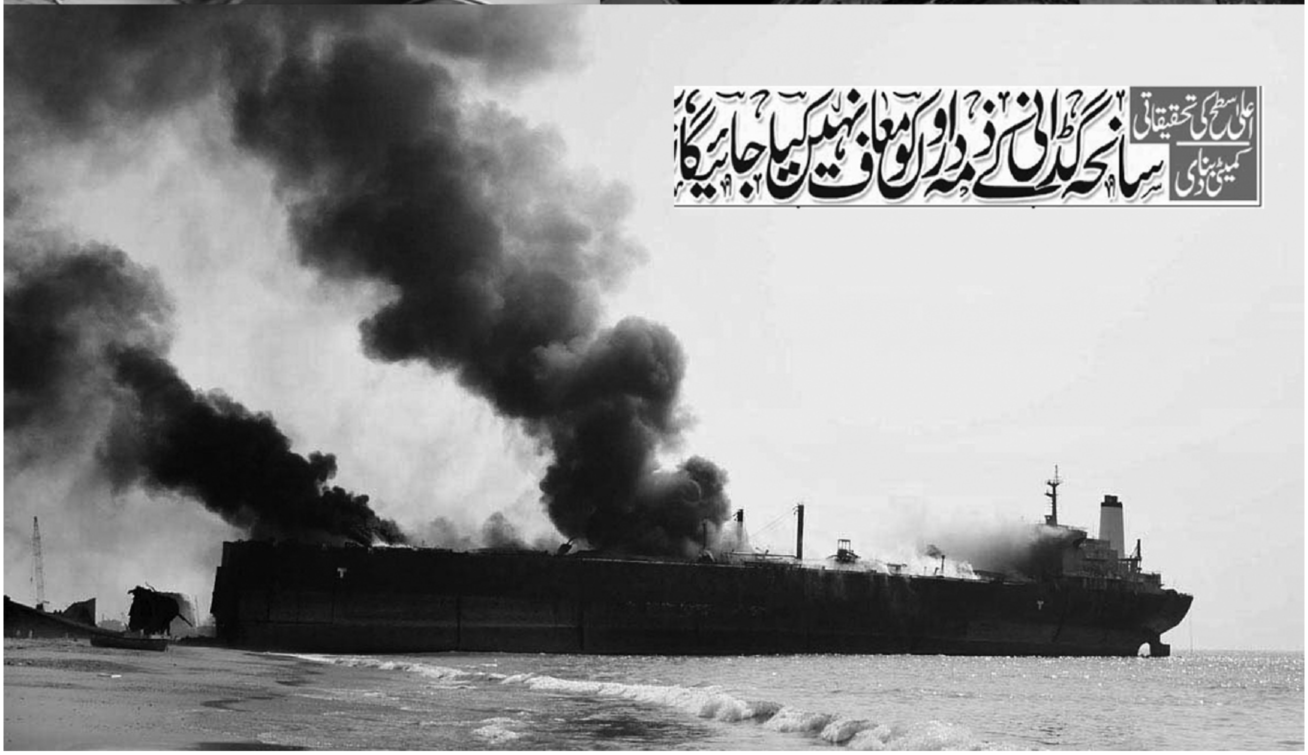

10اکتوبر 2016: ایچ آر سی پی نے ''سزائے موت کے خلاف عالمی دن'' کے موقع پر ملک کے مختلف حصوں میں ریلیوں کا اہتمام کیا

لاہور، 28اکتوبر 2016: ''جی ایس پی پر پیش رفت'' کے عنوان پر مشاورت کا اہتمام کیا گیا

حیدرآباد، 15-16 اکتوبر 2016: ''مقامی حکومت میں مذہبی اقلیتوں کی نمائندگی'' کے حوالے سے ورکشاپ منعقد کی گئی

حیدرآباد، 14-15 اکتوبر 2016: ''جبری مشقت کے قوانین اور حقوق'' پر ایک مشاورتی اجلاس کا اہتمام کیا گیا

کراچی، 28 ستمبر 2016: ایچ آر سی پی نے ''مذہب سے متعلقہ جرائم'' پر ایک سیمینار منعقد کیا

اسلام آباد، 22 اکتوبر 2016: ''فاٹا اصلاحات: پیچھے کی بجائے آگے بڑھو'' کے عنوان سے مشاورت منعقد کی گئی

اسلام آباد، 22 اکتوبر 2016: ''آئی ڈی پیز: منشور مرتب کرنے کا وقت'' پر تربیتی ورکشاپ منعقد کی گئی

لاہور، 21 اکتوبر 2016: ایچ آر سی پی نے ''معیشت، بجٹ اور تجارت: انسانی حقوق کے تناظر میں'' کے موضوع پر ماہرین کے ایک اجلاس کا اہتمام کیا

فہرست

ایچ آر سی پی کی جاری کردہ پریس ریلیزیں	5
سزائے موت کے خلاف عالمی دن	8
کنیڈین وکلاء کی تنظیم نے راشد رحمان کے قتل کی تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے	9
آزادی قومی مفاد کے لیے	11
تعلیم	14
تاریخی ورثہ کو تباہ کرنے پر سزائے قید	15
انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس	17
بچے	28
عورتیں	29
کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا	37
جنسی تشدد کے واقعات	37
اقدام خودکشی کے واقعات	41
خودکشی کے واقعات	46
جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط	52

سول سوسائٹی کی تنظیموں کو دھمکانا، سولین حکومت کا اپنی ذمہ داریوں سے دستبردار ہونا تشویشناک امر ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے سول سوسائٹی کی تنظیموں کو دھمکانے اور اس بات کو افسوس ناک قرار دیا ہے کہ سولین حکومت نے اہم معاملات کو اپنے ہاتھ سے نکل جانے کی اجازت دی ہے جس سے ملک کے جمہوری مستقبل کے لیے شدید مشکلات پیدا ہوں گی۔

ایچ آر سی پی ایگزیکٹو کونسل نے ملک میں انسانی حقوق کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے کراچی میں ایک اجلاس منعقد کیا اور پیر کو جاری ہونے والے ایک بیان میں مندرجہ ذیل خدشات کا اظہار کیا۔ کمیشن نے کہا: ''ایچ آر سی پی فیصلہ سازی کے اہم پہلوؤں کو فوج کے سپرد کرنے اور سولین حکومت کی جانب سے فوجی اسٹیبلشمنٹ کو گنجائش فراہم کیے جانے پر اپنے شدید تحفظات کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔

یہ امر تشویش ناک ہے کہ یہ سب اس وقت ہو رہا ہے جب پاکستان اور ہندوستان کے درمیان فوجی طاقت کے استعمال کا خدشہ ہے۔ دونوں اطراف سے جنگ جوئی کی حمایت افسوس ناک ہے اور یہ سلسلہ فوراً بند ہونا چاہئے۔ امن کی ضرورت پر جتنا زور دیا جائے کم ہے۔ ایچ آر سی پی میڈیا سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جنگ کا طبل بجانے کی بجائے امن قائم کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔ دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کشمیر کے دیرینہ تنازعے کو علاقے کے لوگوں کی خواہشات کے مطابق حل کرنے کی ضرورت سے توجہ ہٹانے کا باعث بن رہی ہے۔

انٹیلی جنس اور سیکیورٹی ایجنسیوں کے اہلکاروں کے سول سوسائٹی تنظیموں کے دفاتر کے دوروں اور دیگر چالوں کے ذریعے ایچ آر سی پی، سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں اور تعلیمی اداروں کو ہراساں کرنے کی منظم کوششوں کے باعث خوف اور دہشت کا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔ تاہم ہم ان قابل مذمت حربوں سے خوف زدہ نہیں ہوں گے اور انسانی حقوق کے احترام کا مطالبہ جاری رکھیں گے اور خلاف ورزیوں کی نشاندہی کرتے رہیں گے۔ بہتر ہوگا کہ ایجنسیاں سول سوسائٹی کی تنظیموں اور انسانی حقوق کے محافظین کو ہراساں کرنے کی بجائے اپنی توانائیاں شہریوں کی سلامتی اور تحفظ پر صرف کریں۔

ایچ آر سی پی کو شمالی وزیرستان سے نقل مکانی کے معاملے پر سامنے آنے والے خدشات پر بھی شدید تشویش لاحق ہے۔ شہریوں کے حقوق کی خلاف ورزیوں کی متعدد اطلاعات سامنے آئی ہیں۔ خاص طور پر ایسی پامالیاں جن کا تعلق بے دخل شہریوں کا اپنے علاقوں میں واپسی کے معاملے سے ہے۔ ان کی گھر واپسی کے عمل کو جس غیر حساس طریقے سے نبٹایا جا رہا ہے، اس سے عوام کی ناامیدی اور غم وغصے کو تقویت پہنچی ہے۔ ان معاملات کی تحقیقات کرنے اور چیزوں کو ان کی درست سمت میں واپس لانے کی ضرورت ہے۔'' فاٹا اصلاحات شہریوں کا دیرینہ مطالبہ ہے۔ تاہم، یہ افسوس ناک امر ہے کہ ان اصلاحات پر غور کرنے والی کمیٹی میں نہ تو فاٹا کی اور نہ ہی خواتین کی نمائندگی ہے۔ 'رواج' کو فوقیت دینے اور جرگہ کو بااختیار کرنے کی کوششیں قانون کی حکمرانی اور حقوق کے تحفظ کے لیے نیک شگون نہیں ہیں۔ ایچ آر سی پی ہر اس کوشش کی شدید مذمت کرتا ہے جس میں ملک کے شہریوں کی علاقائی شناخت کی بنیاد پر ان کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کی گئی ہو'۔

گلگت بلتستان کا دورہ کرنے والے ایچ آر سی پی کے مشن نے مشاہدہ کیا کہ وہاں پر جابرانہ فیصلے کئے جا رہے تھے اور کارکنوں وصحافیوں کو ہراساں کیا جا رہا تھا۔ انسداد دہشت گردی قوانین کا وسیع پیمانے پر ناجائز استعمال بھی کیا جا رہا تھا۔ لوگ اس بات پر انتہائی مایوس تھے کہ ان کے اس مطالبے کو پورا نہیں کیا جا رہا کہ گلگت بلتستان کو آئینی ترامیم کے ذریعے پاکستان کا حصہ تسلیم کیا جائے یا ایک خاص رتبے کا حامل علاقہ قرار دیا جائے۔'' مذکورہ بالا معاملات فوری توجہ طلب ہیں۔ ہم پر امید ہیں کہ حکومت ان معاملات کے ازالے کی سنجیدہ کوشش کے حوالے سے مزید وقت ضائع نہیں کرے گی'۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 03 اکتوبر 2016]

بلوچستان میں عقیدے کی بنیاد پر ہونے والے تشدد کو روکا جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے حکام اور سیاسی و مذہبی جماعتوں پر زور دیا ہے کہ وہ بلوچستان میں عقیدے کی بنیاد پر ہونے والے تشدد اور خون ریزی کو روکنے کے لئے موثر اقدامات کریں۔گزشتہ روز جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا کہ ایچ آر سی پی نے کوئٹہ میں خواتین پر کئے جانے والے حالیہ حملے پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے۔یاد رہے کہ ہزارہ قبیلے کی خواتین پر اس وقت حملہ کیا گیا جب وہ بس میں سوار کہیں جا رہی تھیں۔اس حملے میں چار خواتین جاں بحق ہوئیں۔اس کے علاوہ کمیشن نے پنجگور میں ذکری فرقے کی متعدد عبادت گاہوں پر حملہ کر کے انہیں جلا دینے کے واقعہ پر بھی سخت تشویش کا اظہار کیا ہے۔

کمیشن نے کہا کہ یہ خونی واقعات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ حکام انتہا پسند عناصر کی طرف سے کی جانے والی خونریزی پر قابو پانے میں ناکام رہے ہیں۔ حکام کی طرف سے ان پُرتشدد واقعات کی محض مذمت کر دینا کافی نہیں۔اس لئے کہ یہ شدت پسند عناصر عوام کو عقیدے کی بنیاد پر تقسیم کرنے پر تلے ہوئے ہیں جس کو سختی اور پوری طاقت کے ساتھ روکنے کی ضرورت ہے۔صرف یہی نہیں بلکہ ان عناصر نے بلوچستان کی برداشت کی روایت کو بھی تباہ کر دیا ہے حالانکہ برسوں کے دوران بلوچستان میں خصوصاً ہزارہ شیعہ برادری کے خلاف ہونے والے انتہا پسندانہ تشدد کے مرتکب افراد کی اخلاقیات کے بارے میں جو فریب نظر تھا، وہ اور زیادہ مضبوط ہوا ہے۔ ہزارہ خواتین کی بس پر حملے نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ قاتل اور ان کو اس بہیمانہ فعل کے لئے تیار کرنے والے لوگوں کی کوئی اخلاقیات ہے ہی نہیں۔

کمیشن نے مزید کہا کہ اس المناک واقعہ میں جاں بحق ہونے والی خواتین کے لواحقین اور عام شہریوں کا غم و غصہ قابل فہم ہے۔کمیشن نے امید ظاہر کی کہ اگر حکام ان متاثرہ خاندانوں کی مدد نہیں کر سکتے اور ان کی مایوسی کو ختم نہیں کر سکتے تو کم از کم کچھ ایسے موثر اقدامات تو کریں جن سے اس خونریزی، پاگل پن اور جنونیت کو روکا جا سکے۔ایچ آر سی پی نے سیاسی اور مذہبی جماعتوں پر بھی زور دیا ہے کہ وہ اس ظلم اور خونریزی کی واضح الفاظ میں مذمت کریں تاکہ عرصہ دراز سے ظلم و تشدد کا شکار ہونے والے لوگوں کو یہ احساس ہو سکے کہ ہمارے معاشرے کا ایک بہت بڑا حصہ اس پاگل پن اور جنونیت کے خلاف ان کے ساتھ ہے۔ان سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو فرقہ وارانہ اور مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔انہیں حکومت پر بھی اپنا دباؤ برقرار رکھنا چاہئے تاکہ حکومت لوگوں کی جانوں اور ان کی مذہبی آزادیوں کا بھرپور طریقے سے تحفظ کرے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔10اکتوبر2016]

کوئٹہ حملہ: انسداد دہشت گردی کے منصوبے پر نظر ثانی کی جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے پیر کی رات کوئٹہ میں پولیس اکیڈمی پر ہونے والے حملے کی شدید مذمت کی ہے اور انسداد دہشت گردی کی حکمت عملی پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا ہے تاکہ اس خونریزی کا خاتمہ کیا جا سکے۔

منگل کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا: ”یہ بات تشویش ناک ہے کہ گزشتہ چند سالوں کے دوران انسداد دہشت گردی بظاہر توجہ کا مرکز ہونے کے باوجود دہشت گرد صوبے کے بڑے شہر کوئٹہ میں ایک بڑا حملہ کرنے میں کامیاب ہوئے جس میں اتنی بڑی تعداد میں لوگ ہلاک ہوئے۔

”ہم ان خاندانوں سے تعزیت کرتے ہیں جو کوئٹہ کے پولیس ٹریننگ اسکول میں اپنے پیاروں سے محروم ہو گئے۔

”ایچ آر سی پی کا یہ موقف ہے کہ صرف سکیورٹی آپریشنوں پر انحصار کرتے ہوئے دہشت گردی پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔کوئی بھی ریاست، چاہے وہ کتنی ہی طاقت ور کیوں نہ ہو، لوگوں کی حمایت کے بغیر دہشت گردی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔اس جنگ میں لوگوں کا احساس بے گانگی ختم کرنا اور ان کا اعتماد جیتنا نہایت اہم ہے۔ اگرچہ معاشرے میں امن کی بحالی سے متعلق متبادل بیانیے کی تشکیل کے حوالے سے بہت کچھ کہا گیا ہے تاہم اس جانب بہت کم اقدامات کیے گئے ہیں۔اس بیانیے میں بلا تاخیر تبدیلی کی ضرورت ہے۔

”پولیس اسکول پر حملے کے ذمہ داروں سے متعلق کوئی قیاس آرائی کرنا شاید قبل از وقت ہے تاہم پاکستان کو اپنے ہمسائیوں کے ساتھ بگڑتے ہوئے تعلقات پر سنجیدگی سے توجہ دینا ہوگی۔

”مختلف محاذ کھولے رکھنا دانشمندی نہیں ہے۔بالخصوص موجودہ دہشت گردی کے دوران، جس کا دائرہ سرحد پار پھیلا ہوا ہے، سکیورٹی اور انسداد دہشت گردی کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور بھی زیادہ ضروری ہے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔25اکتوبر2016]

ذہنی معذور قیدی کی پھانسی روکی جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ سزائے موت کے ایک ذہنی معذور قیدی کی پھانسی پر عملدرآمد روکا جائے جسے وہاڑی میں 02 نومبر کو پھانسی دیے جانے کا نوٹیفکیشن جاری ہوا ہے۔

ایچ آر سی پی نے بروز جمعرات ایک مراسلے کے ذریعے صدر ممنون حسین کی توجہ عدالتِ عظمیٰ کے ایک آرڈر کی جانب مبذول کروائی ہے جس میں عدالت نے سزائے موت کے قیدی امداد حسین جو کہ شیزوفرینیا کا مریض ہے کی درخواست کو یہ کہتے ہوئے خارج کر دیا کہ چونکہ شیزوفرینیا ایک ”قابل علاج“ مرض ہے، اس لیے اسے ذہنی صحت آرڈیننس، 2001 کے تحت ”ذہنی مرض“ کے زمرے میں نہیں ڈالا جا سکتا۔

ایچ آر سی پی نے مذکورہ معاملے میں شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ عدالت کے فیصلے نے اس سوال کو جنم دیا ہے کہ آیا ججوں کو ایسے معاملات از خود حل کرنے کا اختیار ہے جو اپنی خاص نوعیت کے باعث ماہرین کی مشاورت کے محتاج ہیں۔

ایچ آر سی پی نے کہا کہ سپریم کورٹ نے اس کیس کا نتیجہ اخذ کرتے ہوئے ذہنی امراض کے تشخیصی و شماریاتی کتابچے (ڈی ایس ایم-5) سمیت عالمی سطح پر تسلیم شدہ تشخیصی آلات اور ذہنی صحت پر پاکستانی عدالتوں کے فیصلوں کی نظائر کو نظر انداز کیا ہے اور ہندوستانی نظائر، خاص طور پر شادی کی تنسیخ سے متعلقہ ہندو ازدواج ایکٹ پر ہندوستانی عدالتِ عظمیٰ کے ایک فیصلے کا سہارا لیا ہے۔

ایچ آر سی پی کا کہنا ہے کہ عدالتی فیصلے نے فوجداری نظام انصاف میں شیزوفرینیا کے مریض ملزموں کے حوالے سے بھی ایک خطرناک مثال قائم کی ہے۔

کمیشن نے صدر پاکستان سے اس معاملے میں فوری مداخلت کا مطالبہ کیا ہے تاکہ امداد حسین کی پھانسی پر عملدرآمد روکا جا سکے اور ذہنی معذور افراد کو سزائے موت کا نشانہ بننے سے بچایا جا سکے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔27اکتوبر2016]

کراچی میں حقوق سے متعلق خدشات بڑھ رہے ہیں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) نے کراچی میں انسانی حقوق کی موجودہ صورتحال کے بارے میں سخت تشویش کا اظہار کیا ہے۔ حالیہ مہینوں میں جنم لینے والے مسائل کے باعث یہ صورتحال مزید ابتر ہوگئی ہے۔

ہفتہ کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن کی ایگزیکٹیو کونسل نے کہا کہ شہر میں صورتحال کی سنگینی کے باعث اس مرتبہ اس نے اپنی خزاں کا اجلاس کراچی میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ایچ آرسی پی نے کہا ’’اس ماہ کراچی میں رینجرز کے آپریشن کے تین سال مکمل ہوگئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹارگٹ کلنگ اور بھتے کے واقعات میں نمایاں کمی ہوئی ہے۔ تاہم ماورائے عدالت ہلاکتوں اور ایذارسانی کے واقعات مسلسل سننے میں آرہے ہیں۔ یہ معاملہ انتہائی تشویش کا باعث ہے کہ ان واقعات کی باضابطہ تحقیقات کے لیے مناسب اقدامات نہیں کیے گئے۔

’’شہر میں جبری گمشدگی کی شکایات بڑھ گئی ہیں اور بہت سے لوگوں کو ان کی سیاسی وابستگی کی بنا پر نشانہ بنایا گیا ہے۔ حتیٰ کہ سرکاری طور پر قائم کیے گئے تحقیقاتی کمیشن کی جانب سے جبری گمشدگیوں کے حوالے سے جاری کردہ اعدادوشمار بھی ملک کے اس حصے میں اس مسئلے کی وسعت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جبری اور غیراختیاری گمشدگی سے متعلق اقوام متحدہ کے ورکنگ گروہ کی رپورٹ میں بھی جبری گمشدگیوں، بالخصوص ان لوگوں کی جبری گمشدگی کا ذکر کیا گیا ہے جن کی وابستگی متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیوایم) سے بتائی جاتی ہے۔

’’شہر کے سیاسی امور میں رینجرز کے بڑھتے ہوئے کردار، بالخصوص ایم کیوایم کو دیوار سے لگانے کے لیے استعمال کیے جانے والے حربوں سے متعلق میں ہمارے خدشات بہت بڑھ گئے ہیں۔

’’ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی جماعتوں، بالخصوص ایم کیوایم کے عسکری گروہوں کو وقتی طور پر تو خاموش کردیا گیا ہے مگر انہیں انصاف کے کٹہرے میں نہیں لایا گیا۔ کراچی میں بڑے پیمانے پر تشدد کے دوبارہ وقوع پذیر ہونے کا انحصار اس بات پر ہے کہ گروہی لڑائی کے اگلے مرحلے کا آغاز کیسے اور کب ہوگا۔

’’لوگ یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کراچی آپریشن کے ثمرات کو کس طرح برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے یہ بات نہایت اہم ہے کہ مشتبہ افراد اور سزاؤں کی شرح سے متعلق تفصیلات فراہم کی جائیں۔ ایچ آرسی پی کو افسوس ہے کہ شہر میں پولیس کی استعداد کو بڑھانے کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے۔ ہم حکام سے التجا کرتے ہیں کہ وہ کم ازکم اب ہی اس جانب توجہ دینا شروع کریں۔

’’ملک کے دیگر بڑے شہروں کی طرح کراچی میں نمائندہ اور ذمہ دار نظم ونسق کے فقدان کے باعث لوگوں کے بنیادی استحقاق پر سنگین اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ نظم ونسق کی اس صورتحال نے شہر میں مقامی حکومت کی کارکردگی کو بھی متاثر کیا ہے۔ صفائی کے انتظامات کو مکمل طور پر نظرانداز کیا گیا ہے۔ ٹریفک کا نظام دن بدن بدتر ہوتا جارہا ہے۔ عین اسی وقت لوگوں کے روزگار، خوراک، صحت اور سکیورٹی کے مسائل شدید تر ہوگئے ہیں۔ اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کراچی کی صورتحال ہولناک اور مخدوش ہوچکی ہے۔

’’مجموعی طور پر ایک موثر نظم ونسق کا اظہار اور مقامی حکومت کو موثر طور پر کام کرنے کے قابل بنانا نہایت ضروری ہے تاکہ اس بگڑتی ہوئی صورتحال پر قابو پایا جاسکے اور لوگوں کے مسائل حل کیے جاسکیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ کیم اکتوبر 2016]

صحافی کا نام ای سی ایل میں ڈالنا باعث تشویش ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) نے مطالبہ کیا ہے کہ صحافی سرل المائڈا کے بیرون ملک سفر پر عائد تمام پابندیاں فوری طور پر ختم کی جائیں اور اگر حکام کو ان سے کوئی شکایات ہیں تو ان کا ازالہ قانون، معین طریقہ کار کے حق اور بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ اظہار رائے کی آزادی کے تناظر میں کیا جائے۔

منگل کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا ’’سرل المائڈا کو بیرون ملک سفر سے روکنا اور انتہائی معتبر ڈان اخبار کے مالکان پر دباؤ ڈالنا ملک کے اندر اور باہر ان لوگوں کے لیے تشویش کا باعث بنے گا جو آزادی رائے اور صحافیوں کے حقوق پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ بین الاقوامی صحافی برادری کو پاکستان پر تنقید کا موقع دینے کا وقت نہیں ہے۔

’’ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکام سرل کی اس رپورٹ پر بے جا ردعمل کا اظہار کررہے ہیں جس کا تعلق مشکل حالات میں صحافیوں کی ذمہ داریوں سے ہے۔ ایچ آرسی پی کا ماننا ہے کہ سول ملٹری تعلقات کا موضوع صحافیوں یا عوام سے بالاتر نہیں ہے۔

’’اپنی مرضی کے تحت ای سی ایل میں نام شامل کرنا ایک طویل عرصے سے موضوع بحث بنا رہا ہے اور اس معاملے پر نظرثانی کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ کسی بھی شخص کا نام ای سی ایل میں شامل کرنے سے پہلے اس کا موقف جاننا ضروری ہے۔

’’ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ پاکستان مشکل دور سے گزر رہا ہے لیکن ہم اس بات کے پہلے سے زیادہ قائل ہیں کہ اظہار رائے کی آزادی کو دبانے کی بجائے اس کا احترام کرنا ہی دانشمندی ہے کیوں کہ صحافیوں میں قربانی کا بکرا تلاش کرنے سے نہ تو قومی ہم آہنگی حاصل ہوسکتی ہے اور نہ ہی نظم ونسق کے مسائل حل کیے جاسکتے ہیں۔

’’ایچ آرسی پی حکام سے مطالبہ کرتا ہے کہ سرل کا نام فی الفور ای سی ایل سے خارج اور انہیں ہراساں کرنے اور اخبار کے مالکان کو دھمکانے کا سلسلہ بند کیا جائے۔ ہم اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ اسٹیبلشمنٹ کو ان سے جو بھی شکایات ہیں انہیں قانون کے مطابق نمٹا جائے اور ان کی آزادی اظہار اور دیگر حقوق، بالخصوص وہ جن کا تعلق معین قانونی طریقہ کار سے ہے، کا خیال رکھا جائے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 11 اکتوبر 2016]

سزائے موت کے خلاف عالمی دن

حیدرآباد 10 اکتوبر، سزائے موت کے خلاف عالمی دن کے موقع پر حیدرآباد میں ایچ آر سی پی اور سول سوسائٹی کی جانب سے ریلی نکالی گئی۔ شرکاء نے سزائے موت پر عملدرآمد روکنے کا مطالبہ کیا۔ انسانی حقوق کمیشن پاکستان سپیشل ٹاسک فورس سندھ کے حیدرآباد کے تحت ریڈیو پاکستان سے پریس کلب تک ریلی نکالی گئی۔ ریلی میں ایچ آر سی پی کے کارکنوں، وکلاء، اساتذہ، سول سوسائٹی کے رہنماؤں کے علاوہ خواتین نے بھی بڑی تعداد میں شرکت کی۔ شرکاء نے پلے کارڈز اور بینرا ٹھائے ہوئے تھے جن پر سزائے موت کے خلاف نعرے درج تھے۔ ڈاکٹر اشوتھاما، پروفیسر امداد حسین چانڈیو، لالہ عبدالحلیم شیخ، حسین مسرت، غفرانہ آرائیں کا کہنا تھا کہ سزائے موت دینے کے حوالے سے پاکستان دنیا بھر میں دوسرے نمبر پر ہے۔ دنیا کے نوے ممالک نے موت کی سزا کے قانون کو ختم کردیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں تفتیش کے ناقص نظام کی وجہ سے انصاف غریب ومتوسط طبقے کی پہنچ سے بہت دور ہوتا ہے جس سے بے گناہوں کے پھانسی چڑھنے کے خدشات رہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص پھانسی چڑھ جائے اور بعد میں گناہ ثابت ہوجائے تو اس کا ازالہ بھی ممکن نہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت جرم کے اسباب تلاش کرکے مجرمان کی بحالی کے لیے کام کرے۔ ان کا کہنا تھا کہ سزائے موت پر عملدرآمد کے باوجود پاکستان میں جرائم، دہشت گردی اور انتہا پسندی جاری ہے۔ اس لیے فقط پھانسی دینے سے جرائم کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ ریلی میں لال خان، نقیب کیریو، ودیگر شامل تھے۔

(لالہ عبدالحلیم)

پشاور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق صوبہ خیبر پختونخوا پشاور چپٹر نے 10 اکتوبر کو پھانسی کی سزا کے خلاف عالمی دن کے حوالے سے ایک مشاورت کا اہتمام کیا جس میں ایچ آر سی پی کے کونسل ممبر، ایچ آر سی پی ممبران اور سماجی کارکنوں نے شرکت کی۔ پروگرام کے آغاز میں صوبائی کوآرڈینیٹر بات کرتے ہوئے کہا کہ دسمبر 2014 سے اب تک 425 افراد کو پھانسی پر لٹکایا گیا ہے جن میں زیادہ تر تعداد عام مجرموں کی ہے۔ پاکستان ICCPR کا توثیق کنندہ ہے اور اس کو ICCPR کے اختیاری پروٹوکول ٹو جو کہ پھانسی کی سزا کے خلاف ہے کی توثیق کرنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ عدالتی نظام میں بھی بہت سی خامیاں ہیں۔ پاکستان بھی دوسرے ممالک کی طرح بہت سے بین الاقوامی قوانین یا کونشن کا دستخط کنندہ ہے۔ قانون کے مطابق تمام ملزموں کے لئے ایک جیسا قانون ہونا چاہیئے اور تمام ملزموں کا شفاف ٹرائل ہونا چاہیئے۔ ICCPR کی ایچ آر کمیٹی نے اپنے مشاہدے پر بار بار کہا ہے کہ کسی بھی عام شہری کا ملٹری کورٹ میں کسی بھی صورت ٹرائل نہیں ہونا چاہیئے اور اگر ہو بھی تو ملٹری کورٹ کے پاس پھانسی کی سزا دینے کا اختیار ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔

پروفیسر ڈاکٹر سرفراز خان نے کہا کہ ایک وقت میں اس قانون کو ختم بھی کیا گیا تھا لیکن موجودہ حکومت نے پھر سے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک بار پھر اس قانون کو لاگو کیا۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو ریاست کو دیکھنا چاہیئے جو عناصر انتہا پسندی یا دہشتگردی کو فروغ دے رہے ہیں ان کا سدباب ہونا چاہیئے اس کے علاوہ اگر کسی کا ٹرائل ہوتا ہے تو وہ شفاف ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی سنگین جرم میں ملوث ہے تو اس کا خاص طور پر ٹرائل کیا جائے اور کوئی متبادل سزا تجویز کی جانی چاہیئے۔ اس موقع پر ایک خاتون یلدہ شنواری نے کہا کہ یہ انسانی فطرت ہے کہ اس طرح کے قانون کی اکثر مخالفت ہوتی ہے۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو بہت سے لوگوں کو پھانسی پر چڑھایا گیا ہے ایسا ہونا نہیں چاہیئے بلکہ ایک متبادل سزا یا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔

> پاکستان میں تفتیش کے ناقص نظام کی وجہ سے انصاف غریب ومتوسط طبقے کی پہنچ سے بہت دور ہوتا ہے جس سے بے گناہوں کے پھانسی چڑھنے کے خدشات رہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص پھانسی چڑھ جائے اور بعد میں گناہ ثابت ہوجائے تو اس کا ازالہ بھی ممکن نہیں۔ حکومت جرم کے اسباب تلاش کر کے مجرمان کی بحالی کے لیے کام کرے۔ سزائے موت پر عملدرآمد کے باوجود پاکستان میں جرائم، دہشت گردی اور انتہا پسندی جاری ہے۔

ایچ آر سی پی کونسل ممبر پروفیسر اعجان خان نے کہا کہ سب سے پہلے ہر انسان کا بنیادی حق زندہ رہنا ہے باقی حقوق بعد میں آتے ہیں۔ حقوق تو اسی انسان کے ہوتے ہیں جو زندہ ہیں جب انسان ہی نہیں ہوگا تو پھر حقوق کیسے۔ انسانی زندگی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ جب ہم کسی انسان کو سزا دیتے ہیں تو اس کو سزا دینے کا مطلب ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ سدھر جائے۔ لیکن جہاں تک پھانسی کی سزا کا تعلق ہے تو کسی بھی انسان کو پھانسی دے کر بات ہی ختم ہوجاتی ہے کیونکہ ہم نے اس انسان کو سدھرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ ہمارے عدالتی نظام میں بھی بہت سے نقائص ہیں۔ اس معاشرے میں ایسے بہت سے لوگ ہونگے جن کو بے گناہ پھانسی پھر چڑھایا گیا ہوگا۔ یہ دن پوری دنیا میں منایا جارہا ہے اس دن کو منانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ سب سے پہلے انسان کو زندہ رہنے کا حق ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس حوالے سے آواز اٹھائیں اور کوشش کریں کہ ایسی سزائیں ختم ہوں اور اس کے بدلے کوئی متبادل سزا دی جائے تا کہ سب کو زندہ رہنے کا حق مل سکے۔

جاوید خان ایڈوکیٹ نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم سب پھانسی کی سزا کی مخالفت کرتے ہیں لیکن پاکستان نے اس بارے میں بین الاقوامی قانون پر دستخط نہیں کیے۔ اگر ہم تاریخ کو دیکھیں تو کبھی بھی پھانسی کی سزا سے ملک یا کسی دوسرے فریق کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

ایچ آر سی پی کو چاہیئے کہ سیاسی پارٹیوں کے سربراہان کے ساتھ مل کر اس حوالے سے بات چیت کرے، کیونکہ سیاستدان کا کام قانون سازی ہے۔ جب وہ اسمبلی فورم پر اس حوالے سے بات کرینگے تو ممکن ہے کہ اس میں اور بھی بہتری آئے اور مثبت تبدیلی ممکن ہو۔ اس کے علاوہ ہمارے عدالتی نظام کو دیکھا جائے تو کیسز کو بہت طول دیا جاتا ہے اور تفتیش کا طریقہ کار بھی ٹھیک نہیں ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں بہت بگاڑ پیدا ہورہا ہے۔ اس طرح کی سزائیں معاشرے میں سدھار کی بجائے مزید بگاڑ پیدا کرتی ہیں۔ حکومت کو ان عناصر پر غور کرنا چاہیئے جن کی وجہ سے مسائل یا جرائم پیدا ہوتے ہیں۔

محمد نواب خٹک ایڈوکیٹ ایچ آر سی پی ممبر نے کہا کہ جس معاشرے میں انصاف کی عدم دستیابی ہو تو وہاں جرائم ہوں گے اور جرم کرنے والے کو سزا بھی اسی طرح کی دی جائے گی۔ اس لئے اگر جرم کی وجوہات تلاش کی جائیں تو اس کا سدباب کافی حد تک کیا جا سکتا ہے۔ انسانی حقوق کو تعلیمی نصاب بھی شامل کرنے سے ہماری آنے والی نسلوں کو بہت فائدہ ہوگا۔

(نامہ نگار)

کنیڈین وکلاء کی تنظیم نے راشد رحمان کے قتل کی تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے

لائیرز رائٹس واچ کنیڈا (ایل آر ڈبلیو سی)، وکلاء اور انسانی حقوق کے محافظین کی تنظیم جسے اقوام متحدہ کی معاشی و معاشرتی کونسل (ای ایس او ایس او سی) میں خصوصی مشاورتی حیثیت حاصل ہے، نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ ایک خودمختار ادارے کے ذریعے راشد رحمان کے قتل کی تحقیقات کرائی جائیں۔

گروپ نے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ اپنے فرائض کی بدولت خطرات میں گھرے وکلاء اور انسانی حقوق کے محافظین کے تحفظ کے لیے موثر نظام تشکیل دیا جائے۔

ایل آر ڈبلیو سی نے صدر، وزیراعظم اور وزیراعلیٰ پنجاب کو ارسال کردہ ایک خط میں کہا:

لائیرز رائٹس واچ کنیڈا (ایل آر ڈبلیو سی) وکلاء اور انسانی حقوق کے محافظین کی ایک کمیٹی ہے جو کہ ایڈووکیسی، شعبہ قانون میں تحقیق اور تعلیم کے ذریعے عالمی سطح پر انسانی حقوق اور قانون کی حکمرانی کے فروغ کے لیے کوشاں ہے۔ ایل آر ڈبلیو سی کو اقوام متحدہ کی معاشی و معاشرتی کونسل میں خصوصی مشاورتی حیثیت حاصل ہے۔

ایل آر ڈبلیو سی کو انسانی حقوق کے کارکن راشد رحمان ایڈووکیٹ کے مئی 2014ء میں ہونے والے قتل کی تحقیقات کے حوالے سے کوئی معلومات نہیں دی گئیں اور نہ ہی انہیں 15 مئی 2014ء اور 6 مارچ 2015ء کو ارسال کردہ خطوط کا جواب ملا ہے۔ چنانچہ ایل آر ڈبلیو سی کا خیال ہے کہ تحقیقات، مقدمہ سازی اور ٹرائل کے ذریعے نہ تو راشد رحمان کے قاتلوں اور نہ ہی انہیں دھمکیاں دینے والے افراد کی شناخت کی گئی ہے۔

ایل آر ڈبلیو سی پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ راشد رحمان کے قتل، قتل سے قبل انہیں ملنے والی دھمکیوں اور انہیں تحفظ فراہم کرنے میں پاکستانی حکام کی ناکامی کی تحقیقات کے لیے ایک خودمختار انکوائری کمیشن تشکیل دیا جائے اور وقوعے کی موثر تحقیقات کی جائیں۔

وقوعے کا پس منظر

7 مئی 2014ء کو دو نامعلوم مسلح افراد نے راشد رحمان خان ایڈووکیٹ کے دفتر میں گھس کر انہیں قتل جبکہ ان کے دو پیشہ ور ساتھیوں ندیم پرواز اور افضل کو زخمی کردیا۔ انسانی حقوق کے معروف کارکن راشد رحمان ایڈووکیٹ کو دھمکی دی گئی تھی کہ اگر انہوں نے اپنے مؤکل (پروفیسر جنید حفیظ) کا جن پر توہین رسالت کا الزام عائد تھا، عدالت میں دفاع جاری رکھا تو انہیں قتل کردیا جائے گا۔ راشد رحمان اپنے قتل سے قبل 30 برس تک انسانی حقوق کے نمایاں وکیل کے طور پر کام کرتے رہے اور اس پورے عرصے کے دوران تضحیک مذہب قوانین کے خلاف، مذہبی آزادی کے حق میں اور مذہبی اقلیتوں پر جبر کے خلاف جدوجہد کرتے رہے۔

7 مئی **2014**ء کو دو نامعلوم مسلح افراد نے راشد رحمان خان ایڈووکیٹ کے دفتر میں گھس کر انہیں قتل جبکہ ان کے دو پیشہ ور ساتھیوں ندیم پرواز اور افضل کو زخمی کردیا۔ انسانی حقوق کے معروف کارکن راشد رحمان ایڈووکیٹ کو دھمکی دی گئی تھی کہ اگر انہوں نے اپنے مؤکل (پروفیسر جنید حفیظ) کا جن پر توہین رسالت کا الزام عائد تھا، عدالت میں دفاع جاری رکھا تو انہیں قتل کردیا جائے گا۔ راشد رحمان اپنے قتل سے قبل **30** برس تک انسانی حقوق کے نمایاں وکیل کے طور پر کام کرتے رہے اور اس پورے عرصے کے دوران تضحیک مذہب قوانین کے خلاف، مذہبی آزادی کے حق میں اور مذہبی اقلیتوں پر جبر کے خلاف جدوجہد کرتے رہے۔

حکام کے نوٹس میں جو دھمکیاں لائی گئیں ان میں سے ایک دھمکی (تم اگلی سماعت پر عدالت نہیں آؤ گے کیونکہ تم اب مزید زندہ نہیں رہ سکتے) چار افراد جن میں سے دو وکیل تھے، نے عدالت میں جج صاحب کی موجودگی میں دی تھی۔ راشد رحمان خان نے وزیراعلیٰ پنجاب، انسپکٹر جنرل پنجاب پولیس، ملتان سٹی پولیس اور ضلعی بار ایسوسی ایشن کو مذکورہ دھمکی اور دھمکی دینے والے تین افراد کے بارے میں ان کے نام لے کر آگاہ کیا۔ 10 اپریل 2014 کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے پنجاب حکومت کو دھمکیوں سے آگاہ کیا۔ ریاستی حکام نے مجرموں کو سزا دینے، انہیں ان کے اقدام سے باز رکھنے یا راشد رحمان خان کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے کوئی کارروائی نہ کی۔ یہ امر انتہائی افسوسناک ہے کہ راشد رحمان خان کی زندگی کو درپیش فوری خطرے کے باوجود ریاست پاکستان بروقت کارروائی کرنے میں ناکام رہی۔

مسرخان کا قتل، ان کے قتل کا سبب بننے والی مجرمانہ کارروائیوں کی سرکوبی، مزید برآں دیگر کارکنوں پر ایسے حملوں کی روک تھام میں حکام کی ناکامی ایک بحران کی نشاندہی کرتی ہے اور ایسا معلوم ہورہا ہے کہ زندگی کے حق کی خلاف ورزیوں کی روک تھام کرنے، مجرموں کو سزا دینے اور متاثرین کی تلافی کرنے، اظہار رائے کی آزادی کا پرامن استعمال کرنے والوں کے خلاف غیر قانونی مداخلت کو روکنے اور انسانی حقوق کی ایڈووکیسی کے نتیجے میں خطرات کا نشانہ بننے والے وکلاء کے بروقت تحفظ کرنے کے حوالے سے پاکستان اپنے عالمی فرائض کی ادائیگی میں ناکام ثابت ہورہا ہے۔ مزید برآں، راشد رحمان خان کی زندگی کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکامی سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان راشد رحمان جیسے لوگوں جو کہ مذہبی رواداری، مذہبی آزادی، اظہار رائے کی آزادی اور دیگر انسانی حقوق کے تحفظ کی پرامن جدوجہد کررہے ہیں، کو غیر قانونی اور ظالمانہ مداخلت سے تحفظ فراہم کرنے میں بھی بظاہر ناکام ہے۔

مسٹر خان کی فراہم کردہ اطلاعات، دنیا بھر سے انسانی حقوق کے کارکنوں کے مطالبات اور مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لانے کے قانونی فریضے کے باوجود، پاکستان مسٹر خان کے نامزد کردہ مشکوک افراد کے خلاف، ان کے مرتبے کی بدولت، کارروائی کرنے میں ناکام رہا یا کارروائی کرنے سے انکار کر دیا اور نہ ہی کسی اور مشکوک فرد کا سراغ لگایا۔ دو برس سے زائد عرصہ گزر چکا ہے مگر اب تک مشتبہ مجرموں کی نشاندہی اور ان کے خلاف کارروائی نہیں ہوسکی۔

موثر تحقیقات کو یقینی بنانے کے لیے عالمی قانون کے تحت عائد فرائض

راشد رحمان خان کے قتل سے پاکستان پر عالمی قانونی فریضہ عائد ہوتا تھا کہ بروقت، خود مختار اور موثر تحقیقات کی جاتیں اور مشتبہ افراد کا ٹرائل کیا جاتا۔ جن کی نشاندہی مقتول نے کی تھی۔ اقوام متحدہ کے رکن کی حیثیت سے، پاکستان نے انسانی حقوق کے عالمی منشور (یو ڈی ایچ آر) میں درج زندگی کے حق کا احترام کرنے کا عہد کیا ہوا ہے۔ عالمی میثاق برائے شہری و سیاسی حقوق کے فریق کے طور پر پاکستان نے اپنی حدود میں رہنے والے تمام افراد کی زندگی کو تحفظ فراہم کرنے اور اس حق کی خلاف ورزیوں کو روکنے، مجرموں کو سزا دینے اور متاثرین کی تلافی کرنے کا عہد کیا ہے۔

آئی سی سی پی آر پاکستان اور دیگر فریق ریاستوں پر فریضہ عائد کرتا ہے کہ وہ زندگی کے حق کی پامالی کی تحقیقات کریں تاکہ میثاق کی شق نمبر 6.1 میں درج زندگی کے حق کے تحفظ کو یقینی بنایا جا سکے۔ مجرموں کی نشاندہی اور سزایابی کے لیے موثر تحقیقات کرنا زندگی کے تحفظ کے سلسلے میں ریاستی ذمہ داری کا اہم جز ہے۔ ان جڑواں ذمہ داریوں کی توثیق عالمی سطح پر تسلیم شدہ انسانی حقوق و بنیادی آزادیوں کے فروغ و تحفظ کے لیے افراد، گروہوں اور معاشرتی اکائیوں کے حق و ذمہ داری کے عالمی میثاق (انسانی حقوق کے محافظین کا اعلامیہ) وکلاء کے کردار پر بنیادی اصول (بنیادی اصول) اور ماورائے قانون، من مانی اور فوری ہلاکتوں کی موثر روک تھام اور تحقیقات پر رہنما اصولوں میں بھی کی گئی ہے۔

> پاکستان پر عالمی قانون کی رو سے زندگی کے حق کے تحفظ، اس کی خلاف ورزی کی روک تھام اور مجرموں کی سزایابی کو یقینی بنانے کی ذمہ داری عائد ہے۔ ایسی تحقیقات کا بندوبست کرنا بھی ان جڑواں فرائض کا لازمی حصہ ہے جس کے ذریعے قتل کے سبب اور تفصیلات کا تعین ہو سکے، مجرموں کی نشاندہی ہو سکے اور مقدمہ سازیوں، ٹرائلز اور قانون کے تحت عائد سزاؤں کے نفاذ کو یقینی بنایا جا سکے۔

پاکستان پر عالمی قانون کی رو سے زندگی کے حق کے تحفظ، اس کی خلاف ورزی کی روک تھام اور مجرموں کی سزایابی کو یقینی بنانے کی ذمہ داری عائد ہے۔ ایسی تحقیقات کا بندوبست کرنا بھی ان جڑواں فرائض کا لازمی حصہ ہے جس کے ذریعے قتل کے سبب اور تفصیلات کا تعین ہو سکے، مجرموں کی نشاندہی ہو سکے اور مقدمہ سازیوں، ٹرائلز اور قانون کے تحت عائد سزاؤں کے نفاذ کو یقینی بنایا جا سکے۔ ریاستوں پر یہ عالمی ذمہ داریاں اقوام متحدہ، یو ڈی ایچ آر، آئی سی سی آر کا فریق ہونے اور رواجی عالمی قانون کے تحت عائد ہوتی ہیں۔ ایسے حالات میں جہاں عوام کو مکمل، خود مختار اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کرانے کی ریاستی صلاحیت پر اعتماد نہیں ہے، پاکستان پر فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ایک خود مختار انکوائری کمیشن تشکیل دے جو تحقیقات کے حوالے سے اقوام متحدہ کے مرتب کردہ اصولوں پر پورا اترتا ہو۔ اگر ریاست ایسا قومی انکوائری کمیشن تشکیل دینے کے قابل نہ ہو تو ان حالات میں بھی ریاست پر تحقیقات کروانے کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی۔ اس قسم کی صورتحال میں ریاست کے لیے اقوام متحدہ سے مدد لینا ضروری ہے۔

سفارشات

ایل آر ڈبلیو سی ایک بار پھر حکومت پاکستان سے درج ذیل اقدامات کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

1۔ راشد رحمان کے قتل کی تحقیقات کی جائیں جو کہ شعبہ فوجداری نظام انصاف اور پراسیکیوٹرز، پولیس اور راشد رحمان خان کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہونے والے یا تحفظ فراہم کرنے سے انکار کرنے والے یا ان کے قتل میں سازباز کرنے والے ریاستی حکام کے اثر و نفوذ سے آزاد ہو۔

2۔ مقتول کے نشاندہی شدہ مشتبہ افراد کی مکمل اور غیر جانبدارانہ تفتیش کی جائے۔

3۔ راشد رحمان خان کو دھمکیاں دینے اور قتل میں ملوث مشتبہ مجرموں کے خلاف مقدمہ درج کیا جائے اور ان کا ٹرائل کیا جائے۔

4۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی طرف سے تحقیقات کی جائیں تاکہ اس امر کا تعین ہو سکے کہ:

(a) مسٹر راشد رحمان خان کو تحفظ فراہم کیوں نہیں کیا گیا تھا؛

(b) تحفظ کی فراہمی میں ناکام ہونے یا انکار کرنے والے ریاستی حکام کی نشاندہی ہو سکے۔

(c) دیوانی یا فوجداری نوعیت کی دیگر موزوں تلافیاں تجویز کی جا سکیں۔

5۔ اپنے کام کے باعث خطرات میں گھرے وکلاء اور انسانی حقوق کے کارکنوں کے فوری تحفظ کے لیے ''فوری اقدام سروس'' کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اس مقصد کے لیے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، بار ایسوسی ایشنوں اور سول سوسائٹی سے مشاورت کی جائے؛

6۔ آئی سی سی پی آر اور یو ڈی ایچ آر کی تمام دفعات کی پاسداری کی جائے؛

براہ مہربانی، حکومت پاکستان ایل آر ڈبلیو سی کو ان تمام اقدامات سے آگاہ کرے جو کہ اس نے راشد رحمان خان کے قتل کی تلافی کے لیے اٹھائے ہیں یا اٹھا رہی ہے۔ ایل آر ڈبلیو سی آپ کے جواب کا منتظر ہے۔

گیل ڈیوڈسن، ایل آر ڈبلیو سی ایگزیکٹو ڈائریکٹر

حنا بخاری، کیس مانیٹر پاکستان ایل آر ڈبلیو سی

آزادی، قومی مفاد کے لیے

آئی۔اے۔رحمٰن

عالمی سطح پر انسانی حقوق کی متعدد تنظیموں نے مشترکہ طور پر شہری حقوق سے متعلق ایک منشور جاری کیا ہے جس کا مقصد چار بنیادی آزادیوں یعنی اظہار رائے کی آزادی، اطلاعات کے حصول کی آزادی، اجتماع کی آزادی اور تنظیم سازی کی آزادی کا دفاع کرنا ہے اور پاکستان ان ممالک میں شامل ہے جن کے لیے یہ مہم خاص طور پر متعلقہ ہے۔ شہری حقوق کے اس منشور کو پُرامن اجتماع اور تنظیم سازی کی آزادی کے لیے اقوام متحدہ کے خصوصی جائزہ کار مائنا کیائی کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نوع انسانی کو درپیش مختلف نوعیت کے بحرانوں پر قابو پانے کی راہ میں حائل سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اربوں کی تعداد میں لوگوں، یعنی انسانی آبادی کی اکثریت کو اپنی ذہانت کا استعمال اور اپنے خیالات اور اپنی خواہشات کا اظہار نہیں کرنے دیا جاتا۔

پاکستان میں قومی مسائل کے حل میں شہریوں کی شرکت کو روکنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ انسانی حقوق کے متحرک کارکنوں کو دھمکیاں دی جاتی ہیں، انہیں بُرا بھلا کہا جاتا ہے، ان کی تذلیل کی جاتی ہے اور انہیں بلوچستان کے دوشہروں میں شدت پسندوں اور تشدد کے خلاف شہریوں کو منظم اور متحرک کرنے کی پاداش میں غیر قانونی حراست میں رکھا جاتا ہے حالانکہ اس کو قومی اہمیت کا کام تصور کیا جانا چاہیے۔ وزیراعظم نے ''غیرت کے نام پر قتل'' کے حوالے سے قانون سازی میں حکومت کی مدد کرنے پر انسانی حقوق کے کارکنوں کا شکریہ ادا کیا جبکہ اس کے برعکس سکیورٹی اہلکار خواتین کارکنوں کو اپنے خدشات کا اظہار کرنے کی پاداش میں ان کا پیچھا کر کے ہراساں اور پریشان کررہے ہیں اور انہیں پرامن اجلاسوں کے انعقاد سے روک رہے ہیں۔

پاکستانی صحافیوں کی ایک بڑی تعداد خصوصاً بلوچستان اور فاٹا/ خیبر پختونخوا کے صحافیوں کی اظہار رائے اور معلومات کی آزادی کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اظہار رائے کی آزادی جو چار بنیادی آزادیوں میں سے ایک ہے، خطرے میں ہے کیوں کہ معلومات، اجتماع اور تنظیم سازی کی آزادی وہ ذرائع ہیں جو شہریوں کو اپنے خدشات اور اپنی خواہشات کے اظہار کا موقع فراہم کرتے ہیں اور قومی مسائل بشمول حکومتی پالیسیوں کے متبادل راستے فراہم کرتے ہیں۔

اگرچہ اظہار رائے کی آزادی کا تعلق عام شہریوں کے علاوہ سیاسی جماعتوں، پیشہ ورایسوسی ایشنز، غیر سرکاری تنظیموں سے ہوتا ہے تاہم میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد روایتی طور پر ایسے بنیادی فریق تصور کیے جاتے ہیں جنہیں اپنے اور لوگوں کے حقوق کا دفاع کرنا چاہیے۔ پاکستان کے ذرائع ابلاغ سے متعلق لوگوں کے نزدیک اظہار رائے کی آزادی کے تحفظ کا مطلب ان ثمرات کو تحفظ مہیا کرنا ہے جو دوسوسالہ جدوجہد کے نتیجے میں حاصل ہوئے۔ اس جدوجہد کا آغاز ایسٹ انڈیا کمپنی کے دنوں میں ہوا تھا جب راجا رام موہن رائے نے سنسرشپ کو تسلیم کرنے کی بجائے اپنا اخبار بند کردینے کو ترجیح دی تھی۔ متعدد دوسرے شماروں / صحافیوں نے ان کی پیروی کرتے ہوئے قید کی سزاؤں، چھاپے خانوں پر قبضہ اور سکیورٹی کی رقم کی ضبطی جیسے پرتشدد اقدامات کا سامنا کیا اور انہوں نے یہ سب تکالیف بدیسی حکومت کے ہاتھوں سے عوام کی آزادی کو چھیننے کے لیے برداشت کیں۔ اس سفر میں جو منزلیں طے کی گئیں، انہیں یاد رکھنے کی ازحد ضرورت ہے۔

قائداعظم 1919ء میں بمبئی کرانیکل کے بورڈ کے چیئرمین تھے جب اس کے ایڈیٹر بی جی ہارنی مین کو بھارتی عوام کے مفاد اور حقوق کی حمایت کرنے پر بھارت سے نکال دیا گیا تھا۔ انہیں

پاکستانی صحافیوں کی ایک بڑی تعداد خصوصاً بلوچستان اور فاٹا/ خیبر پختونخوا کے صحافیوں کی اظہار رائے اور معلومات کی آزادی کو شدید خطرات لاحق ہیں۔

پاسپورٹ دینے سے انکار کر کے انہیں بھارت واپس آنے سے روک دیا گیا۔ قائداعظم نے یہ معاملہ سنٹرل اسمبلی میں اٹھایا اور انہوں نے برطانیہ اور بھارت کی حکومتوں کے خلاف شدید تنقیدی تقریر کی جس میں کہا کہ مسٹر ہارنی مین کو آمرانہ اور انتظامی حکم کے تحت سزا دی گئی ہے۔ یہ وہ موقع تھا جب انہوں نے اعلان کیا کہ کسی بھی آئین میں فرد کی آزادی کو مقدم سمجھا جاتا ہے اور ایک انتظامی حکم کے تحت اس آزادی کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ لندن کے اخبار دی ٹائمز آف لندن کے رپورٹر کا معاملہ سامنے آیا۔ اس رپورٹر نے 1942ء میں ''ہندوستان چھوڑو تحریک'' کے حوالے سے بھارتی عوام پر ہونے والے ظلم وتشدد کے بارے میں خبر دی جو کسی حد تک حقائق پر مبنی تھی۔ اس پر وائسرائے نے سیکریٹری آف اسٹیٹ ایمری سے ان لفظوں میں احتجاج کیا کہ ''ہم 1857ء جیسے بحران کا سامنا کررہے ہیں اور بڑی مشکل سے اقتدار کی رسی سے لٹک رہے ہیں۔ مہربانی کر کے ایڈیٹر سے مل کر اس معاملے میں مداخلت کریں۔''

وزیر داخلہ ایمری دی ٹائمز کے ایڈیٹر سے ملاقات نہ کرسکا۔ تاہم اسسٹنٹ ایڈیٹر نے جس نے وزیر داخلہ کی لنچ کی دعوت قبول کرلی تھی، لنچ کے دوران رپورٹر کی زبان بندی کرنے سے انکار کردیا۔ آخر کار ایمری نے وائسرائے کو خوش کرنے کے لیے ایک اوسط درجے کے صحافی بیورلے نکولس کو ہندوستان اس نصیحت کے ساتھ بھجوادیا کہ وہ برطانیہ کے قومی مفادات کا خیال رکھے۔ (اتفاق کی بات ہے کہ نکولس نے ''ہندوستان پر فیصلہ'' کے عنوان سے کتاب لکھی جس پر مسلم لیگ نے خوشی کا اظہار کیا)۔ ہنگامی صورت حال کے دوران بھی برطانوی رپورٹر کو آزادی تھی کہ وہ بھارتی حکومت سے مختلف ''قومی مفاد'' کی تشریح اپنی مرضی سے کرے۔ پچاس ساٹھ سال قبل پاکستان میں ''قومی مفاد'' کی اصطلاح کی توضیح بہت وسیع تھی۔ پٹواری کی رشوت لینے کی خبر کو ''قومی مفاد'' میں اخبارات میں چھپنے سے روکا جاسکتا تھا اور اسی استدلال کے تحت سوبھو گیان چندانی کو کمیونسٹ خیالات رکھنے کی پاداش میں کو قید کر دیا گیا۔ تاہم سندھ ہائی کورٹ کے جسٹس لاری نے رٹ پر فیصلہ دیتے ہوئے کہا کہ کمیونسٹ خیالات رکھنا کوئی جرم نہیں۔ اس کے علاوہ 1980ء کی دہائی میں یزید کے خلاف امام حسینؓ کی مزاحمت کے حوالے سے شائع ہونے والے مضمون کو بھی سنسر کردیا گیا تھا۔ حالات یقینی طور پر تبدیل ہوئے ہیں لیکن پاکستان ابھی تک 9/11 کے بعد والی اس لہر میں بہے جارہا ہے جس میں دنیا بھر میں انسانی حقوق اور قواعد وضوابط کی عمل داری کو پامال کیا جارہا ہے حالانکہ اب دنیا میں یہ فہم وشعور بھی پیدا ہورہا ہے کہ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران ''سکیورٹی کو درپیش ممکنہ خطرات'' کے نام پر جنگیں تباہی کا باعث بنی ہیں۔

پاکستانی صحافیوں کی جدوجہد کا مقصد 1867ء کے ایڈم کے ضوابط اور 1931ء کے پریس ایکٹ سے لے کر 1963ء تک کے پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈی ننس کو نئی شکل دینا ہے تاکہ میڈیا کے افراد کو انتظامیہ کی تعزیری کارروائیوں سے تحفظ فراہم کیا جاسکے۔ صحافیوں کی تمام تر جدوجہد کا مرکزی نکتہ یہی ہے کہ اگر کوئی ناخوشگوار صورت حال پیدا ہو تو صحافیوں کے ساتھ معمول کے قوانین کے مطابق سلوک کیا جائے۔ بدقسمتی سے صحافیوں کو اپنا ہمنوا بنانے کے لیے قانونی اقدامات کا سہارا لینے کے پرانے طریقے اب فرسودہ ہوچکے ہیں۔ خفیہ طریقے سے دباؤ ڈالنے، غیر اختیاری گمشدگیوں اور اغوا کے بعد قتل کے واقعات نے پاکستان کو صحافیوں کے لیے خطرناک ترین ممالک میں شامل کردیا ہے۔ ملک پر لگنے والے اس داغ کو کیسے مٹایا جائے۔ اس کے لیے حکومت اور میڈیا دونوں کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ اس جانب کیے جانے والے اقدامات، جیسے کہ سلیم شہزاد کمیشن رپورٹ، کو دبایا نہ جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ چند اہم نکات کا خیال رکھا جائے۔ پہلا نکتہ تو یہ ہے کہ حکومت اور میڈیا میں سے کوئی بھی معصومیت کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ حکومت میڈیا سمیت سول سوسائٹی کے ساتھ تکلیف دہ اور تباہ کن روّیہ ترک کرے۔ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ آزادیٔ اظہار پر کھلی سنسرشپ یا کسی اور طریقے سے کسی قسم کی پابندیوں کا تعین جوہانسبرگ اصولوں کی روشنی میں کیا جائے جو حکومت کو اس بات کا پابند کرتے ہیں کہ وہ یہ ثابت کرے کہ یہ پابندیاں لگانا انتہائی ضروری ہے اور یہ کہ پابندیاں معین طریقہ کار کے حق کی خلاف ورزی کا باعث نہیں ہیں۔ یہ وہی اصول ہے جس کی امریکہ کی سپریم کورٹ نے تائید کی اور نکسن انتظامیہ نے اس حکم کو مسترد کردیا جس کے تحت واشنگٹن پوسٹ کو واٹرگیٹ سے متعلق خبر کو چھاپنے سے روکنے کی کوشش کی جارہی تھی۔

پاکستان نے اظہار رائے کی آزادی پر قدغن لگانے کی جو قیمت -- جیسے کہ 1971ء میں ریاست کا دولخت ہوجانا -- ادا کی ہے، اگر اسے نظرانداز کیا گیا تو ہم ملک کو ہولناک تباہی میں دھکیلنے کے مرتکب ہوں گے۔

(انگریزی سے ترجمہ ۔ بشکریہ ڈان)

خصوصی افراد کے حقوق کے تحفظ پر زور

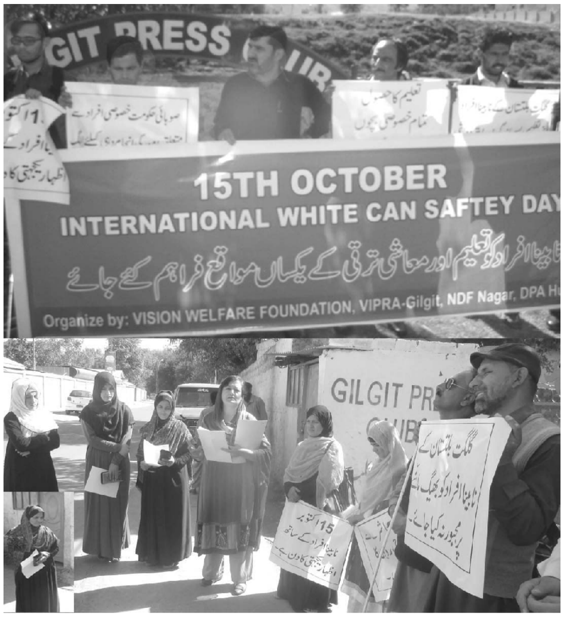

گلگت 15اکتوبر کو بصارت سے متاثرہ افراد کے عالمی دن کے موقع پر گلگت بلتستان میں موجود معذور افراد کی نمائندہ تنظیموں جن میں ویژن ویلفیئر فاؤنڈیشن، ویپرا، نگر ڈس ایبلیٹی فورم اور DPA کے زیر اہتمام گلگت پریس کلب کے سامنے ایک علامتی احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرے میں گلگت بلتستان میں موجود نابینا افراد اور دیگر معذور افراد کے ساتھ ساتھ، خواتین، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے نمائندگان، صحافیوں، طلباء و طالبات اور شہریوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

احتجاجی مظاہرے کے شرکاء نے ہاتھوں میں پلے کارڈز اور بینرز اٹھار کھے تھے جن میں نابینا افراد کے ساتھ ساتھ دیگر معذور افراد کے حقوق سے متعلق نعرے درج تھے۔

احتجاجی مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے ویژن ویلفیئر فاؤنڈیشن کے چیئر مین ارشاد کاظمی نے کہا کہ حکومتی سطح پر معذور افراد، بالخصوص نابینا افراد کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنے خطاب کے دوران صوبائی حکومت سے پرزور مطالبہ کیا کہ معذور افراد کے حقوق کی بحالی کے خاطر حکومتی سطح پر اقدامات کیے جائیں۔ انھوں نے سرکاری ملازمتوں میں معذور افراد کو مختص دو فیصد کوٹے پر سختی کے ساتھ عمل درآمد کروانے کا مطالبہ کرتے ہوئے اس کوٹے میں علاقے کے نابینا افراد کو ترجیح دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ ارشاد کاظمی نے اپنے خطاب کے دوران اسپیشل ایجوکیشن کمپلکس میں دیگر محکموں کے دفاتر قائم کرنے کی پالیسی پر اپنے سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے وہاں سے نیب کے ادارے کو فی الفور ہٹانے کا مطالبہ کیا تا کہ طلباء کے ہاسٹل کو دوبارہ بحال کیا جاسکے تا کہ علاقے کے معذور طلباء اپنے تعلیم کو جاری رکھ سکیں۔ انھوں نے اسپیشل ایجوکیشن کمپلیکس کو پرائمری سے اپ گریٹ کر کے میٹرک کا درجہ دینے کا بھی مطالبہ کیا۔ انہوں نے اسپیشل ایجوکیشن کمپلکس میں میڈیکل کالج کے قیام سے متعلق حکومتی عزائم کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے یہ باور کروایا کہ اگر حکومت کی جانب سے ایسی کوئی کوشش کی گئی تو علاقے کے معذور افراد سراپا احتجاج بن جائیں گے۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ویپرا گلگت بلتستان کے صدر محمد نواز نے کہا کہ صوبائی حکومت معذور افراد کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک کر رہی ہے۔ انھوں نے علاقے میں معذور افراد کے لیے الگ ڈائریکٹوریٹ کے قیام کا مطالبہ کیا۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے NDF نگر کے صدر جناب شمش الیتین صاحب نے کہا کہ موجودہ حکومت معذور افراد کو ان کے اہلیت کے مطابق سرکاری ملازمتیں فراہم کرے اور ان پڑھ معذور افراد کو ماہانہ معقول وظیفہ فراہم کیا جائے۔ مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے DPA ہنزہ کے نمائندے شکور علی نے کہا کہ اگر ایک نجی ادارے میں ایک نابینا فرد کو ملازمت فراہم کی جاسکتی ہے تو پھر سرکاری اداروں میں ملازمت فراہم کیوں نہیں کی جاسکتی ہے؟ مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے صوبائی کوارڈینیٹر اسرار الدین اسرار نے گلگت بلتستان کے معذور افراد کے نمائندہ تنظیمات کی حقوق کی پرامن جدوجہد کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور حکومت وقت سے مطالبہ کیا کہ وہ معذور افراد کے مسائل حل کرنے کے حوالے سے سنجیدگی کا مظاہرہ کرے۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ہیومن رائٹس آبزرور کے کوارڈینیٹر محمد فاروق نے کہا کہ 15اکتوبر نابینا افراد کے حقوق کی تحفظ کا دن ہے اس دن کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت اور معاشرے کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان افراد کو معاشرے میں ان کا جائز مقام دلانے کی جدوجہد میں ان افراد کی ہر ممکن مدد فراہم کرے۔

تقریب کے آخر میں شرکاء کی جانب سے مطالبات پر مشتمل قرارداد منظور کی گئی۔ جس کے مندرجات حسب ذیل ہے۔

۱۔ گلگت بلتستان میں موجود تعلیم یافتہ نابینا افراد کو ان کی اہلیت کے مطابق سرکاری ملازمتیں فراہم کی جائیں۔
۲۔ گلگت بلتستان میں موجود خصوصی نوجوانوں کی کھیلوں سمیت دیگر صحت مندانہ سرگرمیوں کے فروغ کے لیے صوبائی حکومت کی جانب سے مناسب اقدامات کیے جائیں۔
۳۔ صوبائی سطح پر خصوصی افراد سے متعلق امور کی انجام دہی کے لیے الگ ڈائریکٹوریٹ کا قیام عمل میں لایا جائے۔
۴۔ گلگت بلتستان میں موجود خصوصی نوجوانوں کی فنی تربیت کے لیے ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کا قیام عمل میں لایا جایا تا کہ خصوصی افراد خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکی۔
۵۔ صوبہ پنجاب کی طرح گلگت بلتستان میں موجود بے روزگار بصارت سے محروم مرد و خواتین کو صوبائی حکومت کی جانب سے معقول ماہانہ وظیفہ فراہم کیا جائے۔
۶۔ گلگت بلتستان کے تمام انتظامی اضلاع میں اسپیشل ایجوکیشن سنٹرز کا قیام عمل میں لایا جائے۔
۷۔ صوبائی پنجاب کی طرح گلگت بلتستان میں بھی معذور افراد کے لیے مختص دو فیصد کوٹہ کو بڑھا کر تین فیصد کیا جائے اور اس میں سے ایک فیصد نابینا افراد کے لیے مخصوص کیا جائے۔
۸۔ گلگت بلتستان کے تمام اضلاع کے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں میں معذوری سرٹیفکیٹ کے اجراء کا بندوبست کیا جائیتا کہ ان اضلاع میں موجود معذور افراد کے لیے معذوری سرٹیفکیٹ کا حصول بآسانی ممکن ہوسکے۔

(سید منیر حسین کاظمی)

جبری گمشدگیوں کے خلاف ریلی

کراچی 19 اکتوبر کو سندھ کے سیاسی، قوم پرست اور دیگر کارکنوں کی جبری گمشدگی کے خلاف اور سماجی کارکن اور مصنف واحد بلوچ کی بازیابی کے لیے ایک ریلی نکالی گئی۔ واحد بلوچ کو مبینہ طور پر سکیورٹی ایجنسیاں 26 جولائی کو کراچی کے قریب اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔ ریلی کا اہتمام پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) ٹاسک فورس نے کیا۔ شرکاء میں واحد بلوچ کے بچے اور سول سوسائٹی کی دیگر متعدد تنظیموں کے کارکن شامل تھے جنہوں نے شہر کی گلیوں میں مارچ کیا۔ ریلی ریڈیو پاکستان کی عمارت سے شروع ہوئی اور پریس کلب پر ختم ہوئی جہاں احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ اس موقع پر ایچ آر سی پی کے وائس چیئرپرسن اسد اقبال بٹ، ٹاسک فورس کو آرڈینیٹر ڈاکٹر اشوتھاما، کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کے سیکریٹری جنرل کامریڈ امداد قاضی، عوامی ورکرز پارٹی کے رہنما بخشل تھلھو، ہاری رہنما تاج مری، ویمن ایکشن فورم کی کارکنان امر سندھو اور عرفانہ ملاح، حسین مسرت اور پروفیسر امداد چانڈیو نے شرکاء سے خطاب کیا۔ انہوں نے صوبے میں جبری گمشدگیوں کے مبینہ واقعات پر تشویش کا اظہار کیا اور واحد بلوچ کی گرفتاری یا ان کے خلاف الزامات کا اعلان کیے بغیر انہیں 26 جولائی سے حراست میں رکھے جانے کی مذمت کی۔ سکیورٹی ایجنسی کے اہلکاروں نے مبینہ طور پر واحد بلوچ کی بس، جس میں وہ سفر کر رہے تھے، کو روکا اور ان کی شناخت معلوم کرنے کے بعد انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ یہ بس کراچی سے میرپور خاص جا رہی تھی۔ مظاہرین نے پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر جبری گمشدگیوں کی مخالفت میں اور واحد بلوچ کی بازیابی کے حق میں نعرے درج تھے۔ مظاہرین نے ایسی کارروائیوں کے خلاف نعرے لگائے اور متعلقہ حکام پر زور دیا کہ وہ ان کے خاندان کو بتائیں کہ انہیں کہاں رکھا گیا ہے۔ انہوں نے تمام سیاسی، قوم پرست اور دیگر کارکنان بشمول راجا منگی، سہیل بھٹی، اللہ ودھایو اور عمران جوکھیو کی بازیابی کا بھی مطالبہ کیا جو اسی طریقے سے اٹھائے جانے کے بعد سے لاپتا ہیں۔ (انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان

ایچ آر سی پی نے سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں کے ساتھ مل کر سماجی کارکن عبدالواحد بلوچ کی بازیابی کے لیے پرامن احتجاجی ریلی کا اہتمام کیا

ایشین گرلز ہیومن رائٹس ایمبیسڈر ایوارڈ' سوات کی لڑکی کے نام

تائی پے پاکستان کے شمال مغربی صوبے خیبر پختونخوا کے ضلع سوات سے تعلق رکھنے والی 14 سالہ حدیقہ بشیر نے ایشین گرلز ہیومن رائٹس ایمبسڈر ایوارڈ جیت لیا۔ خیال رہے کہ حدیقہ بشیر پہلی پاکستانی ہے جنھیں مذکورہ ایوارڈ دیا گیا ہے۔ مذکورہ ایوارڈ کیلئے ایشیا بھر سے 4 لڑکیوں کے درمیان مقابلہ تھا جو حدیقہ بشیر نے اپنے نام کرلیا، یہ ایوارڈ انہیں لڑکیوں کے عالمی دن کے موقع پر تائیوان میں ایک تقریب کے دوران دیا گیا، مذکورہ تقریب گارڈن آف ہوپ فاؤنڈیشن اور تائیوان کی وزارت خارجہ نے منعقد کی تھی۔ حدیقہ بشیر نے مذکورہ ایوارڈ اگست میں کوئٹہ کے سول ہسپتال میں ہونے والے خودکش دھماکے میں ہلاک ہونے والے وکلاء اور ہندوستانی فورسز کے ظلم کا شکار ہونے والے نہتے کشمیریوں کے نام کر دیا۔ انہوں نے ایوارڈ قبول کرتے ہوئے کشمیریوں کے حق خودارادیت کو تسلیم کرنے پر زور دیا اور ان پر ہندوستانی فورسز کے مظالم کی مذمت کرتے ہوئے ان مظالم کو فوری طور پر روکنے کا مطالبہ کیا۔ حدیقہ بشیر کا کہنا تھا کہ میں ہندوستانی فورسز کی جانب سے اپنی کشمیری ماؤں، بہنوں اور بھائیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم پر ان کے ساتھ ہوں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ پاکستان ایک پُرامن ملک ہے اور پاکستان کی بیٹیاں جنگ کی حمایت نہیں کرتی کیوں کہ وہ سمجھتی ہیں کہ جنگ، امن قائم کرنے میں مددگار نہیں اور جنگ صرف تباہی لاتی ہے۔ حدیقہ بشیر نے مسلم بہنوں اور ایشیا بھر کی بہنوں کیلئے آواز بلند کرنے پر زور دیا اور کہا کہ شام، فلسطین، کشمیر اور میانمار کی خواتین اور لڑکیوں کے حقوق کیلئے اقدامات کیے جائیں۔ حدیقہ بشیر کے والد افتخار حسین کا کہنا تھا کہ یہ ان کیلئے ایک خوشی کا دن ہے کہ ان کی بیٹی نے مذکورہ ایوارڈ جیتا ہے۔ خیال رہے کہ گذشتہ سال حدیقہ بشیر کو اپنی زندگی پاکستان میں بچوں کی شادی کو ختم کرنے کے عمل کیلئے وقف کرنے پر بین الاقوامی طور پر تسلیم کیے جانے والے محمد علی انسانی حقوق کے ایوارڈ سے نوازا گیا تھا۔

(روزنامہ ڈان)

بیوی کو قتل کر دیا

پاکپتن چک الوری پاکپتن میں فیصل آباد سے بیاہ کر آنے والی دلہن اسماء کو گھریلو ناچاقی کی بنا پر اس کے شوہر شرافت علی اور سسر نذر محمد نے قتل کر کے اس کی نعش کمرے کے گارڈر پر لٹکا دی اور اس کے والد محمد صدیق کو اطلاع دی کہ اس کی بیٹی نے خودکشی کرلی ہے جب باپ نے آ کر دیکھا تو اس کی نعش گارڈر کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی اس نے کہا کہ اس کی بیٹی نے خودکشی نہیں کی بلکہ اس کو قتل کیا گیا ہے۔ پولیس تھانہ چک بیدی نے محمد صدیق (والد) کے بیان پر مقدمہ درج کرلیا تھا۔

(غلام نبی)

ایک شخص جاں بحق

لکی مروت تجوڑی کے علاقے دھڑکہ عزیز خان میں فائرنگ سے ایک شخص جان بحق جبکہ ایک زخمی ہوگیا۔ گل خاور خان اپنے گھر جا رہا تھا کہ راستے میں گھات میں بیٹھے ملزم فضا خان نے اس پر فائرنگ کردی جس سے وہ شدید زخمی ہوگیا اور بعدازاں دم توڑ گیا۔ ملزم فضا خان نے زخمی حالت میں پولیس کو بتایا کہ ملزمان گل خاور (مقتول) سید شریف اور جلت خان نے اس پر فائرنگ کردی جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ پولیس نے الگ الگ مقدمات درج کر کے ملزمان کو گرفتار کرنے کے بعد تفتیش شروع کردی تھی۔ مذکورہ واقعہ 2 اکتوبر کو پیش آیا تھا۔

(محمد ظاہر شاہ)

تعلیم

ٹیچر کا طالب علم پر وحشیانہ تشدد

پشـــاور گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول چمکنی کے استاد نے سولہ سالہ طالب علم کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا جبکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کردیا۔ ساتویں جماعت کے طالب علم ثقلین ضیاء کے والد ضیاء احمد نے کے مطابق کہ گزشتہ روز گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول چمکنی کے ٹیچر نے تمام بچوں کو کلاس سے باہر نکالا تاہم ثقلین دیگر بچوں کے مقابلے اونچی جگہ پر بیٹھ گیا جس پر ٹیچر آپے سے باہر ہوگیا اور ثقلین کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا جس کی وجہ سے اس کی کمر میں گہرے زخم آئے اور وہ بے ہوش ہوگیا۔ اساتذہ اور ساتھی اسے قریبی ڈسپنسری لے گئے۔ ثقلین نے گھر جانے کا مطالبہ کیا لیکن اس کو چھٹی کے وقت تک بٹھائے رکھا۔ جب وہ گھر آیا تو والد اس کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال لے گیا جہاں ڈاکٹروں نے کمر میں گہرے زخم کی تصدیق کی۔ مذکورہ استاد کے خلاف متاثرہ بچے کے والد ضیاء احمد نے ہسپتال اور پھر مقامی تھانہ میں رپورٹ درج کرنے کی کوشش کی مگر کوئی شنوائی نہ ہوسکی۔ متاثرہ بچے کے والد نے وزیراعلیٰ خیبر پختونخوا اور وزیر تعلیم سے مطالبہ کیا ہے کہ سفاک استاد کے خلاف کارروائی کی جائے بصورت دیگر وہ بچے کو سکول سے اٹھانے پر مجبور ہونگے جس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

سبق یاد نہ کرنے پر طالب علم پر تشدد

پیر محل دو ٹیچرز نے سبق یاد نہ کرنے پر طالب علم کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ پیر محل کے رہائشی طارق شہزاد کے مطابق اس کا بیٹا فدا الرحمٰن گورنمنٹ پرائمری سکول غریب آباد میں پہلی جماعت کا طالب علم ہے۔ 16 اکتوبر کو سبق یاد نہ ہونے پر سکول میں تعینات ٹیچر حبیب الرحمٰن اور رب نواز نے اسے وحشیانہ تشدد کا نشان بنایا جس کے نتیجے میں بچے کا بازو ٹوٹ گیا۔ متاثرہ بچے کے والد نے پولیس کو اندراج مقدمہ کے لیے درخواست دے دی۔ (اعجاز اقبال)

اساتذہ کا احتجاجی جلسہ

چمن اساتذہ کی تنظیم گورنمنٹ ٹیچرز ایسوسی ایشن ضلع قلعہ عبداللہ چمن کے زیر اہتمام اپنے مطالبات کے حق میں گورنمنٹ ٹیچرز ایسوسی ایشن نے گورنمنٹ ہائی سکول خیرو جان باغیچہ چمن میں ایک احتجاجی جلسہ کا اہتمام کیا۔ احتجاجی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ استاد کا ایک مقام ہے دیگر ممالک میں مگر پاکستان میں استاد کو کوئی مقام اور درجہ نہیں دیا جاتا مگر ہمیشہ اس طبقے کو دبانے کے لیے مبینہ طور پر حکومتی اہلکار مصروف عمل رہتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ گزشتہ کئی عرصے سے اساتذہ اپنے حقوق کے لئے لڑ رہے ہیں اور آج بھی اساتذہ اپنے جائز مطالبات کے لیے سراپا احتجاج ہیں۔ حکومت سولہ نکاتی ایجنڈا تسلیم کرکے اب مختلف حیلوں سے اساتذہ کو اپنے جائز مطالبات سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کررہی ہے۔ انہوں نے حکومت سے پرزور اپیل کی کہ وہ ان کے جائز مطالبات منظور کروائے۔ (نامہ نگار)

ٹیچر کو لوٹ لیا گیا

جعفرآباد گورنمنٹ ہائی سکول جعفرآباد کے سینئر استاد مسٹر باغ علی اپنی ڈیوٹی سے چھٹی کرکے اپنے گھر آرہے تھے کہ گنداخہ کے قریب مسلح ملزمان نے مسٹر باغ علی کو اسلحے کے زور پر موٹرسائیکل موبائل نقدی اور گھڑی چھین کر فرار ہوگئے۔ اور باغ علی تین کلومیٹر پیدل کا فاصلہ طے کرکے گنداخہ تھانہ پہنچا اور ایف آئی آر درج کروانے کی کوشش کی لیکن گنداخہ تھانہ والوں نے ایف آئی آر درج کرنے سے انکار کردیا۔

(فاروق مینگل)

مغوی طالب علم کی نعش برآمد

پشـــاور متھرا سے اغواء طالبعلم کی نعش دریائے کابل سے برآمد۔ تھانہ متھرا کے علاقہ گڑ نگے سے مبینہ طور اغواء ہونے والے تیسری جماعت کے طالبعلم کی نعش دریائے کابل سے برآمد کرلی گئی۔ پولیس نے نعش قبضے میں لیکر پوسٹ مارٹم کے بعد نعش ورثاء کے حوالے کردی جبکہ مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی ہے۔ تھانہ متھرا کے اے ایس آئی سلطان خان کے مطابق 4 اکتوبر کو متھرا کے علاقے گڑنگے کے رہائشی محمد رحیم نے رپورٹ درج کرائی کہ اس کا 8 سالہ تیسری جماعت کا طالبعلم حبیب اللہ گھر کے باہر کھیل رہا تھا کہ اس دوران لاپتہ ہوگیا۔ پولیس نے رپورٹ درج کرکے بچے کی تلاش شروع کی تو 6 اکتوبر کی رات اطلاع ملی کہ چغرمٹی کے مقام پر دریائے کابل کے کنارے ایک بچے کی نعش پڑی ہے۔ اطلاع ملتے ہی پولیس موقع پر پہنچی تو مذکورہ نعش حبیب اللہ کی تھی جس پر اس کے گھر والوں کو اطلاع دی گئی۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی۔ (روزنامہ آج / ایکسپریس)

اساتذہ کا طالب علم پر مبینہ تشدد

ٹوبہ ٹیک سنگھ نئے جوتے نہ خریدنے اور سر کے بال نہ کٹوانے پر گورنمنٹ ھائی سکول 346 گ ب کے ٹیچروں نے ہیڈ ماسٹر کے کمرے میں بلوا کر دو غریب بچوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور سر کے بال خود کاٹ دیئے۔ والدین نے ڈی سی او ٹوبہ کو درخواست دی اور بچوں کو لے کر ڈی سی او ٹوبہ کے دفتر میں پہنچ گئے۔ ڈی سی او نے بچوں کے جسم پر تشدد کے نشانات خود دیکھ کر ای ڈی او ایجوکیشن کو کارروائی کیلئے لکھا مگر ای ڈی او سید وحید الدین نے ڈی سی او کے احکامات کو نظرانداز کرتے ہوئے الٹا بچوں کے ورثاء کو رات 9 بجے تک اپنے دفتر میں بٹھا کر صلح کیلئے دباؤ ڈالتا رہا۔ ورثاء کے نہ ماننے پر اساتذہ کو کسی بھی قسم کی محکمانہ کارروائی نہ کرنے کی یقین دہانی کروا کر گھر بھجوا دیا۔ ورثاء نے اعلیٰ حکام سے انصاف کی اپیل کی ہے۔ (اعجاز اقبال)

گرلز کالج میں سہولیات کی فراہمی کا مطالبہ

باغ ضلع باغ کی تحصیل ہاڑی گہل میں گرلز انٹر کالج و مڈل سکول کی طالبات پتھروں پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔ گرلز انٹر کالج اور گرلز مڈل سکول کی عمارت نہ ہونے کی وجہ سے طالبات کھلے آسمان تلے تعلیم حاصل کررہی ہیں۔ فرنیچر، لیبارٹری اور کھیل کے میدان سمیت کوئی بھی سہولت موجود نہیں۔ 2005ء کے زلزلہ میں عمارت تباہ ہوئی آج تک اس عمارت کی طرف کسی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ یاد رہے کہ یہ ادارہ سب ڈویژن ہاڑی گہل کے دفتر کے بالکل ساتھ ہے۔ ان سکولوں میں طالبات شدید سردی اور شدید گرمی میں انتہائی مشکل حالات میں تعلیم حاصل کررہی ہیں۔ گرلز انٹر کالج اور گرلز مڈل سکول جبکہ اس سے پہلے یہ ہائی سکول تھا۔ عوام علاقہ حکومت سے مطالبہ ہے کہ ان اداروں پر توجہ دی جائے۔ (راجہ منیر احمد)

تاریخی ورثہ کو تباہ کرنے پر سزائے قید

آئی۔اے۔رحمٰن

گزشتہ ہفتے بین الاقوامی فوجداری عدالت (انٹرنیشنل کریمنل کورٹ ICC) نے مالی کے احمد المہدی کو نو سال کی سزائے قید سنائی ہے۔احمد المہدی پر الزام تھا کہ اس نے ٹمبکٹو میں چار سال قبل آثار قدیمہ کو تباہ کرنے میں کردار ادا کیا تھا۔عدالت نے سزا میں تخفیف کا سبب بننے والے حالات جیسے کہ اعتراف جرم، آئی سی سی کے وکیل کے ساتھ تعاون کرنے اور متاثرہ افراد سے معذرت، کے پیش نظر احمد المہدی کو یہ سزا دی ہے۔عدالت نے جو تبصرے کئے، ان میں سے جن چند تبصروں کو انسانی حقوق کی بین الاقوامی فیڈریشن نے رپورٹ کیا ہے، ان کی بازگشت دنیا بھر میں ایک طویل عرصے تک سنائی دیتی رہے گی۔

عدالت کو معلوم ہوا کہ المہدی پانچ تاریخی عمارتوں کو تباہ کرنے کا ذمہ دار تھا۔عدالت نے اس کے جرم کو سنگین نوعیت کا قرار دیتے ہوئے کہا کہ المہدی کے اس عمل سے لوگوں پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں اس لئے کہ جن عمارات کو نشانہ بنایا گیا، وہ نہ صرف مذہبی اہمیت کی حامل تھیں بلکہ وہ ٹمبکٹو کے رہائشیوں کے لئے علامتی اور جذباتی اہمیت کی حامل بھی تھیں۔عدالت نے یہ بھی کہا کہ اس کے علاوہ یہاں کے شہری ان تاریخی عمارتوں کو ''اپنے شہر کے تحفظ کا وسیلہ'' سمجھتے تھے۔عدالت نے کہا کہ چونکہ ان چھ تاریخی عمارتوں میں سے پانچ عمارتیں یونیسکو کی ''ورلڈ ہیریٹیج سائٹس'' کی فہرست میں بھی شامل تھیں، ان عمارتوں کی تباہی نے مالی کی تمام تر آبادی کے ساتھ ساتھ عالمی برادری کو بھی متاثر کیا ہے۔ بین الاقوامی فوجداری عدالت میں المہدی کے مقدمے کی سماعت اس لئے ممکن ہوئی کہ میثاق روم کی شق 8.2(E)iv میں جنگی جرائم کی جو تعریف کی گئی ہے اور جس کا تعلق عدالت کے اختیارات سے ہے، میں کہا گیا ہے کہ مذہب، تعلیم، فنون اور سائنس، سے متعلق اداروں، خیراتی اداروں، تاریخی عمارتوں، ہسپتالوں اور بیمار وزخمی لوگوں کے مراکز پر حملہ نہیں کیا جاسکتا۔تاہم ایسی عمارتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ فوجی مقاصد کے لئے استعمال نہ ہوتی ہوں۔

مالی نے 2000ء میں بین الاقوامی فوجداری عدالت کے قانون کی توثیق کی تھی۔مالی کی حکومت کی درخواست پر آئی سی سی کے پراسیکیوٹر کے دفتر نے ان جرائم کی تحقیقات کی جن کا ارتکاب مذہبی انتہا پسندوں نے مبینہ طور پر جنوری 2012ء سے جنوری 2013ء کے دوران مالی میں کیا تھا۔آئی سی سی کے جج نے ستمبر 2015ء میں المہدی کے وارنٹ گرفتاری جاری کئے اور اس کو نائیجیریا کی حکومت نے چندروز بعد ہی آئی سی سی کے حوالے کردیا جہاں سے اس کو نیدرلینڈ میں عدالت کے حراستی مرکز میں منتقل کردیا گیا۔41 سالہ احمد الفقیہہ المہدی جو ابوتراب کے نام سے جانا جاتا ہے، انتہا پسند گروہ انصار عدن کا رکن تھا اور اس گروہ کا تعلق القاعدہ سے بتایا جاتا ہے۔ٹمبکٹو پر مسلح عسکریت پسندوں کا قبضہ ہوجانے کے بعد سے وہ انصار عدن کے چار کمانڈروں، جو ٹمبکٹو کو کنٹرول کرتے تھے، میں سے ایک ہونے کے باعث شہر کی مذہبی پولیس کا سربراہ بھی تھا۔المہدی شہر کی مذہبی پولیس کا سربراہ تھا۔ستمبر 2012ء تک وہ حسباہ (اخلاقی دستے) کا سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ ٹمبکٹو کی مذہبی عدالت کے فیصلوں پر عملدرآمد کرانے کے سلسلے میں اس کی مدد بھی کرتا تھا۔آئی سی سی میں اس کے خلاف جو الزامات لگائے گئے تھے، ان کا تعلق تاریخی عمارتوں کو تباہ کرنے سے تھا۔یہ عمارتیں جون، جولائی 2013ء کے دوران تباہ کی گئی تھیں۔اتفاقی طور پر انسانی حقوق کی تنظیموں نے بھی عام شہریوں، بالخصوص خواتین کے خلاف جرائم کا ارتکاب کرنے پر المہدی کو سزا دینے کی اپیل کی، لیکن عدالت نے ان الزامات پر توجہ نہ دی۔

> عدالت کو معلوم ہوا کہ المہدی پانچ تاریخی عمارتوں کو تباہ کرنے کا ذمہ دار تھا۔عدالت نے اس کے جرم کو سنگین نوعیت کا قرار دیتے ہوئے کہا کہ المہدی کے اس عمل سے لوگوں پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں اس لئے کہ جن عمارات کو نشانہ بنایا گیا

جن تاریخی عمارتوں کو تباہ کرنے کا الزام المہدی پر تھا، ان میں ممتاز اسلامی رہنماؤں اور عالموں کے پانچ مزار شامل تھے۔ان اسلامی رہنماؤں اور عالموں کا تعلق ٹمبکٹو کے سیاسی اور علمی شان وشوکت والے دور سے تھا۔اس کے علاوہ ان میں سری یحیٰی مسجد بھی شامل تھی۔آئی سی سی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ نسل کشی، انسانیت کے خلاف جرائم اور جنگی جرائم کے مرتکب افراد کو سزائیں دے سکتی ہے۔عدالت جولائی 1998ء میں میثاق روم کے تحت ہیگ میں قائم کی گئی تھی اور اس میثاق کا نفاذ یکم جولائی 2002ء کو ہوا تھا۔اس کے متعدد خدوخال اس کو عالمی عدالت انصاف سے ممتاز کرتے ہیں؛ اس کو بین الاقوامی معاہدے کے تحت قائم کیا گیا ہے؛ یہ اقوام متحدہ سے آزاد ہے اور یہ جرم کے مرتکب ان افراد پر مقدمہ چلا سکتی ہے جنہیں اعلیٰ مرتبت ہونے کے باعث روایتی طور پر سزا سے استثنا حاصل ہے۔تاہم اقوام متحدہ کے ڈھانچے اور نظام کے مطابق درخواست گزار اور عدلیہ دونوں کا تعلق بہرصورت ان ممالک سے ہونا ضروری ہے جنہوں نے میثاق روم کی توثیق کررکھی ہو۔

المہدی کا مقدمہ پاکستان کے قانونی ماہرین، انسداد دہشت گردی سے متعلق حکام اور تاریخی ورثہ سے محبت رکھنے والے لوگوں کے لیے کئی وجوہ کی بنا پر باعث دلچسپی ہونا چاہئے۔چونکہ ہماری ریاست کو ان شدت پسندوں سے خطرہ ہے جو مسجدوں، سکولوں اور تاریخی مقامات کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بناتے رہے ہیں، ہمیں حکومت پر زور دینا چاہئے کہ وہ آئی سی سی کے میثاق روم کی توثیق کرے۔یہ مقدمہ ہمیں انتہا پسند گروہوں کی طرف سے مسلمان ملکوں کے تاریخی مقامات کی تباہی کو نئے انداز سے دیکھنے کا موقع فراہم کرتا ہے، بھلے اس سے گزشتہ صدی کے دوران سعودی عرب میں ہمارے عظیم مسلمان رہنماؤں کے مزاروں اور قبروں کی تباہی سے پیدا ہونے والے تنازعات دوبارہ سر نہ اٹھائیں اور ماضی میں مسجد نبوی کو بچانے کے لئے برصغیر کے مسلمانوں کی کوششیں دوبارہ زیربحث نہ آئیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ بامیان میں بدھ مت کے بانی کے مجسموں کو تباہ کرنے کے ذمہ داروں کو گرفت میں لیا جائے۔مسلمان ممالک کے تعزیرات کے ضابطوں پر نظرثانی کی ضرورت ہے تاکہ تاریخی اہمیت کی عمارتوں، مذہبی، تعلیمی اور سائنسی اہمیت کے اداروں کو تباہ کرنے والوں کے لیے مناسب سزائیں تفویض کی جاسکیں۔اس کے تحت ضابطہ فوجداری کی ان شقوں پر نظرثانی ممکن ہوسکے گی جن کا اطلاق مزاروں، مساجد، یونیورسٹیوں، سکولوں اور ہسپتالوں پر کئے جانے والے دہشت گردانہ حملوں پر ہوتا ہے۔آئی سی سی کے اس فیصلے سے پاکستان میں کسی بھی ایسے شخص کو ہیجان میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو ترقی کے نام پر تاریخی مقامات کے لیے خطرہ بنا ہوا ہے۔ان کو اس وقت تک فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں جب تک یہ تاریخی مقامات ڈائنامائٹ سے اڑا نہیں دیئے جاتے۔تاہم رحمان بابا کے مزار کو اڑانے کی ایک کوشش بہرحال کی جاچکی ہے اور یہ مزار آئی سی سی کے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔اور ایک مضبوط مقدمہ بنا کر مسجدوں، کلیساؤں اور تعلیمی مراکز پر حملے کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں تجویز کی جاسکتی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں حکومت پر دباؤ بڑھانا چاہئے کہ وہ تاریخی ورثہ کے تحفظ سے متعلق قوانین اور طریق ہائے کار کو بین الاقوامی کمیونٹی (خصوصاً یونیسکو) کے معیارات اور ہدایات سے ہم آہنگ کرے۔صرف یہی نہیں بلکہ حکام کو ورثہ سے متعلق مسائل کو حقارت کے ساتھ رد نہیں کردینا چاہئے۔اس حوالے سے سب سے پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ آثار قدیمہ ایکٹ مجریہ 1975ء (عہد عتیق کا ایکٹ مجریہ 1975ء) اور تاریخی/ثقافتی اہمیت کی حامل عمارات کے تحفظ سے متعلق پنجاب کے قانون پر نظرثانی کی جائے۔مثال کے طور پر 1975ء کے قانون میں تاریخی ورثے کو تباہ کرنے کی سزا تین سال قید ہے۔یہ سزا اس قدر کم ہے کہ اس سے کسی کو ایسا جرم کرنے سے روکا نہیں جاسکتا۔اسی طرح آرکیالوجی کے ڈائریکٹر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی تحفظ شدہ عمارت سے دوسوفٹ (تقریباً 60 میٹر) کے فاصلے پر کسی بھی قسم کی تجاوزات تعمیر کرنے کی اجازت دے سکتا ہے۔یہ نہ صرف انتہائی مضحکہ خیز بات ہے بلکہ یہ اس قانون کے اصل مقصد سے انحراف کے بھی مترادف ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

ایچ آر سی پی نے "کیا انسانی حقوق کی تعلیم نصاب کا حصہ چاہیے؟"
کے موضوع پر یونیورسٹی سطح کے تقریری مقابلوں کا انعقاد کیا

18 اکتوبر 2016: باچا خان یونیورسٹی چارسدہ

26 اکتوبر 2016: پشاور یونیورسٹی پشاور

28 اکتوبر 2016: ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

02 نومبر 2016: شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیرپور

انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیر اہتمام پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازیخان, ساہیوال اور تحصیل جہانیاں ضلع خانیوال میں ''انتہا پسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار کے فروغ'' کے عنوان سے بالترتیب 17-18 ستمبر، 20-21 ستمبر اور 22-23 ستمبر کو دوروزہ تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا۔ ورکشاپ میں انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت، طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری روّیوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت، انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں ریاستی اداروں کا کردار (ایک تجزیہ) اور ہمارے معاشرے میں روایتی انتہا پسندی کی مختلف شکلیں، ہماری زندگی پر اثرات اور ان کی روک تھام کے لیے لائحہ عمل جیسے موضوعات زیر بحث رہے۔ سہولت کاروں میں ایچ آر سی پی کے پرگرام آفیسر حفیظ بزدار، ریجنل کوآرڈینیٹر عون محمد، ضلعی کوآرڈینیٹر شیر افگن، ڈاکٹر محمد ایوب، ڈاکٹر شکیل کاٹھیا، ڈاکٹر اختر، اکرم خرم، ڈاکٹر سلامت علی سندھو، امتیاز اسد علی، عامر حسینی، پروفیسر نعمان احد اور پروفیسر کاشف شہزاد شامل تھے۔ ان ورکشاپوں کے 35 خواتین سمیت 91 شُرکاء میں صحافی، وکلاء، اُساتذہ، سماجی کارکنان، اور طلبہ کی بہت بڑی تعداد شامل تھی۔ علاوہ ازیں ورکشاپ میں "ہم انسان"، "ضمیر کی عینک" اور، "ہم آواز اٹھاتے رہیں گے" کے نام سے دستاویزی فلمیں دکھائی گئی اور شرکاء کے درمیان رواداری کے فروغ کے لیے گروپ ورک اور گیمز بھی کروائی گئیں۔ ورکشاپس کی روداد ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

ڈیرہ غازی خان 17-18 ستمبر 2016ء

ورکشاپ کے اغراض ومقاصد

حفیظ بزدار

پاکستان کی تاریخ کے پورے دور میں ریاست بارہا اپنے شہریوں کے حقوق تحفظ کی خلاف ورزیوں کی مرتکب ہوئی ہے۔ فرقہ وارانہ تشدد بڑھتا جا رہا ہے، انسانی حقوق کے گروپس بڑی تشویش کے ساتھ یہ بات نوٹ کر رہے ہیں کہ احمدیوں مسیحوں، ہندوؤں اور سرکاری طور پر قرار دی جانیوالی دوسری اقلیتوں کو جن میں اقتصادی اعتبار سے محروم طبقات بھی شامل ہیں، اس سب کو حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے۔ حکومت، نجی مفادات اور مذہبی انتہا پسند انہیں ہراساں اور پریشان کر رہے ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ کچھ مخصوص گروہ اپنے مفادات کے حصول کے لیے انتہا پسندی کے فروغ میں سرگرم ہیں۔ آپ کو اِس ورکشاپ میں بُلانے کا مقصد انتہا پسندی کے اِن عوامل اور محرکات کو کسی حد تک کم کرنے اور کمیونٹی میں مثبت سوچ وفکر کا فروغ کرنا ہے۔ دہشت گردی، مذہبی اختلافات اور انتہا پسندی نے ہمارے معاشرے کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ بے روزگاری، بے انصافی اور صحت کے وسائل کی کمی نے پاکستان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ تمام شرکاء سے گزارش ہے کہ ورکشاپ کے دوران حاصل کی گئی انسانی حقوق کی تعلیم کو اپنے گھر، خاندان، سوسائٹی اور اداروں میں دوسروں تک پہنچائیں اور انتہا پسندی کے خلاف ہماری اس کاوش میں ہمارا ساتھ دیں۔

> انسانی حقوق کے گروپس بڑی تشویش کے ساتھ یہ بات نوٹ کر رہے ہیں کہ احمدیوں مسیحوں، ہندوؤں اور سرکاری طور پر قرار دی جانیوالی دوسری اقلیتوں کو جن میں اقتصادی اعتبار سے محروم طبقات بھی شامل ہیں، ان سب کو حقوق سے محروم کیا جارہا ہے۔

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

حقوق حق کی جمع ہے اور حق سے مراد ایک ایسا مفاد ہے جس کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ہر انسان کو پیدائش سے چند بنیادی حقوق مل جاتے ہیں مثلاً زندگی جینے کا حق، آزادی رائے کا حق، معلومات لینے کا حق، مل جل کر بیٹھنے کا حق۔ انسانی حقوق کی تحریک میں ہر دور کے علماء، صوفیا اور انقلابی رہنماؤں نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے احتجاج میں آواز بلند کی ہے۔ اس تحریک کے باقاعدہ آغاز کا سراغ روم اور یونان سے ملتا ہے اور اس سلسلے میں حمورابی کا قانون بہت اہمیت کا حامل ہے اور زندگی کے تمام پہلوؤں کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ تحریک مختلف مراحل میں سے گزرتی ہوئی ایک عالمی منشور پر آ کر رکی جس نے اس تحریک کو باقاعدہ اور منظم شکل دی۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں کروڑوں جانوں کے ضیاء کے بعد اقوام عالم نے ایک معاہدہ قبول کیا جس کی پہلی شق کے مطابق تمام انسان بلا تفریق رنگ و نسل برابر ہیں۔ اس معاہدے کو دنیا میں انسانی حقوق کے عالمی منشور (UDHR) کے نام سے جانا جاتا ہے اور یہ 10 دسمبر 1948ء کو منظور کیا گیا۔ اس کی 30 شقیں ہیں جو انسانیت کو تمام بنیادی حقوق دینے کی ضامن ہیں۔ آج 192 ممالک اس معاہدے کو قبول کرتے ہیں اور انسانی حقوق کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔

ہمارے گردونواح میں بااثر افراد نے سیاست کو ذاتی کاروبار یا جاگیر بنالیا ہے۔ ہم لوگ بھی ووٹ کاسٹ کرتے وقت اپنی محلوں کے چودھریوں کو سامنے رکھتے ہیں۔ کسی بھی پارٹی کے منشور یا قیادت کے نظریات کی قدر نہیں کرتے جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں لوگ ووٹ صرف اور صرف پارٹی منشور کو سامنے رکھ کر ووٹ ڈالتے ہیں۔ وہاں سیاست ایک ادارہ ہے جو بھی اہل ہوگا اسے موقع ملے گا۔ جبکہ ہمارے ہاں سیاست موروثیت کا شکار ہے۔ ہمارہ معاشرہ 5 معاشرتی ستونوں پر کھڑا ہے جن میں خاندان، تعلیم، مذہب، اکنامکس اور سیاست شامل ہیں۔ ہماری سوچ کی بنیاد ہمارے خاندان سے شروع ہوتی ہے جب ہم پیدا ہوتے ہیں تو ہم اپنے آس پاس ہونے والے عوامل کو آہستہ آہستہ اپنا لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ طرز فکر میں تبدیلی کا پہلا سبب خاندان ہے۔ دُنیا میں ہزاروں زُبانیں بولی جاتی ہیں جو کہ حالت و واقعات اور ضروریات کی پیش نظر سامنے آئیں۔ لیکن آج ہر زبان کی اپنی الگ پہچان ہے۔ اس طرح مذاہب بھی مختلف ہیں اور ہر کسی کو ایک دوسرے کے عقیدے اور ایمان کی عزت کرنی چاہئے۔ قرآن پاک میں کہیں بھی رب المسلمین نہیں لکھا گیا بلکہ رب العلمین لکھا گیا ہے۔ یہی ہمارا جمہوری رویہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے مذاہب کا احترام کریں۔ جب ہم جمہوریت کی رٹ لگاتے ہیں تو پہلے یہ سوچ لینا چاہئے کہ کیا ہمارے روّیے اور ہمارے گھروں میں جمہوریت ہے؟ اصل مسئلہ ہی یہ ہے کہ ہمارے اندر جمہوری روّیے نہیں ہیں اور کوئی ایسا ادارہ بھی نہیں جو جمہوری روّیوں کے فروغ کے لیے کام کرتا ہو۔ اسی طرح ہماری سوچ میں تبدیلی کے لیے ہماری کمیونٹی بھی کارفرما ہوتی ہے اور کمیونٹی میں ہماری

درسگاہیں اور سکول بھی شامل ہیں۔ ہمارے سکولوں میں جونصاب ہمیں پڑھایا جاتا ہے اُس سے ہماری سوچ کی مزید ترقی ہوتی ہے لیکن وہ مثبت ہے یا منفی یہ نصاب پر منحصر ہے۔ ہمارے ملک پاکستان کے آئین میں بھی انسانی حقوق شامل ہیں لیکن جب تک ہمیں یہ پتا ہی نہیں کہ ہمارے حقوق کیا ہیں اور ہم کس سے وہ حقوق مانگ سکتے ہیں یہ کون ہمارے حقوق دینے کا مجاز ہے اُس وقت تک حقوق کا حصول ناممکن ہے۔ اور ہماری درسگاہوں اور سکولوں میں پڑھائے جانے والے نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیمات کا کہیں بھی ذکر نہیں جبکہ یورپین ممالک میں پانچویں جماعت تک طالب علموں کو اُن کے بنیادی حقوق کا پتا چل جاتا ہے۔

چنانچہ ہماری سوچ میں مثبت تبدیلی کے لیے ہمیں بنیادی انسانی حقوق کا پتہ ہونا بہت لازم ہے اور اِس کے لیے انسانی حقوق کی تعلیم کا عام ہونا بہت ضروری ہے۔ لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ حق کیا ہوتا ہے اور اُسے کیسے اور کہاں سے حاصل کرنا ہے۔ اِس کے لیے ریاست کا کردار مثبت ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ ریاست ایک ماں ہوتی ہے اور جس طرح ہماری سوچ کی بنیاد ہمارا خاندان ہے اُسی طرح سوچ میں مثبت تبدیلی کے لیے ریاست کردار بھی اہم ہے۔

انتہاپسندی کے انسداد یا فروغ میں ریاستی اداروں کا کردار (ایک تجزیہ)

ڈاکٹر محمد ایوب

لسانی اور ثقافتی تنوع، معاشی عدم مساوات، طبقات اور ذاتوں کی تقسیم، قبائلی اور خاندانی وفاداریوں، عوام اور خواص کے موروثی اختلافات نے پاکستانی معاشرے کو بڑی حد تک مرتب کیا ہے، اور جمہوریت اور انسانی حقوق کے بارے میں انسانی روّیوں کو شکل دی ہے۔ ہمارے معاشرے کی سب سے نمایاں خصوصیت جاگیردارانہ اور قبائلی سماجی نظام کی بالادستی ہے۔ جس میں مضبوط پدرسری اور استبدادی رجحانات پائے جاتے ہیں۔ سماجی طرزعمل انہی رجحانات سے تشکیل پاتا ہے۔ جن کا اظہار اختیارات پر کنٹرول اور وسائل پر اجارہ داری کے کلچر سے ہوتا ہے۔ پنجاب اور سندھ میں جاگیرداروں اور خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں قبائلی سرداروں کی دیہی آبادی پر گرفت پاکستان میں عدم مساوات کی افزائش کا سب سے بڑا سبب بنی۔ سیاسی فیصلوں پر کنٹرول براہ راست یا بالواسطہ طور پر انہی لوگوں کے ہاتھوں میں رہا جن کا مفاد صورتحال کو جوں کا توں برقرار رکھنے میں ہی تھا۔ معاشی پالیسیوں میں بھی انہی کے مفادات کو سبقت ملتی رہی ہے۔ یکے بعد دیگرے فوجی حکومتوں نے بھی عام آدمی کو باہر رکھ کر اقتدار اور وسائل پر کنٹرول کی روایات کو دوام بخشنے کے لیے انہی عناصر کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اثاثوں کی زیادہ منصفانہ از سرِ نو تقسیم کو کسی بھی سیاسی یا معاشی منصوبے کا حصہ نہیں بنایا گیا اور ہر آنے والی حکومت نے اسے محض ایک نعرے کے طور پر استعمال کیا۔ لہٰذا سیاسی ڈھانچہ کسی ریاستی پالیسی یا سماجی تحریک کی جانب سے سنگین چیلنج کا سامنا کئے بغیر جوں کا توں برقرار رہا ہے۔

سندھ میں جاگیرداری نظام پنجاب سے زیادہ طاقتور ہے جبکہ خیبر پختونخوا میں قبائلی نظام میں درجہ بندی بلوچستان کے سرداری نظام کے مقابلے میں کم ہے۔ سندھ اور پنجاب میں خصوصا جنوبی پنجاب میں اقتدار و اختیار کا سرچشمہ وسائل، یعنی زمین اور اسکی مصنوعات پر کنٹرول ہے۔ قبائلی معاشرے میں خاندان اور کنبے کے مضبوط رشتوں کا تقاضہ ہوتا ہے کہ قبائلی خواص کی اطاعت کی جائے۔ اطاعت کے کلچر کی واضح مثال زمین کے مالک جاگیردار اور کسان کے درمیان تعلق ہے۔

> موثر زرعی اصلاحات پر عمل درآمد میں ناکامی کے نتیجے میں بڑے بڑے قطعات اراضی پر ذاتی ملکیت قائم ہوئی۔ پاکستان میں زرعی اصلاحات کی جانب پہلی کوشش **1959**ء میں، دوسری **1972**ء میں جبکہ تیسری کوشش **1977**ء میں کی گئی۔

موثر زرعی اصلاحات پر عمل درآمد میں ناکامی کے نتیجے میں بڑے بڑے قطعات اراضی پر ذاتی ملکیت قائم ہوئی۔ پاکستان میں زرعی اصلاحات کی جانب پہلی کوشش 1959ء میں، دوسری 1972ء میں جبکہ تیسری کوشش 1977ء میں کی گئی۔ یہ کوششیں بڑے بڑے قطعات اراضی کی ملکیت میں کوئی اہم تبدیلی لانے میں ناکام رہیں اور ان سے جاگیرداروں کی سماجی اور سیاسی قوت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ زرعی اصلاحات کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب ملکیت کی حد مقرر کرنے کا اصول تھا۔ ملکیت کی حد خاندانوں کی بجائے فرد کی ملکیت کی بنیاد پر مقرر کی گئی۔ اس طرح بیشتر جاگیرداروں کو زمین کی جعلی یا محض رسمی منتقلی کے ذریعے اصلاحات سے بچ نکلنے کا موقع ملا۔ بہت سے زمینداروں نے اصلاحات میں دوسرے قانونی سقم سے فائدہ اٹھایا اور مقررہ حد سے زائد اراضی اپنے قبضے میں رکھی۔

ریاست خود ایسے اداروں کو فروغ دینے میں ناکام رہی جن میں آبادی کے اجتماعی کردار کو سمویا جاسکتا جو اسے ورثے میں ملی تھی اور لسانی، نسلی اور ثقافتی اختلافات کے باوجود مشترکہ مفادات کی ایک بنیاد تیار کی جاسکتی۔ ریاست کے مرکزیتی ڈھانچے پر بنی حکومت قومی یکجہتی کے لیے سازگار اور معاون نہیں تھی۔ سیاسی اور اقتصادی اختیارات میں عدم مساوات بڑھتی چلی گئی۔ ایک تنگ سماجی بنیاد سے لی گئی سیاسی قیادت، قومی یکجہتی کے بنیادی مسائل سے عہدہ برا ہونے کی اہلیت نہیں رکھتی تھی۔ خواص نے ذیلی قومیتوں کے اظہار کو لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ قرار دیا اور سے کچلنے کے لیے طاقت کا استعمال کیا اس سے مسئلہ اور سنگین ہوگیا۔

آمرانہ حکومتوں اور کمزور جمہوریتوں نے مذہب، قومیت یا کسی مخصوص معاشی اور سیاسی نظام پر بنی نظریات مسلط کرنے کے لیے نعروں کا سہارا لیا۔ ان نظریات کو ٹھونسنے کا جمہوری ترقی پر اثر اکثر منفی ہوتا ہے۔ ان سے حقوق بھی متاثر ہوتے ہیں کیونکہ حقوق کے دعوے کو بھی قومی نظریے کی بنیاد پر رکھا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ کسی نظریے سے اختلاف کو بنیادی انسانی حقوق یعنی آزادی فکر، اظہار، مذہبی آزادی اور بنیادی آزادیوں سے محروم کردینے کے جواز کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

ویب ٹی وی کے بارے میں تعارفی پروگرام

حفیظ بزدار

یہ ایک ایسا پروگرام ہے جس کے ذریعے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) معاشرے کے وہ پہلو دکھائے گا جو انسانی حقوق سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں۔ ان پہلوؤں پر نہ صرف ریاست کچھ کررہی ہے بلکہ ہمارا مرکزی میڈیا بھی ان پہلوؤں کو اجاگر نہیں کررہا۔ مثال کے طور پر اگر کسی قصبہ، شہر یا علاقے کے ہسپتال، صاف پانی، سیوریج، بچوں پر تشدد عورتوں کے حقوق کا تحفظ وغیرہ کا کوئی مسئلہ ہے تو ہمارے سول سوسائٹی کے ارکان یا آپ جیسے ہم خیال لوگ ہمیں اس مسئلے کی ویڈیو کلپ اور اس سے متعلق تمام معلومات ہمیں ای میل کرسکتے ہیں یا ہمارے مرکزی دفتر کے ایڈریس پر بھیج سکتے ہیں یا پھر ہمیں وٹس اپ کرسکتے ہیں۔ آپ کے علاقے کا وہ مسئلہ ہم اپنی ویب ٹی وی کی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کریں گے اور متعلقہ دفتر یا محکمے کو رپورٹ بھی کریں گے۔ اور شرکاء کو اس طرح کی نمونے کے طور پر ویڈیو کلپس دکھائی بھی گئیں۔

طرزفکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

ڈاکٹر شکیل کاٹھیا

طرزفکر سے مراد فکر کا انداز اور سوچ کا دھارا ہے۔ سوچ کا دھارا انفرادی سوچ سے نکل کر اجتماعی بن جاتا ہے۔ اگر یہی سوچ اجتماعی بن جائے تو یہ ممکن ہے کہ یہ اجتماعی سوچ

نظریہ اور منزل کا رُخ اختیار کر لے۔ انسان جو کچھ سوچتا ہے اس میں اس کے میلانات، رجحانات، خواہشات، نفسیات اور ضروریات کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اب قابل وضاحت بات یہ ہے کہ انسان کب سوچتا ہے؟ کیوں سوچتا ہے اور کس طرح سوچتا ہے؟ اور اسکی سوچ کے محرکات کیا ہوتے ہیں؟ یہی وہ محرکات ہوتے ہیں جو سوچ کو تعمیری اور تخریبی بناتے ہیں۔ ان محرکات میں لوگوں کی ضروریات، معاشرہ، طرز زندگی، تربیت، ادارے اور اقدار شامل ہیں۔ اس لیے اگر سوچ انفرادی کی بجائے اجتماعی ہو تو قوم کی فلاح ممکن ہوگی۔

جہاں تک جمہوری روّیوں کی بات ہے تو جمہوریت میں انسان اپنی سوچ اور اس سوچ کو عملی جامہ پہنانے میں آزاد ہوتا ہے۔ اب حقیقی جمہوریت کی تعریف یہ ہوئی کہ انسان کو اس کا جائز مرتبہ اور مقام مل جائے اور اس کے تمام حقوق پورے ہوں۔ وہ آزاد ہو اور اپنی زندگی آرام وسکون سے گزارنے کا اسے پورا پورا حق ہو۔ جمہوری روّیہ یہ بھی ہے کہ انسان دوسروں کی رائے کو ترجیح دے۔

نصاب کی تعریف یہ ہے کہ استاد کی تربیت، شاگرد کی تعلیم، ادارے کے اندر کی سرگرمیوں کو نصاب کہا جاتا ہے۔ کتابوں میں سے پڑھایا جانے والا سبق بھی نصاب ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ شروع سے ہی بچوں کو انسانی حقوق کی تعلیم نہ صرف کتابوں میں سے دی جائے بلکہ اس کے عملی مظاہرے کے ذریعے بھی تدریس کی جائے۔ اس سے ان کو اپنے حقوق و فرائض کے بارے میں علم ہوگا اور وہ ایک پرامن شہری بن کر معاشرے کی اصلاح کی کوشش کرینگے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسانی حقوق کی تعلیم کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

انتہا پسندی انسانی ذہن میں پھلنے پھولنے والی منفی سوچ کا نام ہے جو مختلف شکلوں سے ابھر کر سامنے آتی ہے اور جب یہ عمل انتہا تک پہنچ جاتا ہے تو انتہا پسندی کہلاتا ہے۔ اس میں بعض دفعہ انتہا پسند ذہنیت رکھنے والا انسان جنونی بن جاتا ہے اور اپنی سوچ منوانے کے لیے کسی بھی حد تک جاتا ہے۔ اب اگر بات طرز فکر یا اس میں مثبت تبدیلی کی ہو تو یہ ایک صبر آزما مرحلہ ہے کیونکہ ہمارے معاشرے میں بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جو ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہیں یا اپنی سوچ مثبت رکھتے ہیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم ہمیشہ انفرادی سوچ رکھتے ہیں یعنی اپنے نفع نقصان کی سوچتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری جمہوری اقدار اور روّیوں کو دھچکا لگتا ہے اور معاشرے میں ناانصافی پیدا ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنی سوچ کو اجتماعی سوچ بنائیں اور اپنے روّیوں میں مثبت تبدیلی لائیں تو بعید نہیں کہ ہمارا معاشرہ ایک بہت بڑے انتشار سے بچ جائے۔ اس کے علاوہ اگر ہم اپنے نصاب میں تبدیلی کر لیں اور انتہا پسندی پر مبنی مواد ہٹا کر امن اور رواداری کا درس شامل کریں اور بنیاد ہی سے انسانی حقوق کی تعلیم اس میں شامل کریں تو ہمارے بچوں کی شروع سے ذہنیت مثبت اور پرامن بنے گی۔ ہمیں اپنی فرسودہ روایات کو بھی ترک کرنا ہوگا جو کہ امن اور ترقی کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔

انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

حفیظ بزدار

رپورٹر ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتا ہے مگر ہمارے ہاں سب سے زیادہ استحصال اسی کا کیا جاتا ہے۔ یہ باقاعدہ تنخواہ، سیکیورٹی

میڈیا کے گیٹ کیپر کا کردار ادا کرنے والے پیمرا کا کردار مایوس کن ہے۔ حالانکہ میڈیا ہماری ریاست کا ایک مضبوط ستون ہے۔ اگر میڈیا دیانتداری سے اپنا کردار ادا کرے تو پاکستان کی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

، پیشہ ورانہ تعلیم وتربیت، غیر جانبداری سے محروم ہیں۔ میڈیا کا بھی ضابطہ اخلاق ہے جس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

اینکر کشتی کو کنارے لگانے والے کو کہتے ہیں لیکن ہمارا اینکر ہر موضوع پر ہرفن مولا ہوتے ہیں ان کے خیال میں وہ حکومت کو توڑ بھی سکتے ہیں جب چاہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ خارجہ پالیسی کے ایکسپرٹ نہیں لیکن اُس کے باوجود بے لگام بات چیت کرتے ہیں۔ اینکرز خود ہی مسئلہ بیان کرتے ہیں اور مسئلے کا حل بھی خود ہی کر لیتے ہیں۔ آج میڈیا کی ترقی نے دنیا کو ایک گلوبل ویلج بنا دیا ہے۔ اس لئے میڈیا کو معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بننا چاہیے۔

میڈیا کے گیٹ کیپر کا کردار ادا کرنے والے پیمرا کا کردار مایوس کن ہے۔ حالانکہ میڈیا ہماری ریاست کا ایک مضبوط ستون ہے۔ اگر میڈیا دیانتداری سے اپنا کردار ادا کرے تو پاکستان کی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگی پر اثرات اور ان کی روک تھام کے لیے لائحہ عمل

محمد عارف خان

انتہا پسندی دراصل روّیے کا نام ہے' سوچ کا نام ہے۔ ہمیں روّیوں کی سائنس کو سمجھنا چاہیئے۔ جب کوئی شخص اپنے عقیدے، مسلک، نظریہ یا کسی سوچ میں ایک حد سے آگے چلا جاتا ہے تو پھر وہ یہی چاہتا ہے کہ جس طرح وہ سوچتا ہے سبھی ویسا سوچیں، جس طرح وہ چاہتا ہے سبھی ویسا چاہیں۔ اور ویسا کروانے کے لیے وہ کسی بھی قسم کی طاقت استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ انتہا پسندی کی بہت سی اقسام ہیں۔ صرف مذہبی انتہا پسندی کی طرف ہماری نظر نہیں جانی چاہئے بلکہ سماج میں اور بھی بہت سے روّیے ایسے ہیں جو انتہا پسند ہیں۔ مثلاً جب کسی عورت کے چہرے پر تیزاب پھینکا جاتا ہے یا اس کو جلا دیا جاتا ہے آپ اس عمل کو کیا نام دیں گے کیا یہ انتہا پسندی نہیں؟ جب آپ کے جاگیردار آپ سے شناختی کارڈ چھین لیتے ہیں اور آپ سے آپ کا ووٹ کا حق چھین لیتے ہیں اسے آپ کیا نام دیں گے؟ انتہا پسندی کے اثرات تو بہت ہی برے ہیں جس طرح کہا جاتا ہے۔ محبت' محبت کو جنم دیتی ہے اور انتہا پسندی' سے انتہا پسندی جنم لیتی ہے۔ معاشرے میں بدامنی، فساد، بے چینی اور معاشی بدحالی کو انتہا پسندی سے قطعاً لاتعلق نہیں سمجھا جا سکتا۔ جب دنیا میں آپ کا تشخص انتہا پسند ملک کے طور پر ہوگا تو آپ کے ملک میں کوئی پیسہ کیوں لگائے گا؟ لہٰذا ہمیں نہ صرف اپنے گردوپیش بلکہ اپنے روّیوں پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کوئی بھی انسان انتہا پسندانہ روّیے اپنی پیدائش کے ساتھ نہیں لاتا بلکہ وہ معاشرے سے انتہا پسندی سیکھتا ہے۔ گھروں میں والدین کی ناچاقیاں، غربت، افلاس اور جہالت انتہا پسندانہ روّیوں کے فروغ کی اہم وجوہات ہیں۔ اگر ہم تاریخ پر نظر دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ انسانی معاشرہ ابتدائی دور میں دو قسم کے طبقات پر مشتمل تھا۔ ایک محنت کر کے کمانے والا اور دوسرا ان سے چھین کر کھانے والا۔ اسے استحصالی طبقہ کہتے ہیں۔ انہوں نے محکوموں کو کلچر ونسل اور زبان کی بنیاد پر تقسیم کیا اور ان پر حکومت کی۔ اسی طرح ہمارے حکمرانوں نے ہمیں جہادی بنایا۔ شیعہ اور سنی اختلافات کی بنیاد رکھی۔ میں یہاں افلاطون کے الفاظ کا حوالہ دوں گا۔ افلاطون کہتا ہے کہ ''اگر بچے اندھیروں سے ڈریں تو یہ تعجب کی بات نہیں مگر جب بالغ لوگ اجالوں سے ڈریں تو یہ حیرت کی بات ہے'' اور یہ الفاظ ہمارے جدید سرمایہ دارانہ نظام کی عکاسی کرتے ہیں۔ آج ہم نے سب سے مہنگا سرمایہ ہتھیاروں کی پیداوار پر لگایا ہے۔ انسان کی زندگی کو ختم کرنے پر سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔ یہ انتہا پسندی نہیں تو اور کیا ہے؟ کوئٹہ میں مذہبی بنیادوں پر کئی سو کی تعداد میں ہزارہ شیعوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ انتہا پسندوں سے پوچھا جائے تو وہ خود کو بالکل ٹھیک قرار دیتے ہیں۔ جب تک قدرتی وسائل اور یکساں تعلیم اور امن کا ماحول مہیا نہیں کیا جاتا تب تک پرامن معاشرے کی تشکیل ممکن نہیں ہے۔ مولویوں کو تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ بعض مدارس میں تعلیم کی آڑ میں انتہا پسندی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ اور انتہا پسندی کے فروغ

کے لیے لاؤڈ سپیکر اور پرنٹ میڈیا کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ہمیں انتہا پسندانہ رویوں کی حوصلہ شکنی کر کے مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دینا ہے۔

جہانیاں 20-21 ستمبر 2016ء

تعارف شرکاء، رجسٹریشن، قبل از ورکشاپ شرکاء کا استعدی جائزہ

عون محمد

ملک میں بڑھتی ہوئی انتہا پسندی، فرقہ وارانہ بنیادوں پر ٹارگٹ کلنگ اور اس صورت حال پر قابو پانے میں ریاستی ادارے ناکام ہوتے نظر آتے ہیں۔ بہت سے اعلی تعلیم یافتہ لوگ ملک سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق کے نافذ کردہ متنازعہ قوانین کے نفاذ کے بعد اقلیتی برادری عدم تحفظ کا شکار ہوئی ہے۔ اس بناء پر صدیوں سے آباد پارسی، مسیحی اور ہندو برادری کے ہزاروں خاندان بیرون ملک ہجرت کر گئے ہیں۔ احمدیوں کو تشدد کا نشانہ بنانا جانے لگا تو ان لوگوں کی بھی اکثریت ملک چھوڑ گئی۔ گزشتہ چند برسوں کے دوران بلوچستان اور سندھ میں ہندوؤں کے اغوا اور انکی لڑکیوں کی زبردستی شادی اور مذہب تبدیل کرانے کے واقعات رونما ہونے شروع ہوئے تو ان کے کئی خاندان ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ جن والدین کے بچے یورپ اور امریکہ اعلی تعلیم کے لئے گئے تھے انکی خواہش تھی کہ بچے تعلیم مکمل کر کے جلدی وطن واپس آجائیں مگر اب والدین اپنے بچوں کو یہ ہدایت دے رہے ہیں کہ زندگی بچانے کے لئے وہ یورپ اور امریکہ میں آباد ہو جائیں۔ ہر باشعور شخص کو انتہا پسندی اور مذہبی منافرت کے خاتمے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے۔ ہمارا کردار اس اہم مسئلے پر زیادہ متحرک ہونا چاہیئے تاکہ عام آدمی مایوسی کا شکار نہ ہو۔ اگر عام آدمی مایوسی کا شکار ہو گیا تو اسکے معاشرے کی ساخت پر خطرناک نتائج مرتب ہونگے۔ آپ تمام شرکاء سے گزارش ہے کہ ورکشاپ کے دوران حاصل کی گئی انسانی حقوق کی تعلیم کو اپنے گھر، خاندان، سوسائٹی اور اداروں میں دوسروں تک پہنچائیں اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے ہماری اس کاوش میں ساتھ دیں۔

مذہب کی من مانی تشریح انتہا پسندوں کا ہتھیار

امتیاز اسد علی

'تمام مذاہب کی منزل حق کی تلاش اور خُدا ہے۔ من مانی تشریح کے لفظ کو اگر ہم کسی اصطلاح میں بیان کرنا چاہیں تو اسے ہم موضوع کی اصطلاح سے تبدیل کر سکتے ہیں۔ موضوع کا مطلب ہے وضع کرنا یا اپنی طرف سے بنانا۔ دنیا کا کوئی بھی مذہب جب پیدا ہوتا ہے تو وہ ایک خاص وقت تک تکمیل کے مرحلے میں رہتا ہے اور آخر چند قواعد، رسومات، عقائد کو اپنا حصہ بنا کر مکمل ہو جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دُنیا مذہب کے مکمل ہونے پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ آگے بڑھتی رہتی ہے۔ آگے بڑھتے ہوئے زمانے کی بدلتی ہوئی ضرورتیں جب ماضی کے کسی دور میں مکمل ہو چکے مذہب سے کوئی نہیں لے پا تیں تو پھر یا تو وہ دنیا اور دین کو الگ الگ کر کے زمانے کے ہم قدم ہونے کی کوشش کرتی ہیں یا جدید علوم کی روشنی میں تاویل کا سہارا لے کر اپنا راستہ ہموار کرتی ہیں۔ یہ تاویل ہمیشہ جذبات، تعصّبات اور مفادات کے تابع ہوتی ہے۔ یہ مفادات انفرادی بھی ہو سکتے ہیں اور اجتماعی بھی۔ مثال کے طور پر قرآن کریم میں ہے کہ "زمین اللہ کی ہے" خطہ عرب

> جنرل ضیاء الحق کے نافذ کردہ متنازعہ قوانین کے نفاذ کے بعد اقلیتی برادری عدم تحفظ کا شکار ہوئی ہے۔ اس بناء پر صدیوں سے آباد پارسی، مسیحی اور ہندو برادری کے ہزاروں خاندان بیرون ملک ہجرت کر گئے ہیں۔

میں اس وقت تو ایسا طبقہ موجود نہیں تھا جسے جاگیردار کہتے اس لیے اللہ کی زمین ہونے کو لوگوں نے تسلیم کیا۔ اس کی کسی تاویل کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ لیکن ہندوستان میں جہاں 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز سامراج نے زمین اپنے وفاداروں میں تقسیم کر کے رہین ملکیت کا حق دار ٹھہرایا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تحریک پاکستان کے نتیجہ میں اسلامی مملکت قائم ہوگی تو ریاست اس معاملہ کو کیسے نمٹائے گی۔ علامہ اقبال نے ایک نظم لکھی اس کا نام "الارض للہ" ہے جس میں انہوں نے ذاتی ملکیت کی نفی کی ہے۔ لیکن مسلم لیگ میں جب ایک بڑی اکثریت میں جاگیر دار شامل ہو گئے تو انہوں نے نظم تو کیا علامہ اقبال کو ہی کھڈے لائن لگا دیا۔ یہ تو پھر جنرل ایوب خاں نے انہیں دوبارہ متعارف کروایا تاکہ وہ علامہ اقبال کو دوقومی نظریئے کا خالق بتا کر قائداعظم کو اُن کا ایک پیروکار ثابت کر کے فاطمہ جناح کی الیکشن مہم پر اثرانداز ہوں۔

قیام پاکستان کے بعد جب یہ مسئلہ درپیش تھا کہ نئی اسلامی فلاحی مملکت میں جاگیرداروں کا کیا کیا جائے تو جہاں مذہبی پیشوا میدان میں آئے۔ وہاں سیاستدان نوابزادہ نصراللہ نے "انجمن تحفظ زمینداراں فی احکام شریعہ" بنائی تو ان کے بیانیہ کو مولانا مودودی کی کتاب "مسئلہ ملکیت زمین" سے بہت سہارا ملا۔ جبکہ علامہ اقبال کے پیروکار علامہ غلام امریہ نے قرآن کریم سے زمین کی ملکیت کی نفی کی۔ اس لیے اُن کے خیالات کو کبھی سرکاری سرپرستی حاصل نہیں کر پائے۔ سرکاری سرپرستی قرآن کریم کی اسی تشریح کو حاصل رہی جو ریاست پر قابض حکمران طبقے کے مفادات کا تحفظ کرتی تھی۔ مختلف طبقے اپنے مفادات کی جنگ کو مذہب میں داخل کر لیتے ہیں۔ اسی طرح جہاد کی بات ہے جہاں مسلمان طاقت میں تھے وہاں جہاد بالسعیت کو ترجیح دیتے لیکن پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ جہاد بالنفس کو ترجیح دی گئی۔

سولہویں صدی کا ہندوستان ایک مکمل طور پر رواداری کا گہوارہ تھا۔ علاؤالدین خلجی کو علماء نے مشورہ دیا کہ اگر اسے اقلیتی حکومت کو اکثریت پر غالب رکھنا ہے تو انہیں تہہ تیغ رکھو اور دوسرے درجہ کا شہری ہونے کے احساس میں رکھو۔ مگر خلجی نے اِن کی یہ بات نہیں مانی اور ہر شخص کو اپنے عقیدہ رکھنے کا حق دیا۔ بابر نے اپنے جانشین ہمایوں کو وصیت کی کہ اگر پرامن حکومت کرنا چاہتے ہو تو مختلف عقائد کے معاملات سے خود کو الگ رکھو۔

اس طرح ایک ایسی تہذیب پروان چڑھ رہی تھی کہ جس میں ہر شخص کو حق حاصل تھا کہ وہ کوئی بھی عقیدہ رکھے، سماجی تعلقات میں یہ بات رکاوٹ نہیں بنی تھی۔ اس عمل میں سکھ، بھگتی تحریک اور صوفیوں کا بڑا کردار 1857ء کی جنگ آزادی ہندو اور مسلمانوں نے مل کر مسلمان مغل بادشاہ کی بحالی کی لیے لڑی۔ بس یہی مرحلہ تھا جب انگریزں نے ہندو مسلم اتحاد کا مطالعہ کیا۔ تاریخ وثقافت کی دریافت کے بہانے سے ہندوؤں کو مقامی باشندے اور مسلمانوں کو حملہ آور قرار دیا۔ روسیلا تھاپڑ کہتی ہیں کہ فرقہ واریت سیاسی بنانے تک کا سارا ریکارڈ برطانوی پارلیمنٹ میں ہونے والی تقریروں میں موجود ہے۔ مسلمانوں کے علماء نے برطانوی قبضے کو مسلمانوں کے زوال سے تعبیر کیا اور دوبارہ غالب آنے کے لیے دین کی طرف رجوع کرنے کا عندیہ دیا۔ لیکن بیسویں صدی میں سماجی تبدیلی کا ذریعہ سیاست تھا اس لیے احیائے دین کو سیاست سے جوڑ کر ایک الگ مملکت کی بنیاد رکھی گئی۔

مذہب کا مخالف ہمیشہ کافر کہلاتا ہے۔ اس کے برعکس سیاست ہمیشہ اختلاف رائے اور تنقید سے پروان چڑھتی ہے۔ اس تضاد کا اثر یہ ہوا کہ سیاست میں عدم برداشت کا روّیہ داخل ہو گیا۔ سیاسی اختلاف رائے کو تقویت دینے کے لیے مذہب کا سہارا لیا گیا جس سے مذہب میں فرقے اور عدم برداشت پیدا ہوئی۔ ضیاء الحق کے دور میں جب افغانستان میں روسی فوجیں داخل ہو رہی تھیں تو امریکہ روس کو شکست دینے کے لیے پاکستانی فوج اور طالبان کا استعمال کر رہا تھا تو اُسے جائز کرنے کیلیے جہاد کے فلسفے کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔ حقیقت

میں مذہبی اختلاف رائے یا مذہب کی من مانی تشریح کر لینا کوئی خطرہ کا باعث نہیں۔ معاشرے میں یہ من مانی تشریح اس وقت خطرہ باعث بنتی ہے جب ایک چھوٹا گروپ بزور شمشیر دوسروں کو اپنا ہم نوا بنانے کے کوشش کرتا ہے۔ یہ رویہ تب تک جاری رہے گا جب تک ہم اپنے نصاب تعلیم میں بچوں کو یہ نہیں پڑھاتے کہ ہر انسان بنیادی طور پر برابر کے حقوق رکھتا ہے۔ اس میں اس کا اپنا عقیدہ، سیاسی خیال اور رائے رکھنے کا حق بھی شامل ہے۔ جب آپ یہ رویہ پیدا نہیں کرتے کہ آپ لوگوں کے عقیدہ رکھنے کے حق کو تسلیم کریں اور بدلے میں وہ آپ کے عقیدہ رکھنے کے حق کو تسلیم کرے۔

سوال: معاشرہ میں جو اسلام کی تشریح کی وہ اب کسی مولوی کے گھر ہے؟

جواب: آج ہم نے مذہب کو ہتھیار بنا کر معاشرے میں مذہبی انتہا پسندی کو تقویت دی ہے اور آج اس کو بھگت رہیں۔ مذہب کو فرقوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کو دشمن بنا دیا ہے۔

سوال: ہمارے ان مسائل کو حل کون کرے گا؟

جواب: ان سب مسائل کو حل ہم نے ہی کرنا ہے۔ اسکے خاتمے کا بہترین حل تعلیم اور مکمل آگاہی ہے۔

جمہوریت اور انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

ڈاکٹر سلامت علی سندھو

جمہوریت ایک ایسا نظام حکومت ہے جس میں ریاست کے تمام بالغ افراد جنہیں اس ریاست کی شہریت حاصل ہو، انفرادی طور پر اپنی رائے کے ذریعہ ایسے افراد کا چناؤ کرتے ہیں جو کہ ایک مقررہ حد تک ان کی ریاست کا انتظام سنبھال سکیں۔ جمہوریت کوئی نئی اصطلاح نہیں ہے۔ قدیم یونان میں اس کا ابتدائی تجربہ ہوا جب غلاموں نے بادشاہ کے اختیارات کے خلاف تنظیمیں بنائیں اور اپنے حقوق کی آواز بلند کی۔ قدیم روم میں بھی جمہوریت کے آثار ملتے ہیں لیکن یہ بہت مختصر سا عمل تھا۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے ساتھ ہی جمہوری طرز حکومت سامنے آتا ہے اور یہ ایسا نظام حکومت تھا جس میں عوام اپنے حقوق کی ضمانت چاہتے تھے۔ ایک بہتر جمہوری نظام کی چند خوبیاں ہر شہری کے بنیادی انسانی حقوق اور وسائل کی فراہمی کا تحفظ، آزادی رائے کو یقینی بنانا اور ہر شہری کی انفرادیت کو تسلیم کرنا، معاشرتی عدم برداشت کا خاتمہ اور رواداری کا فروغ، قانون کی عملداری اور بہتر اطلاق اور تمام حقائق اور معلومات تک ہر شہری کی رسائی یقینی بنانا ہیں۔

مناسب رہائش، تعلیم، صحت اور روزگار سمیت زندگی کی دیگر بنیادی ضروریات بنیادی حقوق ہیں اور جمہوری حکومت کا فرض ہے کہ وہ عوام کے ان بنیادی حقوق کے تحفظ کا یقین دلائے۔ افراد الگ گروہوں اور ریاست کو تشکیل دیتے ہیں اور ان افراد کی جسمانی و ذہنی صحت کی بہتر نشوونما کسی بھی جمہوری ریاست کے اولین فرائض ہیں۔ صاف پانی کی فراہمی، ہسپتالوں کا قیام، عملہ کی تربیت، تعلیم کے لیے مناسب تعداد میں سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا قیام بہتر نصاب کی تشکیل اور بغیر کسی نسلی، مذہبی اور گروہی تفریق کے ریاست

استحصال کی تمام صورتوں کا خاتمہ کئے بغیر معاشرتی مساوات کا قیام ناممکن ہے۔ مرد وخواتین کے درمیان تفریق و امتیاز ایک عالمگیر مسئلہ ہے۔ خواتین انسانی معاشروں میں ایک طویل عرصے تک دوسرے درجے کی شہری سمجھی جاتی رہی ہیں اور معاشرہ انہیں کم مراعات فراہم کرتا ہے۔

کے ہر فرد تک ان کی ترسیل ریاستی فرائض میں شامل ہیں۔ استحصال کی تمام صورتوں کا خاتمہ کئے بغیر معاشرتی مساوات کا قیام ناممکن ہے۔ مرد وخواتین کے درمیان تفریق و امتیاز ایک عالمگیر مسئلہ ہے۔ خواتین انسانی معاشروں میں ایک طویل عرصے تک دوسرے درجے کی شہری سمجھی جاتی رہی ہیں اور معاشرہ انہیں کم مراعات فراہم کرتا ہے۔ جدید جمہوریت جسے لبرل جمہوریت بھی کہا جاتا ہے اس امتیاز و تفریق کے خاتمے کے لیے قابل قدر فیصلے کر چکی ہے۔ امریکہ میں پر حقوق پر سازی بھی کی جا چکی ہے۔ ہماری ریاست کو بھی خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرنا چاہیے۔

معاشی ترقی جہاں ریاستی انتظام وانصرام کے لیے سرمایہ کی فراہمی کو یقینی بناتی ہے وہیں نجی و بیرونی سرمایہ کاری معاشی تفریق کو بھی جنم دینے کا سبب بنتی ہے۔ بیرونی سرمایہ کاری جو کہ بین الاقوامی ادارے کرتے ہیں، اگر مناسب ضبط میں نہ رکھے جائیں تو ملکی سرمایہ کا بہاؤ بیرون ممالک ہونے سے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کہا جاتا ہے لیکن آج ہمارا ملک غیر ملکی امداد کے سہارے چل رہا ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان نے اپنی آزادی کے 65 سالوں کا ایک طویل عرصہ فوجی اکثریت کے تسلط میں گزارا ہے جس کی وجہ سے جمہوری عمل شدید متاثر ہوا ہے۔ انسانی حقوق اور معاشی ترقی کا جائزہ کچھ اعداد وشمار سے لگایا جا سکتا ہے۔

2010ء تک پاکستان میں 12948 صحت کے ادارے کام کر رہے تھے ان میں مریضوں کے لیے بستروں کی تعداد 104137 تھی اور ہسپتالوں کی بہت کم تعداد تھی۔ کل ڈاکٹرز 14490 اور 73244 نرسز تھیں۔ یعنی ہر چار ہزار افراد کے لیے پانچ معالج اور دو نرسز کا تناسب بنتا ہے۔ اس تشویشناک صورتحال کے باوجود صحت کے لیے بجٹ میں خام ملکی پیداوار (G.D.P) کا 2.4 فیصد مختص کیا گیا۔ کل آبادی کے لئے صرف 48 فیصد تک صاف پانی کی دستیابی ہے۔ مہنگائی 11.1 فیصد اور بیروزگاری کی شرح 7.5 فیصد ہے۔

پاکستان کی برآمدات کا زر مبادلہ کی شکل میں 25.35 ارب ڈالر جبکہ درآمدات کا 35.82 ارب ڈالر ہیں۔ نتیجتاً پاکستان میں معاشی اور معاشرتی عدم استحکام کی صورت حال شدید ابتر ہوتی جا رہی ہے اور اس نے پاکستان کو ناکام ریاستوں میں 12 نمبر پر لا کھڑا کیا ہے جو کہ 2010ء میں 10 پوزیشن تک جا چکا تھا۔

انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

عون محمد

انتہا پسندی ان بنیادی مسائل میں سے ایک ہے جو پاکستانی ریاست اور معاشرے کو درپیش ہیں۔ اسکی جڑیں شاید پاکستان کے قیام سے بھی پہلے جا نکلتی ہیں۔ پاکستان کی پوری تاریخ میں یہ مسئلہ افقی اور عمودی دونوں اطراف میں پھیلتا رہا ہے۔ ایک طرف بہت سے عوامل اور کردار اس میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے رہے ہیں تو دوسری طرف بہت سے بے گناہ افراد اور گروہ بھی اسکا نشانہ بھی بنتے رہے ہیں۔ پاکستانی میڈیا حال ہی میں جس نے ایک نئی طاقت اور اہمیت حاصل کی ہے وہ بھی ابتدائی ایام سے لے کر آج تک اس سارے عمل میں ایک عامل کے طور پر موجود رہا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ شدت پسند گروہوں کا نشانہ بھی بنتا رہا ہے۔ میں آج بات کرونگا کہ پاکستانی میڈیا نے کس حد تک انتہا پسندی کو فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

ذرائع ابلاغ شروع سے ہی شدت پسندی کے مظہر کو بڑھاوا دینے میں اپنا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ 1950ء میں حکومت پنجاب نے شدت پسندانہ خیالات کی اشاعت اور فروغ کے لئے ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا۔ اس وقت کی حکومت کے ڈائریکٹریٹ آف انفارمیشن نے ان اخبارات کو رقوم ادا کئیں جو احمدیوں کے خلاف شدت پسندانہ خیالات کی تشہیر کرتے تھے۔ یہ معاملہ ایک انکوائری کمیٹی کے روبرو پیش ہوا اور نوائے وقت کے حمید نظامی نے اسکی توثیق کی۔ ہر اخبار

کی اپنی ایک پالیسی ہوتی ہے مثلا انگریزی اخبار کی پالیسی شدت پسندی کے خلاف ہے جبکہ بعض اردو اخبارات کی پالیسی شدت پسندی کے حق میں ہے۔ایک اخبار کا ایک پورا صفحہ طالبان کے لیے وقف ہے۔ یہ طالبان اور دہشتگردوں کو عسکریت پسند کہتا ہے۔

ضیاءالحق کے دورحکومت میں ذرائع ابلاغ پر اثر انداز ہونے کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی۔ایک مذہبی جماعت چونکہ جنرل ضیاءالحق کے بہت قریب تھی اور ضیاء نے اس کو افغان جنگ میں بھی استعمال کیا تھا اور اسکے بہت سے لوگ ذرائع ابلاغ میں شامل ہوگئے جنہوں نے پنجاب یونین آف جرنلسٹس کی بنیاد رکھی وہ تمام مذہبی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ان میں سے بہت سے لوگ عسکریت پسند تھے اور اپنے نظریات کی بنیاد پر لوگوں کی جانیں لے رہے تھے۔اس گروپ کے لوگوں نے اپنے اپنے لوگ اس گروہ میں شامل کئے اسکے علاوہ انہوں نے بہت سے ذرائع ابلاغ کے لوگوں کو خریدا اور اپنے اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا۔اس قسم کے لوگ اگرچہ اخبارات کی پالیسی کو براہ راست متاثر نہیں کرتے تاہم اگر اک شخص نیوز روم میں یا رپورٹنگ میں ایک خاص سوچ لے کر بیٹھا ہوا ہے تو اسکے پاس موقع ہوتا ہے وہ کسی بھی خبر کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے یا کوئی خبر اس طرح دے کہ اسکی اہمیت کم ہوجائے۔

پاکستانی ذرائع ابلاغ بالواسطہ طور پر اور دبے لفظوں میں شدت پسندوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔مثال کے طور پر لال مسجد کے ایشو کو لے لیں۔اس پر میڈیا نے یکطرفہ کردار ادا کیا۔اسی طرح دوسرے مسائل کو دیکھ لیجئے جن تنظیموں پر پابندی ہے انکی خبریں بھی مسلسل چھپ رہی ہیں صرف انکے نام کے ساتھ سابقہ کا لفظ لگ جاتا ہے۔شدت پسندی سے جڑے ہوئے واقعات کو جس قدر تشہیر ملنی چاہیے ہمارا میڈیا بریکنگ نیوز کے چکر میں ان واقعات کو زیادہ تشہیر دے جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔اگر کہیں پٹاخہ بھی پھٹتا ہے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ دھماکے کی آواز سنی گئی ہے پولیس جگہ کا تعین کر رہی ہے۔اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ شدت پسندوں کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں۔طالبان کے ترجمان کو بہت زیادہ کوریج ملتی ہے۔بعض گروہ ایسے بھی ہیں جو اس قسم کی کاروائیوں میں ملوث نہیں ہیں لیکن وہ باجوڑ یا کسی ایسی جگہ بیٹھ کر ذمہ داری قبول کر لیتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں ذرائع ابلاغ میں Gatekeeping کی روایت معدوم ہے۔جو شخص میڈیا سے منسلک ہے اسے ایک Gatekeeper کے طور پر کام کرنا چاہیے۔نیوز رپورٹر یا ایڈیٹر کو خبر کی اشاعت کے حوالے سے فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔اسے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ اگر کوئی خبر فائدے کی نسبت زیادہ نقصان کرے گی تو وہ اسے روک لے۔

ہمارا الیکٹرانک میڈیا حال ہی میں سامنے آیا ہے اور لوگ اسکے لیے مناسب طور پر تربیت یافتہ نہیں ہیں۔پرنٹ میڈیا میں جسکوئی چیز تحریر ہوتی ہے تو تحریر کرنے والے کے پاس کچھ وقت ہوتا ہے کہ وہ اسکو دوبارہ دیکھ سکے اور پھر وہ تحریر مدیر کی نظر سے بھی گزرتی ہے۔لیکن الیکٹرانک میڈیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ الیکٹرانک میڈیا کے رپورٹروں کے پاس ضرورت سے زیادہ گنجائش ہوتی ہے۔یہ ان عوامل میں سے ایک ہے جنکی وجہ سے ہمارے ٹی وی چینل شدت پسندی سے

ہمارا الیکٹرانک میڈیا حال ہی میں سامنے آیا ہے اور لوگ اسکے لیے مناسب طور پر تربیت یافتہ نہیں ہیں۔ پرنٹ میڈیا میں جسکوئی چیز تحریر ہوتی ہے تو تحریر کرنے والے کے پاس کچھ وقت ہوتا ہے کہ وہ اسکو دوبارہ دیکھ سکے اور پھر وہ تحریر مدیر کی نظر سے بھی گزرتی ہے۔لیکن الیکٹرانک میڈیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ الیکٹرانک میڈیا کے رپورٹروں کے پاس ضرورت سے زیادہ گنجائش ہوتی ہے۔

متعلق واقعات کو اکثر غیر موزوں طریقے سے پیش کرتے ہیں۔ مزید براں پاکستان میں پرنٹ میڈیا کے پاس کوئی ڈیڑھ سو سال کا تجربہ ہے جبکہ الیکٹرانک میڈیا مقابلتا نو خیز ہے۔

میں آپکو ایک مثال دیتا ہوں کہ ام احسان جو لال مسجد کے خطیب عبدالعزیز کی اہلیہ ہیں کا ایک کارٹون ایک اخبار میں چھپا تو اس اخبار کو کھلے عام دھمکی دی گئی کہ وہ اسکے نتائج بھگتنے کے لیے تیار رہے۔نماز جمعہ کے بعد لال مسجد میں اس اخبار کے خلاف نعرے لگائے گئے۔انہوں نے اخبار کے خلاف الزام عائد کیا کہ اسکی پالیسی جہاد کے خلاف ہے اور اسے سبق سکھایا جائے۔اگر شدت پسندوں کے خلاف کوئی خبر شائع ہوتی ہے تو ذرائع ابلاغ پر الزام عائد کیا جاتا ہے وہ خلاف اسلام باتیں چھاپ رہا ہے۔اسی طرح 1981ء میں ایک اردو اخبار نے ایک طلبہ تنظیم کے خلاف ایک خبر چھاپی۔ طلبہ دو بسوں میں سوار ہو کر آئے اور جنگ اخبار کے دفتر کو آگ لگا دی۔اسکے بعد آج تک اُس اخبار نے اس طلبہ تنظیم کے خلاف کوئی خبر نہیں چھاپی۔

میڈیا دراصل آجکل مارکیٹ فورسز کے تحت چل رہا ہے۔پہلے جب میڈیا حکومت کی تحویل میں تھا تو اسکے اثر سے آزاد تھا۔اب مارکیٹ کیا چاہتی ہے وہ معاشرے کا عمومی طرز عمل ہے۔میڈیا بھی اسی رنگ میں رنگا جاتا ہے۔اگر معاشرہ انتہا پسند نظریات سے لیس ہے، یعنی اگر ریاست کی عملداری کم ہو چکی ہے اور انتہا پسند حلقوں کا رسوخ معاشرے پر زیادہ ہے تو میڈیا میں بھی وہی چیز آپکو نظر آئے گی۔ میڈیا عدم استحکام میں اضافے کا باعث بن رہا ہے، شائد اسلئے کہ اسے جو آزادی ملی ہے وہ ابھی نئی نئی ہے۔خاص طور پر الیکٹرانک میڈیا کے حوالے سے تو یہی لگتا ہے اسے تجربہ نہیں ہے اور رہنمائی بھی نہیں ہے۔یہ بڑی خطرناک بات ہے۔میڈیا اس امر کو مسلسل نظر انداز کر رہا ہے کہ ایسا کرنے سے مستقبل میں اظہار رائے کی آزادی برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔

میڈیا کے حوالے سے وڈیو ڈاکومینٹری دکھائی گئی جس میں میڈیا کی رپورٹنگ کے انداز کو دکھایا گیا کہ اس کی رپورٹنگ سے کب اور کس طرح انتہا پسندی کو فروغ ملتا ہے اور اس میں صحافت کے گیٹ کیپر کے فرائض ادا نہ کرنے کی وجہ سے کس طرح مسائل جنم لیتے ہیں۔

انتہا پسندی کیا ہے ، اسکی مختلف اقسام ، ہمارے زندگی پر اثرات اور ان کی روک تھام کے لیے لائحہ عمل

اکرم خرم

آج ہم سابقہ تمام معیار جو کہ انسانی حقوق اور شدت پسندی کے بارے میں کسی اور نے طے کئے ہیں کہ ان سے انکار کرتے ہوئے اپنے معیار پر فیصلہ کریں کہ انتہا پسندی کیا ہے اس سے ہم کیسے متاثر ہو رہے ہیں۔ ہوسکتا کہ ہمارے نتائج بھی وہی ہوں جو پہلے سے طے ہیں اور مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔تمام شرکاء نے اپنی اپنی سوچ کے مطابق انتہا پسندی کے تعریفیں لکھیں اور آخر میں جو متفقہ تعریف سامنے آئی وہ یہ تھی کہ جو میں کہتا ہوں صرف وہی درست ہے اور باقی سب غلط ہے یہی انتہا پسندی ہے۔اس کے بعد شرکاء سے پوچھا گیا کہ کیا انتہا پسندی سے امن ہو سکتا ہے یا مقاصد تک پہنچا جا سکتا ہے تو شرکاء نے یک زبان جواب دیا کہ نہیں اس سے تو انتشار ہی ہوگا۔شرکاء نے اس عمل سے نتیجہ اخذ کیا کہ انتہا پسندی معاشرے میں صرف انتشار پھیلاتی ہے۔

انتہا پسندی کی کئی اقسام ہیں جن میں معاشی انتہا پسندی، سماجی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، اور مذہبی انتہا پسندی شامل ہیں۔معاشی انتہا پسندی میں چند گروہ، طبقے، قومیں یا قبیلے مارکیٹ یا کسی مخصوص علاقے میں جاری معاشی سرگرمیوں میں دیگر اقوام ، قبائل یا طبقوں کی شراکت کو پسند نہیں کرتے تشدد اور دیگر ذرائع سے ان اقوام یا گروہ یا قبائل کو معاشی سر

گرمیوں سے بے دخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔سماجی انتہا پسندی میں والدین بچے، بچیوں کی شادی اور تعلیم کے فیصلے انکی مرضی اور خواہشات کے خلاف کرتے ہیں اور سماج میں کم آمدنی والے لوگوں کو کم تر سمجھنے والے سماجی انتہا پسندی کا شکار ہیں۔سیاسی انتہا پسندی میں کچھ سیاسی مفادات اور فکرو نظریات کے حامل افراد کو دوسرے نظریہ رکھنے والوں سے برتر سمجھا جاتا ہے، جیسے لبرل، ترقی پسند، کمیونسٹ اور بائیں بازو، مذہبی قوم پرست اور دائیں بازو کی سوچ رکھنے والوں کے لئے رکھتے ہیں۔ان میں ہر کوئی دوسرے کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

مذہبی انتہا پسندی میں ایک عقیدے سے تعلق رکھنے والے لوگ یا گروہ اپنے مذہبی عقیدے کو دوسروں سے اعلیٰ اور معتبر سمجھتے ہیں۔ایک مسلک یا عقیدے پر ایمان رکھنے والے دیگر لوگوں کی فلاح اور آخرت کی بہتر زندگی کے نام پر اپنے عقائد، خیالات اور نظریات دوسرے لوگوں تک پھیلانا چاہتے ہیں۔ایک مذہب، مسلک یا فرقہ کے ماننے والے خود کو سماج کی دیگر اقوام، افراد یا گروہ برتر سمجھ کر علیحدہ رہتے ہیں۔اس انتہا پسندی نے ہمارے ملک کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ہمارے آئین میں تمام اقلیتوں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں جبکہ دوسری طرف وہی آئین کہتا کہ کوئی غیر مسلم صدر پاکستان نہیں بن سکتا۔ یہ ایک بڑا تضاد ہے۔

ایک شریک کار آصف نے سوال کیا کہ بلوچستان میں کیا ہے تو مقرر نے کہا کہ جہاں ریاست کے جبر کاری ہے وہاں ریاست شدت پسندی کی ذمہ دار ہے۔ کچھ عناصر لسانیت کی بنیاد پر شدت پسندی کو ہوا دے رہے۔ہم اسی کی مذمت کرتے ہیں۔انسانی حقوق کے کارکن کی حیثیت سے ہمیں پاکستان کو خوشحال بنانے کے لئے جدوجہد کرنا ہوگی جس پر تمام شرکاء نے متفقہ طور پر عزم کا اظہار کیا۔

انتہا پسندی کے انسداد میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار

عامر حسینی

انتہا پسندی عقائد و نظریات میں عدم توازن کا نام ہے جو عدم برداشت کو جنم دیتا ہے، انتہا پسندی خود کو’’ حق‘‘ اور دوسروں کو’’ باطل‘‘ سمجھنے کی سوچ کا نام ہے۔انتہا پسندی ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے جس میں ایک فرد یا گروہ خود کو بالاتر اور محتسب سمجھتا ہے۔انتہا پسندی سیاسی، معاشی اور معاشرتی تفاوت کے نتیجے میں روّیوں میں عدم توازن پیدا ہونا اور تشدد کی طرف مائل ہونے کا نام ہے۔انتہا پسندی کے وجوہات میں ریاست کی نظریاتی شناخت، مذہب کی غلط تشریح، فرقہ واریت، طبقاتی نظام، ریاستی جبر اور جہالت شامل ہیں۔ریاست مائنڈ سیٹ کرتی ہے شہری اسی نظریہ کو درست سمجھنے لگتے ہیں۔مختلف لوگوں کی طرف سے مذہب کو اپنے انداز میں پیش کرنے سے بھی ایک مذہب کے ماننے والے دوسروں کو جینے کا موقع نہیں دیتے۔فرقہ واریت نے بھی انتہا پسندی کو فروغ دیا کیونکہ ایک فرقہ کو ماننے والے کسی صورت بھی دوسرے مسلک کی تعلیمات کو درست سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ معاشرتی نظام نے لوگوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا جس سے ایک طبقہ دوسرے کو زندہ رہنے کا حق دینے کو تیار نہیں۔1980ء کی دہائی میں ریاستی جبر نے سیاسی انتہا پسندی کو فروغ دیا کیونکہ مقامی سطح پر ہونے والے ڈرامے ختم ہو کر رہ گئے۔عقل اور منطق کے روّیوں کے فقدان نے بھی انتہا پسندی کو فروغ دیا۔ایک پروفیسر کو کراچی میں اس وجہ سے قتل کر دیا کہ انہوں نے کہا اگر پینٹ نبیﷺ کے زمانے میں ہوتا تو یہ بھی سنت میں شامل ہو جاتا۔

ان سب حالات نے جہاں دیگر تمام شعبوں کو متاثر کیا وہاں ادیب شاعر اور فنکار بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے جب معاشرے میں ثقافتی گھٹن بڑھی تو ان کا وہ کردار بھی معدوم ہوگیا۔ ادیبوں اور شاعروں کی تحریروں میں لوگوں کے لئے امید و یاس موجود ہوتی تھی۔ پھر اس میں تبدیلی ہونے لگی۔فنون لطیفہ کے تمام شعبوں میں یہ تبدیلی دیکھی گئی جب انتہا پسندانہ شاعری اور تحریریں سامنے آنے لگیں جس کے نتیجہ میں شدت پسندوں کی مرضی کے مطابق اپنی مطلب کا جہاد نکالنے کی کوشش کی گئی۔ 80ء کی دہائی میں ادیبوں نے حق کہنا چھوڑ دیا چند ایک کے علاوہ باقی کو اپنا قلم روکنا پڑا۔اس کی وجوہات ہیں ایک چھوٹے سے سروے میں جو سلائیڈ کی مدد سے دکھائی گئیں ان میں انتہا پسندوں کا خوف، ریاستی دباؤ، مسئلے کی حساسیت سے لاعلمی، لاتعلقی، بے حسی اور سماجی عمل سے دوری ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس صورتحال میں کیا جائے اور جو تجاویز ہو سکتی ہیں اس مسئلے کا حل کرنے کے لئے ان میں روشن خیالی کا فروغ، ریاست کا سیکولر تشخص، سماجی و معاشی مطابقت کا خاتمہ، جمہوریت کا تسلسل، تعلیم و مطالعہ کا فروغ، ثقافت کا فروغ اور میڈیا کا متوازن کردار ہیں۔

اس میں خصوصاً ادیب کا جو کردار ہو سکتا ہے اس میں علم وادب کے ذریعے برداشت اور رواداری کی ترویج کے لئے شاعری اور نثر نگاری میں انسانی اقدار اور سماجی میل ملاپ کی اہمیت اجاگر کرنا، قلم و بیان کے ذریعے تعصّبات اور امتیازات کے انسانی زندگی پر منفی اثرات کا نمایا ں کرنا، کہانیوں، شاعری اور نثر میں محبت اور سماجی قربت کو اجاگر کے جذبات کو بیدار کرنا، سماج میں ادبی، ثقافتی سرگرمیوں کے فروغ کے لئے کوشش کرنا، تعصب، نفرت، امتیازی رویوں اور انتہا پسندانہ خیالات پر مبنی شاعری اور نثر کی حوصلہ شکنی کرنا، ریاست کے غیر مذہبی تشخص کو اجاگر کرنا اور تمام طبقات کی سماجی جڑت کو نمایاں کرنا، ڈرامہ، فلم، تھیٹر میں عدم تشدد اور اختلاف رائے کے ساتھ اکٹھے رہنے کو اجاگر کرنا، قلم و بیان کے ذریعے تعصّبات اور امتیازات کے انسانی زندگی پر منفی اثرات کا نمایا ں کرنا، کہانیوں، شاعری اور نثر میں محبت اور سماجی قربت کو اجاگر کے جذبات کو بیدار کرنا، سماج میں ادبی، ثقافتی سرگرمیوں کے فروغ کے لئے کوشش کرنا، تعصب، نفرت، امتیازی رویوں اور انتہا پسندانہ خیالات پر مبنی شاعری اور نثر کی حوصلہ شکنی کرنا، ریاست کے غیر مذہبی تشخص کو اجاگر کرنا اور تمام طبقات کی سماجی جڑت کو نمایاں کرنا اور ڈرامہ، فلم، تھیٹر میں عدم تشدد اور اختلاف رائے کے ساتھ اکٹھے رہنے کو اجاگر کرنا شامل ہیں۔

مقامی سطح پر انسانی حقوق کے کارکن اپنے علاقے میں موجود شاعر، ادیب، گلوکار اور اداکار کی معلومات جمع کریں ،کارکن ان شخصیات سے قریبی رابطہ قائم کریں اور انہیں اپنے فن کو سماج میں انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے استعمال کرنے کے لئے آمادہ کریں ،ان شخصیات تک وہ معلومات پہنچائیں جس سے انہیں انتہا پسندی کے اثرات سے آگاہی بڑھے ،اپنے علاقے میں ادبی تنظیموں کو مشاعرے کروانے کے لئے راغب کریں، امن ، بھائی چارے ،مساوات، انسانی اقدار کے فروغ کے لئے سڑیٹ تھیٹر کو سپورٹ کریں اور ادیبوں کو ایسے مضامین لکھنے کے لئے آمادہ کریں جس سے انتہا پسندی کے خیالات و جذبات کا انسداد ممکن ہو۔

شبانہ اللہ دتہ نے ایک سوال کیا اس وقت ہمارا ادیب شدت پسندی کے خاتمے کے لئے اپنا اصل کردار ادا کر رہا ہے؟

سہولت کار نے جواب دیا کہ نہیں اس کردار کو ادا کرنے کے لئے سول سوسائٹی کو اس کی حوصلہ افزائی کرنا ہوگی۔

اسکے بعد شرکاء کو دستاویزی فلم " ہم انسان " دکھائی گئی۔ جسکا مقصد انسانیت پر یقین رکھنا اور تمام مذاہب میں انسانیت کی سر بلندی دکھانا تھا۔اسکو شرکا کی طرف سے بہت زیادہ پزیرائی ملی۔اختتام پر شرکاء کا ایک بار پھر استعدادی جائزہ لیا گیا اور فالو اپ میکنزم عون محمد نے سمجھایا۔بعد ازاں تقسیم اسناد کی تقریب منعقد ہوئی اور شرکاء نے ایک دوسرے کو اسناد دیں۔اس کے علاوہ شرکاء کی جانب سے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کا شکریہ ادا کیا۔

ساہیوال 22-23 ستمبر 2016ء

تعارف شرکاء، رجسٹریشن، قبل از ورکشاپ شرکاء کا استعدی جائزہ

حفیظ بزدار

ورکشاپ کے ٹائم ٹیبل اور نشستوں کے دوران قوائد و ضوابط سے شرکاء کو آگاہ کیا اور قبل از ورکشاپ استعدی جائزہ لیا گیا۔ استعدادی جائزہ میں شرکاء سے انسانی حقوق سے متعلق 20 بنیادی سوالات پوچھے گئے۔ جس کے لئے شرکاء کو 10 منٹ کا وقت دیا گیا۔ اسکے بعد حفیظ بزدار نے کہا کہ میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی جانب سے آپ کا انتہائی شکرگزار ہوں کہ آپ اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر ہماری درخواست پر ورکشاپ میں تشریف لائے۔ پاکستان کو آج بین الاقوامی سطح پر شدید تنقید کا سامنا ہے اور اس کی وجہ تیزی سے بڑھتی ہوئی انتہا پسندی ہے۔ کچھ مخصوص گروہ اپنے مفادات کے حصول کے لیے انتہا پسندی کے فروغ کے لئے سرگرم ہے۔ آپ کو اس ورکشاپ میں بُلانے کا مقصد انتہا پسندی کے اِن عوامل اور محرکات کو کسی حد تک کم کرنا اور کمیونٹی میں مثبت سوچ وفکر کی بڑھوتری ہے۔ دہشت گردی، مذہبی اختلافات اور انتہا پسندی نے ہمارے معاشرے کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ بے روزگاری، بے انصافی اور صحت کے وسائل کی کمی نے پاکستان کی بنادیں ہلا کر رکھی ہیں۔ آپ تمام شرکاء سے گزارش ہے کہ ورکشاپ کے دوران حاصل کی گئی انسانی حقوق کی تعلیم کو اپنے گھر، خاندان، سوسائٹی اور اداروں میں دوسروں تک پہنچائے اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے اس کاوش میں ہمارا ساتھ دیں۔ بعد ازاں اُنہوں نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے تعارف اور وجود میں آنے کے اغراض و مقاصد سے شرکاء کو تفصیلی آگاہ کیا اور ضلع ساہیوال میں ہونے والی انتہا پسندی کی مختلف اشکال کے بارے شرکاء سے اُن کی رائے جانی۔

جمہوریت اور انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

پروفیسر نعمان احد

ہم نے جمہوریت کو ایک سیاسی اصطلاح اور ایک مخصوص طرزِ حکومت کے طور پر ہمیشہ پڑھا اور سُنا ہے۔ لیکن اس خاص موضوع پر بات کرتے ہوئے جہاں ہم جمہوریت کا انسانی حقوق سے تعلق بھی پیش نظر رکھے ہوئے ہیں، ہمیں جمہوریت کو ایک روّیے کے طور پر بھی دیکھنا ہے۔ سیاسی اور حکومتی طرز کے طور پر جمہوریت کی ماہرانہ تعریفیں موجود ہیں جس میں ہمارے اور آپ کے بآسانی سمجھنے کی تعریف وہ ہے جو ابراہام لنکن نے کی تھی، ''عوام کی حکومت، عوام کیلئے، عوام کے ذریعے''۔ جمہوریت دراصل جمہور یعنی عوام کی حکومت کا نام ہے جس میں اقتدار اعلیٰ عوام میں نچلی سطح تک منتقل کیا جاتا ہے اور اس کی ہر سطح پر عمل پیرا ہونا اعوام کی دسترس میں ہوتا ہے۔ پاکستان میں جمہوریت ہمیشہ ڈانواں ڈول رہنے کی وجہ سے ابھی تک ایک قابل عمل یا کامیاب طرز حکومت نہیں بن سکی جس کی ایک بڑی وجہ ہمارے معاشرے میں جمہوری روّیوں کا نہ ہونا ہے۔ یہ صرف تین مارشل لاحکومتوں کی دین نہیں کہ ہمارے عوام الناس کے مزاجوں ہی سے جمہوری رویے رخصت ہو چکے ہیں۔ بلکہ کئی ہزار سالہ ملوکیت اور بادشاہت نے بھی برصغیر پاک و ہند کے عوامی مزاج میں مطلق العنان رویوں کو شہہ دی ہے۔ اگرچہ اپنی اساس کی رو سے مذہب اسلام جمہوری رویوں کو فروغ دیتا ہے لیکن گزشتہ ہزار سالوں

جمہوریت دراصل جمہور یعنی عوام کی حکومت کا نام ہے جس میں اقتدار اعلیٰ عوام میں نچلی سطح تک منتقل کیا جاتا ہے اور اس کی ہر سطح پر عمل پیرا ہونا اعوام کی دسترس میں ہوتا ہے۔ پاکستان میں جمہوریت ہمیشہ ڈانواں ڈول رہنے کی وجہ سے ابھی تک ایک قابل عمل یا کامیاب طرز حکومت نہیں بن سکی جس کی ایک بڑی وجہ ہمارے معاشرے میں جمہوری روّیوں کا نہ ہونا ہے۔

میں اس کی تفسیر بیان کرنے والوں نے اسلام کی تشریح اس انداز سے کی کہ مطلق العنان اور غیر جمہوری روّیے کو اسلام کی طرف سے سند قبولیت مل گئی اور یہ عوام کے مزاج کا حصہ بنتا چلا گیا۔

غیر جمہوری روّیے کیا ہیں؟ یہ ہر سطح کی جمہوریت سے قولاً وعملاً انکار کرنے کی روش ہے۔ ہر سطح کی جمہوریت کا ذکر ہوگا تو ہم معاشرے کی اہم اکائی گھر سے آغاز کریں گے۔ اگر ہمارے گھروں میں باجبروت قسم کا پدرسری (Petriarchical) یا سخت کوش مادرسری (Matriarchical) ماحول رائج ہے جہاں بچوں کو اپنی زندگی کے بنیادی اور معمولی فیصلے بھی آزادی اور اپنی خوشی سے کرنے کی اجازت نہیں ہے تو اس گھر میں فرد کی سطح پر جمہوری روّیوں کو فروغ نہیں مل رہا۔ مدرسے میں اگر طلبہ کی سوچ پر اور ان کی سرگرمیوں پر بلا جواز قدغنیں لگائی جائیں گی بالخصوص جب انہیں سوالات کے جواب میں ''خاموش رہو اپنے کام سے کام رکھو'' یا ''میں نے جو کہہ دیا سو کہہ دیا'' جیسے حکم سننے کو ملیں گے تو وہ لامحالہ طور پر مطلق العنان روّیوں ہی کا عادی بنے گا۔ عملی زندگی میں بھی جب تھانے دار کی بدتمیزی یا پٹواری کی بد دماغی کا سامنا ہوگا تو ہمارا وہ شہری اسے اپنی قومی زندگی کا معمول سمجھے گا۔

ایسا کیوں ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں جمہوریت اپنی درست اور خالص حالت میں کبھی قابل عمل ہوئی ہی نہیں۔ جمہوری حکومتوں کے دوران بھی پس پردہ جاگیردار طبقہ جرنیل اور بیوروکریسی یا پھر سیاستدانوں کا نقاب چڑھائے ہوئے سویلین ڈکٹیٹر ہمارے سیاسی نظام اور اقتدار کے ہمیشہ مالک رہے ہیں۔ اس وجہ سے اکثر لوگوں کے ذہنوں میں یہ غلط فہمی بیٹھ گئی ہے کہ جمہوریت ایک ناکام (flop) طرز حکومت ہے جو کہ ایک شدید غلط خیال ہے۔

ہماری اس گفتگو میں تین اہم کڑیاں ہیں جمہوریت، انسانی حقوق اور معاشرتی ترقی۔ اب ہم پہلی دو کڑیوں کو باہم ملانے سے پہلے کچھ بات کریں گے کہ انسانی حقوق دنیا کی سیاسی تاریخ میں کیا مقام رکھتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر خطبہ میں جو شقیں انسانی حقوق کے حوالے سے بیان فرمائیں ان کی اس وقت کے عرب سیاسی افکار نے بھی اہمیت دی تھی کیونکہ بنیادی انسانی حقوق کو ہر طرح کے اور ہر خطے کے طرز حکومت کے لیے لازمی قرار دیا گیا تھا۔ زمانہ قبل از اسلام میں بابل کی فتح کے موقع پر کوروش کبیر نے جو خطبہ دیا تھا وہ بھی کاروبار جہاں بانی میں حقوق انسانی کو کلیدی اہمیت دینے کے اعتبار سے ایک تاریخی اقدام تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جمہوریت کا ادارہ انسانی حقوق کے ادراک ہی کا پروردہ ہے اور انسانی حقوق کا ادراک جمہوریت کے عظیم ثمرات میں سے ہے۔ اس لحاظ سے دونوں چیزیں باہم لازم و ملزوم ہیں۔

یورپ کی روشن خیال جمہوری روایت نے انسانی حقوق کے شعور کو جدید دنیا میں بہت فروغ دیا ہے۔ جان سٹوارٹ مل، تھامس پائنے (1791)، ہابس (1651) جان لاک (1689ء) اور ژاک روسو (1762ء) نے انسانی حقوق پر قلم اُٹھایا اور انہیں یورپی سیاسی افکار کا اہم حصہ بنا دیا۔ انگلستان کی تاریخ میں 1215ء میں بادشاہ جان کے دور حکومت میں اُس کے نوابین کی طرف سے 'میگنا کارٹا' کے عنوان سے انسانی حقوق کی دستاویز کا قانونی حیثیت اختیار کرنا جمہوریت کی طرف ایک عظیم قدم تھا جس کا مقصود غلامی سے نجات، جائیداد رکھنے کا حق، مساوات، بیواؤں کے حقوق اور حقِ مہاجرت کی پاسداری تھی۔

1776ء میں شمالی امریکا کی جن ریاستوں نے تاج برطانیہ سے آزادی کا اعلان کیا انہوں نے زندگی، آزادی اور

تلاش مسرت کو بنیادی انسانی حقوق کا بالخصوص درجہ دیا اور بالعموم اس عزم کا اعادہ کیا کہ آزادی، حق جائداد، تحفظ اور جبر کے خلاف مزاحمت کو بطور حقوق انسانی ہمیشہ کلیدی اہمیت دی جائے گی۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد لیگ آف نیشنز کا قیام اوردوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام متحدہ کا قیام بھی دراصل عالمی سطح پر بنیادی حقوق انسانی یعنی زندگی اور آزادی کے تحفظ ہی کی کوششیں تھیں۔ آج بھی دور جدید میں عالمی برادری انسانی حقوق کے حوالے سے بہت حساس ہے اور اپنے اہم سیاسی فیصلوں، خارجہ پالیسی اقدامات اور حتیٰ کہ اقتصادی رابطوں میں بھی انسانی حقوق کے سوال کو پیش نظر رکھتے ہیں جس کی ایک مثال پاکستان میں سزائے موت پر عمل درآمد کے حوالے سے یورپی یونین کے تحفظات ہیں جس کی وجہ سے ہمارے یورپی یونین کے ساتھ تجارتی اور معاشی تعلقات بھی شدید تناؤ کا شکار رہے ہیں۔

آج کی دنیا میں جن ممالک میں جمہوریت کامیابی سے چل رہی ہے وہاں انسانی حقوق کی صورت حال دنیائے دیگر ملکوں کے مقابلے میں بہت بہتر ہے۔ دراصل جمہوریت کی نمود اسی یقین سے ہوئی تھی کہ سب انسان برابر ہیں۔ یہ مساوات انسانی حقوق کے تمام تقاضوں کا ایک خلاصہ ہے۔ ہمارے ملک میں چونکہ جمہوریت کی حالت ابتر رہی ہے اور فوجی وسویلین تمام حکومتیں جبر سے ہی چلائی جاتی رہیں جس کی وجہ سے ہمارے ملک میں انسانی حقوق کی حالت بھی ابتر رہی ہے۔ صحافیوں کا قتل، سیاسی مخالفین پر تشدد، پولیس کے ذریعے عوام پر جبر، مذہبی اقلیتوں کی حق تلفی، غریبوں، مزدوروں، عورتوں اور بچوں کا استحصال یہ سب اس سیاسی نظام کی ناکامی کے نتائج ہیں جو کہ حقیقی جمہوریت کی غیر موجودگی میں چل رہا ہے۔

مثال کے طور پر ہم ایذا رسانی (Torture) ہی کو لیتے ہیں۔ پاکستان اقوام متحدہ کی کنونشن برائے انسداد ایذا رسانی (UNCAT1984) کا ممبر ہے لیکن اس کے باوجود پاکستان میں ایک ادارے کی تحقیق کے مطابق 2006ء سے 2012ء تک ٹارچر کے واقعات کی تعداد لگ بھگ سو فیصد بڑھی ہے۔ مجھے اس نوعیت کی تحقیق میں سرگرم ہو کر حصہ لینے کا موقع ملا تو مجھے فیصل آباد کی تمام تحصیلوں میں سینکڑوں کی تعداد میں ایذا رسانی کے واقعات کی تفتیش و تحقیق کا اتفاق ہوا۔ ان تحقیقات میں جو اعداد و شمار سامنے آئے ان کے علاوہ یہ بات بھی چونکا دینے والی تھی کہ ایذا رسانی میں ملوث اکثر افسران اس وقت کی برسر اقتدار پارٹی کے بااثر سیاستدانوں کی سرپرستی میں تھے، ان کے معتمد خاص تھے یا پھر ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ان واقعات میں ملوث بیشتر پولیس افسران کبھی کسی احتساب یا قانونی کاروائی کی زد میں نہیں آسکے اور اگر آئے بھی تو سیاسی چھتری کے نیچے پناہ لے کر بچ نکلے۔ سیاسی مقاصد کے لیے ماورائے عدالت قتل، نسلی تعصب کو ہوا دینے، صنفی امتیازات روا رکھنے اور مخالفین کی آزادی پر قدغنیں عائد کرنا ہمارے سیاستدانوں کی فطرت ثانیہ بن چکا ہے۔ اور یہ غماز ہے اس امر کا کہ ہمارے ہاں جمہوریت پر کماحقہٗ کاربند نہیں رہا جا رہا۔ بلکہ ہر بااختیار شخص اپنے سیاسی مخالفین کے بنیادی انسانی حقوق کو غصب کیے جا رہا ہے۔ ایک حکومت کا جبر عوام میں سرکشی کا جواز فراہم کرتا ہے تو حقوق انسانی کی خلاف ورزی کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ غیر جمہوری رویوں کا ایک بھیانک مظہر مذہبی اور فرقہ ورانہ تعصب کی بنا پر تشدد ہے۔ گوجرہ، بادامی باغ اور کلارک آباد کے واقعات پر جتنی مذمت کی جائے اور جتنا شرمندہ ہوا جائے اتنا کم ہے۔ دوسری طرف یہ غیر جمہوری روّیوں کی آگ خود ہمارے اپنے گھروں کو جلا رہی ہے اور ہم میں سے کم ہی لوگوں کو اس کا ادراک ہے۔ خواتین اور بچوں پر جنسی و جسمانی تشدد اور امتیازی رویے کے ذریعے اپنے گھروں میں تشدد کا جو بیج بویا جاتا ہے وہ بعد میں تناور درخت بن کر پورے معاشرے کو لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

آج کی دنیا میں جن ممالک میں جمہوریت کامیابی سے چل رہی ہے وہاں انسانی حقوق کی صورت حال دنیائے دیگر ملکوں کے مقابلے میں بہت بہتر ہے۔ دراصل جمہوریت کی نمود اسی یقین سے ہوئی تھی کہ سب انسان برابر ہیں۔ یہ مساوات انسانی حقوق کے تمام تقاضوں کا ایک خلاصہ ہے۔

اب معاشی ترقی کی طرف براہ راست آتے ہیں۔ الیکٹرونکس میں اکثر آلات کی خرابی کے لیے Reverse Tracing کی تکنیک استعمال کی جاتی ہے جس میں سرکٹ کی خرابی کے مقام سے پیچھے کی جانب مرحلہ وار بجلی کے تمام راستوں کو پرکھا جاتا ہے۔ ہم ذرا اپنے ملک کی ابتر معاشی حالت پر غور کریں گے تو ہم اس پرکھنے کے عمل کے ذریعے انسانی حقوق کے مسئلے اور جمہوریت کے بحران تک آپہنچیں گے۔ کسی معاشرے میں انسانی ترقی کا وہاں پر انسانی حقوق کی صورت حال سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ 1992ء میں ریو کانفرنس کے عنوان سے دنیا بھر کی تیسری نسل کے انسانی حقوق کے علمبرداروں نے حقوق کا خیال پیش کیا اور معاشرتی ترقی کو مسلسل جاری رہنے والی ترقی کے طور پر متعارف کروا تے ہوئے انہوں نے اس کے معیارات اور اصول بتائے تو وہ تمام انسانی حقوق سے جڑے ہوئے معیارات تھے۔

معاشروں اور قوموں کی معاشی حالت کو فقط GDP اور GNP کے پیمانوں سے ناپنا اب عالمی برادری کی ترجیح نہیں رہا۔ اب کسی بھی ملک کے پسماندہ، ترقی پذیر یا ترقی یافتہ ہونے کا پیمانہ اس امر کو بھی رکھا گیا ہے کہ وہاں پر انسانی حقوق کی حالت کیا ہے۔ یہ اسی وجہ سے ہوا ہے کہ انسانی حقوق کی حالت کا اس معاشرے کی معاشی ترقی پر بھی گہرا اثر ہوتا ہے۔

ہمارے ملک میں انسانی حقوق کا شعور نہ ہونے کی وجہ سے اور انسانی حقوق کی حالت ابتر ہونے کی وجہ سے جو عمومی روّیے اور ذہنی افتاد عوام الناس کو درپیش ہے اس نے ہماری افرادی قوت کو بڑی حد تک ناکارہ بنا دیا ہے۔ بے دلی، غیر یقینی اور عدم تحفظ کا شکار مزدور طبقہ اپنی صلاحیت کے مطابق معاشی ترقی میں کردار نہیں ادا کر رہا۔ صنفی امتیاز کی وجہ سے اگر خواتین تمام شعبہ ہائے زندگی میں نہ آسکیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے ملک کی 54% فیصد افرادی قوت میں سے ہم نے فقط معدودے چند کو معاشی ترقی کے عمل کا حصہ بنایا ہے۔ سندھ میں لاکھوں ہندو مزدور بانڈڈ لیبر کی چکی میں پس رہے ہیں ان پر کوئی ٹھوس قانون سازی نہ ہونے کی وجہ سے جہاں انسانی حقوق کا ایک بڑا سوال اُٹھ رہا ہے وہاں یہ سندھ میں معاشی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ بھی ہے۔ جب تک حکومت جمہوری طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی نہیں بنا دیتی، تب تک ہمارا معاشرہ معاشی بہتری کی راہ پر نہیں آسکتا۔ یہ انسانی حقوق کے کارکنان ہی کی نہیں بلکہ ہر پڑھے لکھے شہری کی ذمہ داری ہے کہ عوام الناس میں جمہوری روّیوں اور انسانی حقوق کا شعور اجاگر کریں تاکہ ہمارا معاشرہ حقیقی معاشی ترقی کی طرف قدم بڑھا سکے۔

انتہا پسندی کے انسداد میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار

پروفیسر کاشف شہزاد

حقوق انسانی کی بات کرتے ہوئے ہمیں اس بات کو فراموش نہیں کرنا چاہئیے کہ انسانی حقوق کے منشور کا اطلاق ان لوگوں پر بھی ہوتا ہے جو ہمارے مخالفین اور ہمارے دشمن ہیں۔ عالمی منشور کی تیسری شق ہر شخص کو زندہ رہنے، آزاد رہنے اور ذاتی تحفظ کا پیدائشی حق دیتی ہے۔ ان تمام شقوں کی موجودگی میں ان پر یقین رکھتے ہوئے ہمیں اپنے دشمنوں سے کہنا چاہئیے آج آپ بہت سے بے گناہوں کو ذبح کر رہے ہیں، انکے سکول، ہسپتال اور قبرستان بموں سے اڑا رہے ہیں، لیکن جب آپ کل گرفتار ہونگے، اپنے مخالفین کے قبضہ قدرت میں ہونگے تو ہم آپکے انسانی حقوق کے لیے بھی آواز بلند کریں

گے کیونکہ ہم آپکی طرح اپنے مخالف کو غیر انسان نہیں سمجھتے۔ اس وقت مجھے میثاق تہران یاد آرہا ہے۔جسکی شق 10 میں حقوق انسانی کی نفی کرنیوالی کسی بھی جارحانہ کاروائی اور مسلح تصادم کی شدت سے مذمت کی گئی ہے اور جسمیں کہا گیا کہ ایسی کسی بھی صورتحال سے یا اس سے پیدا ہونیوالے ردعمل کے نتیجہ میں دنیا بھر کے انسان غضبناک تکلیفیں سہتے ہیں۔

اکیسویں صدی کا آغاز ہوا تو اپنے ضمیر کیمطابق لکھنے اور انسانی حقوق کو اپنی تحریروں کا پیمانہ بنانیوالے ادیبوں کو چین ، ایران ، پیرو اور بعض دوسرے ملکوں میں سرکاری عتاب کا سامنا کرنا پڑا۔انہیں طویل مدت کے لیے قید کیا گیا۔چین اور ایرن کے معاملات آج بھی کچھ خاص بہتر نہیں ہوئے۔گزشتہ 10 برسوں کے دوران 150 ادیب اور صحافی گرفتار ہوئے، 50 سے زیادہ قتل ہوئے، درجنوں لا پتہ ہوئے اور انکا کوئی کھوج نہ مل سکا۔ یہ اپنے ضمیر کے مطابق انسانی حقوق کے خلاف ورزیوں پر آواز اٹھانے کی قیمت ہے جو ادیب اور صحافی ادا کرتے رہے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کسی بھی سماج میں ادیبوں کا کیا کردار ہے۔انکا یہ روّیہ صرف انہی ملکوں میں نہیں ہوتا جہاں آمرانہ حکومتیں ہوتی ہیں، جمہوری حکومتیں غاصبانہ قوت بن کر کسی دوسرے ملک پر حمہ آور ہوتی ہیں تب بھی ادیبوں کی ذمہ داریاں یہی ہوتی ہیں کہ وہ اپنی حکومتوں کے خلاف احتجاج کریں اور انسانی حقوق کی پامالی کے راستے میں چٹان کی طرح کھڑے ہو جائیں۔ اسکی ایک بڑی مثال 2004 میں امریکی شاعروں اور ادیبوں نے پیش کی۔ یہ وہ وقت تھا جب امریکی فوجیں عراق پر قبضہ کر رہی تھی اور نہتے شہریوں پر بمبارہ ہو رہی تھی۔ہم نے 1979 میں بھٹو کی پھانسی کے صرف چند دن بعد جنرل ضیاء الحق کی اس ضیافت کے مناظر دیکھے جسمیں ملک بھر کے بیشتر ادیب، شاعر، اور نقاد مدعو کیے گئے تھے اور گنتی کے چند ادیبوں کو چھوڑ کر بیشتر سر کے بل اس تقریب میں گئے تھے۔

اسکے برعکس ہم نے دیکھا عراق پر غاصبانہ امریکی قبضے کے دنوں میں امریکی خاتون اول مسز لارا بش نے وائٹ ہاؤس میں ایک شعری نشست کا اہتمام کیا اور اسکے دعوت نامے جاری کیے۔ اس دعوت نے امریکی ادیبوں اور شاعروں کو برافروختہ کر دیا۔ہزاروں میل دو ہزار عراقیوں کے ہر انسانی حق کو چھینا جا رہا تھا اور امریکی شاعروں اور ادیبوں سے یہ توقع کی جا رہی تھی کہ وہ اپنی خاتون اوّل کی دعوت پر شاداں وفرحاں وائٹ ہاؤس جائیں گے اور اپنے قلم کی آزادی وائٹ ہاؤس کے طعام خانے میں گروی رکھ دیں گے۔اس روّیے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اہم امریکی دانشوروں اور ادیبوں نے ای میل کے ذریعے ایک دوسرے کو یہ پیغام دیا کہ اس روز کوئی وائٹ ہاؤس کا رخ نہیں کرے گا اور اس روز جنگ کے خلاف شاعروں کو اور اس ادبی تحریک کو دوبارہ منظم کیا جائے جو ویت نام کی جنگ کے خلاف وجود میں آئی تھی۔ یہ سائبر اسپیس میں انسانی حقوق کی پہلی جنگ تھی جو امریکی ادیبوں نے شاندار طور پر لڑی اور ہزاروں جنگ مخالف امریکی نظمیں دنیا کے تمام براعظموں تک پہنچیں۔ سائبر اسپیس کا یہی وہ استعمال ہے جو ہم نے عرب بہار کے دوران بھی دیکھا اور اسی لئے کہا جاتا ہے اسکا آزادانہ استعمال بھی انسانی حقوق میں سے ایک ہے۔

ہم نے یہ بھی دیکھا کہ برصغیر میں جب فرقہ واریت کی

اکیسویں صدی کا آغاز ہوا تو اپنے ضمیر کیمطابق لکھنے اور انسانی حقوق کو اپنی تحریروں کا پیمانہ بنانیوالے ادیبوں کو چین، ایران، پیرو اور بعض دوسرے ملکوں میں سرکاری عتاب کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیں طویل مدت کے لیے قید کیا گیا۔ چین اور ایرن کے معاملات آج بھی کچھ خاص بہتر نہیں ہوئے۔

کالی آندھی چلی تو ہمارے کچھ ادیبوں نے مایوسی کے عالم میں یہ اعلان کیا کہ انسان مر گیا ہے۔لیکن عین اسی وقت اردو، ہندی، بنگلہ، پنجابی، سندھی اور برصغیر کی دوسرے زبانوں کے ادیبوں نے اپنا قلم فرقہ واریت، مذہبی جنون اور قتل عام کے خلاف استعمال کیا۔انکی تحریکوں میں اس انسان کی دھڑکنیں سنائی دیتی ہیں جو نفرتوں اور عداوتوں سے ماورا ہے۔ جنگ ،فسادات اور تنازعات کے زمانے میں ادیب حب الوطنی یا مذہبی وابستگی کا نعرہ مارتے ہوئے کسی ایک فریق کے نہیں، انسان کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور یہی انسانی حقوق کی تحریک کی بنیاد ہے جس سے آگے کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔

دنیا کے متعدد ادیبوں اور دانشوروں نے نفرتوں اور عصبتوں کی آگ ٹھنڈی کرنے کا فرض انجام دیا ہے اور انسانی حقوق کی پاسداری کے لیے سینہ سپر ہوئے۔اسکی اک شاندار مثال 2008ء میں اس وقت سامنے آئی جب انسانی حقوق کے عالمی منشور کی 60ویں سالگرہ منائی جا رہی تھی۔اس موقع پر دنیا کے 30 اہم اور نام گرامی ادیبوں نے اس عالمی منشور کی 30 شقوں کے حوالے سے 30 کہانیاں لکھیں جنکا مجموعہ "فریڈم" کے نام سے شائع ہوا۔کہانیوں کے اس مجموعے کا پیش لفظ ڈیسمنڈ ٹوٹو نے لکھا اور اس کتاب کی ساری آمدنی ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نام ہوئی۔

مذہبی ہم آہنگی اور رواداری وقت کی اہم ضرورت ہے۔

حفیظ بزدار

سہولت کارنے کی قائداعظم نے 11 اگست 1947ء کی تقریر میں پاکستان کی پوری آئیڈیالوجی کو سامنے رکھ دیا اور پاکستان کے لئے رہنما اصول متعین کر دیا تھا۔لیکن اس تقریر کو قوم سے چھپایا گیا اور سلیبس سے نکال دیا گیا کیونکہ بعض لوگ قائد کا پاکستان نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی کے سپیکر جوگندر ناتھ منڈل تھے اور 12 سے زائد ہندو اس اسمبلی میں پاکستان کی حمایت میں پورے جوش وجذبے سے موجود تھے اور 1949ء تک متحرک رہے جب تک قرارداد مقاصد منظور نہیں ہوئی۔قرار داد مقاصد کے ذریعے کچھ ایسی چیزیں پاکستان کی نظریاتی ساخت میں شامل کر دی گئیں جو قائد کی 11 اگست والی تقریر کے خلاف تھیں۔اس کے بعد وہ لوگ پاکستان سے مایوس ہو گئے مذہبی رواداری ختم ہوگئی پاکستان کے قائم ہوتے وقت ملک میں 25% اقلیتیں موجود تھیں جن میں 25000 ہزار یہودی بھی تھے اب کوئی بھی نہیں ہے۔ پاکستان بنانے میں شریک اقلیتیں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگیں جبکہ ایس پی سنگا سپیکر پنجاب اسمبلی نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا تھا اس کے بعد انتہا پسندی میں اضافہ کے اسباب بیان کرتے ہوئے کہا کہ 88-1977ء کے مارشل لاء دور میں بہت سے مذہبی اور نسلی اور علاقائی مسائل نے جنم لیا۔ 1971ء میں گورنمنٹ نے تمام پرائیویٹ اداروں کو قومی تحویل میں لے لیا جس پر ملک میں موجود اقلیتوں کے تمام ادارے میں گورنمنٹ کنٹرول میں چلے گئے۔اس طرح اقلیتوں میں اپنے اثاثہ جات کے غیر محفوظ ہونے کا احساس بھی ابھر کر سامنے آیا اور ان میں بعض ادارے واپس ملے تو وہ ان کی حالت قابل رحم ہے۔ 1985ء میں اسرائیل میں چند گروپوں نے مسجد اقصیٰ پر قبضہ کرنے کے ردعمل میں پاکستان میں چرچ پر حملہ ہوا۔اسی طرح بے بنیاد الزامات لگا کر شانتی نگر میں مسیحوں کی بستی پر حملہ کر دیا اور اسے صفحہ ہستی سے ہی مٹا دیا ایک سلائیڈ کی مدد سے بتایا گیا کہ پرامن معاشرے کے قیام کے لئے انصاف کے تین اہم جزو ہیں بنیادی حقوق، سچائی اور معقولیت۔

کیونکہ ہر شخص کیلئے بنیادی حقوق کی پاسداری اور تحفظ ضروری ہے اور امن کی پامالی دراصل نا انصافی ہے۔انصاف کے حصول کے لئے سچائی اور معقولیت کا استعمال نہایت ضروری ہے۔انصاف پر مبنی انسانی اور خوشحال معاشرہ کے لئے ایسے حالات کو پیدا اور برقرار رکھنا ضروری ہے۔جب ہم یہ کہتے ہیں دنیا گلوبل ویلج بن چکا ہے تو اس کا اثر ہم سب پر پڑ رہا ہے۔ہمیں

سوچنا ہوگا کہ دنیا کے دیگر ممالک میں جو شہری سہولیات ہیں ان کے مطابق اگر ہمارے بھی حقوق ان جیسے ہیں تو ہم بھی امن میں ہیں جب کوئی پیدا ہوتا ہے تو وہ انسان ہوتا مذہب کے لبادے بعد میں پہنتا ہے ہمارا معاشرہ اس وقت کافر ہونے کے فتوے تو لگاتا ہے لیکن انسان ہونے کی توقیر کا خیال نہیں کر رہا امن کی فضا میں آپ دیگر لوگوں سے مکالمہ کریں گے تو آپ کو ان کی خوبیوں کا اندازا ہوگا جنگ کی حالت میں ایسا نہیں ہوسکتا لوگ اللہ کے لڑنے کو تیار ہیں لیکن اللہ کو جاننے کو تیار نہیں لوگوں کے اندر محبت عقل دانش کا اس وقت پتا چل سکتا جب امن ہو امن دل سے محسوس کی جانے والی چیز ہے اگر دل امن کا احساس دے تو سمجھو امن ہے ورنہ نہیں کینڈا کی مثال دی کہ وہاں 70-60 فی صد لوگ گھر سے نکلتے ہوئے گھروں کو تالے نہیں لگاتے انہوں نے

> قیام امن بذریعہ بین المذاہب مکالمہ، قیام امن بذریعہ ابلاغ عامہ اور مؤثر رابطہ، قیام امن بذریعہ ترقیاتی شعبہ جات اور بحالی، قیام امن بذریعہ تبادلہ وفود (یوتھ، خواتین، سٹوڈنٹس، سٹڈی گروپس، اور مشترکہ سرگرمیاں)، قیام امن بذریعہ پیرو کاری عدم تشدد، شہریوں کی مشترکہ جدو جہد قیام امن بذریعہ سہولت کاری، مثبت مکالمہ اور ثالثی کردار کے لیے ہم سب کو ریاست پر زور دینا ہوگا کہ وہ متنازعہ امور پر نظر ثانی کرے، متنازعہ مواد کی اشاعت اور تشہیر کو روکے۔ دوسرے مذاہب کے بارے میں معلومات کی اجازت دی جائے۔

قرآن بھگوت گیتا، انجیل مقدس، کی تعلیمات کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ تمام مذاہب نے امن کی تعلیم دی ہے لہذا انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والوں کے کندھوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انتہا پسندی کے خاتمہ اور مذہبی مسلکی تعصّبات کے خاتمہ میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس سلسلہ میں ایک سلائیڈ کی مدد سے امن و مصالحت کے مختلف طریقے واضع کئے جن میں شامل تھے:

قیام امن بذریعہ بین المذاہب مکالمہ، قیام امن بذریعہ ابلاغ عامہ اور مؤثر رابطہ، قیام امن بذریعہ ترقیاتی شعبہ جات اور بحالی، قیام امن بذریعہ تبادلہ وفود (یوتھ، خواتین، سٹوڈنٹس، سٹڈی گروپس، اور مشترکہ سرگرمیاں)، قیام امن بذریعہ پیرو کاری عدم تشدد، شہریوں کی مشترکہ جدو جہد قیام امن بذریعہ بذریعہ سہولت کاری، مثبت مکالمہ اور ثالثی کردار کے لیے ہم سب کو ریاست پر زور دینا ہوگا کہ وہ متنازعہ امور پر نظر ثانی کرے، متنازعہ مواد کی اشاعت اور تشہیر کو روکے دوسرے مذاہب کے بارے میں معلومات کی اجازت دی جائے۔

شرکا میں سے ایک شریک کار مجید نے کہا کہ ایک مسیحی شہید کیسے ہوسکتا ہے تو اس کا جواب سہل کار نے دینا چاہا تو ایک دوسرے شریک کار نے اجازت طلب کی اور اس دوست کو بتایا کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق شہید ہے کیونکہ اس نے ملک قوم کی خاطر اپنی جان قربان کی ہے سیشن میں ملٹی میڈیا کے علاوہ انٹرایکٹو طریقہ کار اختیار کرنے کی وجہ سے شرکاء کی دلچسپی آخر تک قائم رہی۔

انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

شبیر حیدر

اگر ہم پاکستان میں انتہا پسندی کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جمہوری نظام سے قبل برصغیر پاک وہند طویل عرصے تک شہنشاہوں، بادشاہوں، وڈیروں، چوہدریوں اور سرداروں کے تسلط میں رہا۔ یہ لوگ اپنی قوم یا قبیلوں پر لامحدود اختیارات رکھتے تھے۔ انتہا پسندی کے پس منظر کے حوالے سے عباسی دور کی مثال دینا چاہوں گا۔ اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو انتہا پسندی کے ہر فعل کے پیچھے کچھ سیاسی، مذہبی، معاشی اور سماجی وجوہات رہیں۔ دنیا کے 57 اسلامی ممالک ایک حقیقی جمہوری نظام کو قائم کرنے میں ناکام رہے اور آج تمام دنیا میں انتہا پسندی تیزی سے پھیلتی جارہی ہے۔ کہیں مذہبی انتہا پسندی عروج پر ہے تو کہیں معاشرہ سماجی انتہا پسندی کا شکار ہے اور کسی معاشرے کو سیاسی انتہا پسندی کا سامنا ہے تو کسی میں معاشی استحصال جاری ہے۔ اگر پاکستان میں انتہا پسندی کے آغاز کی بات کریں تو اس کا آغاز پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ہی ہوگیا تھا اور اس سلسلے کی پہلی کڑی قرارداد مقاصد کو کہا جاتا ہے۔ جس نے مذہب کو سیاست میں شامل کر کے مذہبی انتہا پسندی کی بنیاد رکھی۔ پھر بھٹو کے دور میں احمدیوں کو قانوناً غیر مسلم قرار دے دیا گیا اور پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان بنایا گیا۔ اسی سوچ کو مزید ہوا دیتے ہوئے جنرل ضیاء الحق نے ایک تناور درخت بنا دیا اور اب تک اس کی جڑیں پورے ملک میں پھیل چکی ہیں۔ جنرل ضیاء الحق نے افغان جنگ میں امریکہ کی حمایت کی اور جہاد کے نام پر بہت سارے ہتھیار منگوائے اور پاکستان کو اسلحے کا ڈپو بنا دیا۔ پاکستان میں انتہا پسندی کی موجودہ صورتحال بہت خطرناک ہے۔ غربت، بے روزگاری اور ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ اور خودکش حملوں

> مذہب کو سیاست میں شامل کر کے مذہبی انتہا پسندی کی بنیاد رکھی گئی۔ پھر بھٹو کے دور میں احمدیوں کو قانوناً غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ اسی سوچ کو مزید ہوا دیتے ہوئے جنرل ضیاء الحق نے ایک تناور درخت بنا دیا اور اب تک اس کی جڑیں پورے ملک میں پھیل چکی ہیں۔

جیسے کلچر کو فروغ مل رہا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان مستحکم ہو اور ترقی کا سفر طے کرے تو یہاں پر بسنے والی قوموں کو مکمل حقوق دینا ہوں گے۔ صرف یہی ایک راستہ ہے جس پر چل کر اس خطے کو بچایا جاسکتا ہے، ہمیں مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دینا ہوگا اور میڈیا پر ایسے اینکرز کو بولنے کی اجازت نہ دی جائے جو فرقہ پرستی کو ہوا دینے کا موجب بنتے ہیں مثال کے طور پر طالبان نے جوس کارنر کو فحاشی کا اڈا کہہ کر ختم کر دیا اور اگلا ٹارگٹ سی ڈی شاپ کو بنایا۔ میڈیا کا کردار ان معاملات میں مثبت نہیں رہا جس سے طالبان کو شہ ملی۔

اینکرز خود ہی مسئلہ بیان کرتے ہیں اور مسئلہ کا حل بھی خود ہی کر لیتے ہیں جو ان کا کام نہیں۔ آج میڈیا کی ترقی نے دنیا کو ایک گلوبل ولیج بنا دیا ہے۔ اس لیے میڈیا کو معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بننا چاہئے۔ رائے عامہ کی خبر کو سچائی سے عوام تک پہنچانا چاہئے۔ رپورٹر کا دیانتدار اور غیر جانبدار ہونا ضروری ہے۔ حقیقت پسندی کے ساتھ خبر کو خبر رکھ کر بریکنگ نیوز نہ بنانا۔ اینکر کی گہری نظر علم وقانون پر ہر وقت رہنی چاہئے۔ اینکر کشتی کو کنارہ لگانے والے کہتے ہیں لیکن ہمارا اینکر ہر موضوع پر ہر فن مولا ہوتے ہیں۔ ان کے خیال میں وہ حکومت کو توڑ بھی سکتے ہیں جب چاہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ بخارجہ پالیسی کے ایکسپرٹ نہیں لیکن اُس کے باوجود اس موضوع پر بے لگام بات چیت کرتے ہیں۔ الیکٹرونک میڈیا پر عامر لیاقت کے 2010ء کے پروگرام کے دو دن بعد احمدیوں کے سربراہ کو مار دیا گیا۔ حالانکہ میڈیا ہماری ریاست کا ایک مضبوط ستون ہے۔ اگر میڈیا دیانتداری سے اپنا کردار ادا کرے تو پاکستان کی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ کسی بھی شعبے میں جانے کہ لیے باقاعدہ تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ ہمارے ہاں بعض میڈیا والوں کی کوئی تعلیم نہیں ہوتی۔ گیٹ کیپر ایک ایسے عہدہ کا نام ہے جس کا کام ایسی تمام خبروں کو روکنا ہے جس سے معاشرے میں بدامنی یا انتشار پھیلے۔

بچے

کمسن بچی کی شادی کی کوشش

چنیوٹ بھوآنہ کے نواحی علاقہ نوشہرہ کے ندیم نے اپنی برادری کی خاتون ہاجراں بی بی کے ساتھ گھر سے بھاگ کر شادی کی جس پر حاجرہ کے والد گلزار نے برادری کی پنچائت بلائی۔ پنچائت کے سربراہان فلک شیر وغیرہ نے فیصلہ کیا کہ ندیم نے ان کی عزت کو پامال کیا ہے۔لہذا ندیم کی سات سالہ بھتیجی سونیا کی شادی ہاجرہ کے چالیس سالہ منظور کے ساتھ کی جائے۔منظور کی پہلی بیوی مرچکی ہے اس سلسلہ میں برادری نے سونیا کے باپ کو ایک ہفتے کا وقت دیا اور اس کا ٹریکٹر ٹرالی ضمانت کے طور پر قبضہ میں لے لیا۔سونیا کے باپ کو یہ بھی کہا کہ اگر اس نے کسی کو اطلاع دی تو برادری کی طرف سے اس کا بائیکاٹ کردیا جائے گا۔ڈی پی او نے ڈی ایس پی اور ایس ایچ او کو موقع پر بھیج کر دونوں فریقین کو اپنے دفتر طلب کرلیا۔

(سیف علی)

خناق کے باعث 18 بچے ہلاک

بنوں بنوں میں خناق مرض نے خطرناک شکل اختیار کرلی ہے۔روزانہ کی بنیاد پر 10 سے 15 کیس سامنے آرہے ہیں۔حفاظتی ویکسین کی عدم دستیابی کی وجہ سے خطرناک مرض اب تک 18 سے زائد بچوں کی جانیں لے چکا ہے جبکہ پندرہ سو سے زائد بچوں میں اس مرض کی تصدیق ہوچکی ہے۔طبی ماہرین کے مطابق خناق نامی مرض ایک دوسرے میں سانس کے ذریعے منتقل ہوتا ہے جس کی وجہ سے روزانہ کی بنیاد پر درجنوں بچے متاثر ہورہے ہیں۔

(روزنامہ آج)

بچیوں کے عالمی دن کے حوالے سے سیمینار

جھنگ کورگروپ جھنگ کے زیراہتمام نجم القمران فاؤنڈیشن کے اشتراک سے ڈسٹرکٹ انڈسٹریل ہوم جو عمومی طور پر صنعت زار کے نام سے جانا جاتا ہے، میں 10 اکتوبر کو ایک خصوصی نشست بعنوان''گرل چائلڈ کا عالمی دن'' کا اہتمام کیا گیا۔کورگروپ کے رابطہ کار قمر زیدی نے بتایا کہ کورگروپ جھنگ مقامی تنظیم نجم القمر فاؤنڈیشن کے اشتراک اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے تعاون سے تعلیمی اور فنی اداروں میں زیرتعلیم طلباء وطالبات میں انسانی حقوق بارے شعور وآگہی پھیلانے کے لیے انسانی حقوق کی تعلیم کا پروگرام جاری رکھے ہوئے ہے جس کا مقصد معاشرے خصوصاً نوجوانوں میں انسانی حقوق کی تعلیم کو فروغ دینا ہے انہوں نے بتایا کہ معاشرہ میں جتنے بھی مسائل موجود ہیں ان کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ ان سب مسائل کی جڑ انسانی حقوق بارے عدم معلومات اور عدم عملدرآمد ہے۔اگرچہ اس کی بڑی ذمہ داری حکومت پر آتی ہے لیکن معاشرے کے ذمہ دار اور باشعور لوگ بھی اپنا فرض پورا نہیں کررہے۔ہم نوجوانوں کو ان کی سیاسی پابندیوں وابستگی سے قطع نظر انہیں فوکس کررہے ہیں۔ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں برداشت اور رواداری کا کلچر فروغ پائے۔ہمارے معاشرے میں موجود مسائل پر بات چیت، بحث اور ڈائیلاگ کیا جائے، تھنک ٹینک قائم ہوں ان کی سفارشات حکومت اور متعلقہ محکمہ جات کو بھیجی جائیں، ان کا فالو اپ لیا جائے اور نوجوانوں کی صلاحیتوں کو مثبت اور تعمیری سرگرمیوں میں استعمال کیا جائے۔ہم پوری دیانتداری سے یہ بھی سمجھتے ہیں کہ کورگروپ اکیلا اپنے طور پر یہ کام نہ کرسکتا ہے۔بلکہ دوسری تنظیموں کو بھی ساتھ ملانا چاہئے تاکہ یہ کام زیادہ موثر انداز میں ہوسکے۔اس لیے کورگروپ نے نجم القمر فاؤنڈیشن کے ساتھ مل کر آج کی اس بحث کا اہتمام کیا ہے۔ہماری کوشش ہوگی کہ ہم اور بھی تنظیموں کا تعاون حاصل کریں۔نجم القمر فاؤنڈیشن کی صدر مس نجم النساء نے اس موقع پر بتایا کہ ہمارے معاشرے میں گرلز چائلڈ سب سے متاثرہ طبقہ ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اقوام متحدہ کے ادارے یو این ڈی پی کی 2010 کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ پاکستان صنعتی ترقی کے حوالے سے دنیا کے 146 ممالک کی فہرست میں 120 ویں نمبر پر تھا جبکہ خواتین کو خودمختاری کے حوالے سے 94 ممالک کی فہرست میں 92 ویں نمبر پر تھا۔انہوں نے مزید کہا کہ سب سے گھمبیر صورتحال گلوبل جینڈر گیپ کی رپورٹ سال 2013 میں نظر آتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ صنفی مساوات پر مبنی وسائل کی تقسیم کے حوالے سے پاکستان سیکنڈ لاسٹ درجہ پر ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ پاکستان میں خواتین کی مجموعی صورتحال کیا ہے۔اس کی ذمہ داری کس کے سر پر ہے؟ اس کا جواب دینا ہوگا۔ڈسٹرکٹ انڈسٹریل ہوم (صنعت زار) کے مینجر محمد فاروق بٹ نے کہا کہ اس وقت ہمارے ملک میں ایک کروڑ 37 لاکھ بچیاں جو سکول جانے کی عمر میں ہیں وہ سکول نہیں جارہی ہیں جو کہ 55 فیصد بنتی ہیں جس کی مختلف وجوہات ہیں۔ہمارا ادارہ صنعت زار جو کہ محکمہ سوشل ویلفیر کا ایک حصہ ہے وہ نوجوان لڑکیوں کو فنی تربیت دے رہا ہے اور یہاں مختلف شعبہ جات میں تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جارہا ہے جس کا مقصد خواتین کو روزگار میں معاونت فراہم کرنا ہے تاکہ وہ بااختیار ہوں۔لیکن انسانی حقوق کی تعلیم کے حوالے سے ہمارے ادارے میں یہ پہلا پروگرام ہورہا ہے۔جس کے لیے ہم ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان، ضلعی کورگروپ کے اور نجم القمر فاؤنڈیشن کے نہ صرف ممنون ہیں بلکہ یہ توقع کرتے ہیں اس قسم کے شعور وآگہی کے پروگرام آئندہ بھی یہاں ترتیب دیئے جائیں اس سلسلہ میں ہمارا ادارہ، بھرپور تعاون کرے گا۔بعدازاں پروگرام میں شریک خواتین طالبات میں انسانی حقوق منشور کی کاپیاں بھی تقسیم کی گئیں۔

(قمر زیدی)

ہوم بیسڈ ویمن ورکرز کا مظاہرہ

حیدرآباد 8 اکتوبر کو ہوم بیڈ ویمن ورکرز فیڈریشن نے گھروں پر کام کرنے والی خواتین کے مسائل کے حل کے لیے پریس کلب کے سامنے مظاہرہ کیا۔شکیلہ خان اور جمیلہ عبداللطیف ودیگر نے مطالبہ کیا کہ ٹھیکیداری نظام، کام کی غیرمحفوظ اور غیریقینی صورتحال کا خاتمہ کیا جائے۔ہیلتھ وسیفٹی قانون کا بل فوری پاس کروایا جائے۔گھرمزدور عورتوں کو ورکر تسلیم کیا جائے۔تمام ورکرز کو ای او بی آئی اور سوشل سکیورٹی کے اداروں سے رجسٹر کیا جائے۔ان کا کہنا تھا کہ پاکستان کا شمار دنیا کے ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں مزدور بدترین حالات میں کام کرنے پر مجبور ہیں۔کام کی جگہوں پر مسلسل حادثات کے نتیجے میں مزدور اپنی زندگیاں گنوا رہے ہیں جبکہ حکومتیں بھی صنعتکاروں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔انہوں نے کہا کہ لاکھوں کی تعداد میں گھروں میں پیداواری عمل میں حصہ لینے والی محنت کش عورتیں اس سے بھی زیادہ بدتر صورتحال سے دوچار ہیں جہاں انہیں قانونی ورکرز ہی تسلیم نہیں کیا جاتا، گھر پر کام کرنے والے مزدوروں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے مگر حکومت مزدوروں کو سہولت دینے کے لیے تیار نہیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

عورتیں

گھریلو خواتین ملازمین کا مطالبات کے حق میں مظاہرہ

حیدرآباد 8 اکتوبر کو ہوم بیسڈ ویمن ورکرز فیڈریشن نے گھروں پر کام کرنے والی خواتین کے مسائل کے حل کے لیے پریس کلب کے سامنے مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ ٹھیکیداری نظام اور کام کی غیر محفوظ اور غیر یقینی کی صورتحال کا خاتمہ کیا جائے۔ ہیلتھ وسیفٹی قانون کا بل فوری پاس کروایا جائے۔ گھر مزدور عورتوں کو ورکر تسلیم کیا جائے۔ تمام ورکرز کو ای او بی آئی اور سوشل سیکیورٹی کے اداروں سے رجسٹر کیا جائے۔ انکا کہنا تھا کہ پاکستان کا شمار دنیا کے ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں مزدور بدترین حالات میں کام کرنے پر مجبور ہیں۔ کام کی جگہوں پر مسلسل حادثات کے نتیجے میں مزدور اپنی زندگیاں گنوا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لاکھوں کی تعداد میں گھروں میں پیداواری عمل میں حصہ لینے والی محنت کش عورتیں اس سے بھی زیادہ بدتر صورتحال سے دوچار ہیں جہاں انہیں قانونی ورکرز ہی تسلیم نہیں کیا جاتا، گھر مزدوروں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے مگر حکومت مزدوروں کو سہولت دینے کے لیے تیار نہیں۔ (لالہ عبدالحلیم)

خاتون کو اغواء کرلیا

پاکپتن چک نمبر 63 میں میاں خان کی بیوی رانی بی بی گھر میں اکیلی تھی کہ 20 اکتوبر کو محمد زاہد وغیرہ گھر میں داخل ہوئے اور زبردستی اغواء کرکے لے گئے۔ تھانہ چک بیدی میں مقدمہ درج ہوچکا ہے۔ مگر اس رپورٹ کے ارسال ہونے تک ملزمان کو گرفتار نہیں کیا جاسکا تھا۔ (غلام نبی)

غیرت کے تصور نے دو اور جانیں لے لیں

جعفرآباد 8 ستمبر کو صدر تھانہ کی حدود گوٹھ اللہ بخش میں سیاہ کاری کے الزام میں دوہرا قتل ہوا۔ تحصیل اوستہ محمد کے صدر تھانہ کی حد گوٹھ اللہ بخش میں ارشاد علی نے اپنی بیوی ض اور علی حیدر نے اپنی بیوی کو سیاہ کاری کے الزام میں فائرنگ کرکے قتل کردیا۔ اور موقع سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ علی حیدر کے والد نے صدر تھانہ پہنچ کر مقدمہ درج کروایا اور پولیس نے دونوں نعشوں کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ نعشوں کا پوسٹ مارٹم کرواکر ورثاء کے حوالے کردیا اور ملزمان کی تلاش شروع کردی ہے۔ (جعفرآباد)

بیوی کو مار ڈالا

جعفرآباد 29 ستمبر کو اوستہ محمد کے بنگلزئی محلّہ میں حبیب اللہ نے اپنی بیوی ش عمر تیس سال کو سیاہ کاری کے الزام میں گلا دبا کر قتل کردیا اور خود فرار ہوگیا۔ پولیس موقع واردات پر پہنچ کر نعش کو قبضہ میں لے کر ہسپتال سے پوسٹ مارٹم کرواکر ورثا کے حوالے کردیا۔ اور ش کے والد عبیداللہ نے تھانہ پہنچ کر حبیب اللہ اور اس کے دو بھائیوں عبداللہ، حزب اللہ کے خلاف مقدمہ درج کروادیا۔ پولیس نے بروقت کارروائی کرکے حزب اللہ کو گرفتار کرلیا۔ (فاروق مینگل)

بیوی کو قتل کردیا

گوجرہ گوجرہ کے محلّہ ہاؤسنگ کالونی میں یاسر حسین کا اپنی اہلیہ صبا کے ساتھ اکثر جھگڑا رہتا تھا۔ گزشتہ روز یاسر کا اپنی اہلیہ کے ساتھ جھگڑا ہوگیا جس پر وہ طیش میں آگیا اور اس نے فائرنگ کرکے صبا کو زخمی کردیا۔ زخمی خاتون کو فوری طور پر گورنمنٹ آئی کم جنرل ہسپتال گوجرہ پہنچایا گیا جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئی۔ سٹی پولیس نے نعش قبضے میں لے کر پوسٹ مارٹم کرانے کے بعد ورثا کے حوالے کردی اور ملزم کے خلاف مقدمہ درج کرکے اس کی تلاش شروع کردی ہے۔ (اعجاز اقبال)

دیہی خواتین کے حقوق کے تحفظ پر زور

حیدرآباد 15 اکتوبر کو پاکستان فشرفوک کے تحت دیہی خواتین کے عالمی دن کے موقع پر سیمینار میں حکومت سے خواتین کی صحت، تعلیم، اور بہتر روزگار کے لیے پالیسی بنانے کا مطالبہ کرتے ہوئے مقررین نے کہا ہے کہ خواتین فصل کی کاشت سے کٹائی تک مشقت کرتی ہیں مگر خوراک کی غیر منصفانہ تقسیم کے باعث ان کے بچے بھوک سے مر رہے ہیں۔ سیمینار سے فاطمہ مجید، زاہدہ ڈیتھو، پنھل ساریو، پروفیسر ممتاز شیخ اور دیگر نے کہا کہ خوراک ہمارا حق ہے، جو ہر شہری کو بلاتفریق مہیا اور ہر شخص کی اس تک رسائی ہونی چاہیے۔ اقوام متحدہ کے اعداد وشمار کے مطابق ترقی پذیر ممالک میں 43 فیصد دیہی خواتین زرعی زمینوں پر کام کرکے زیادہ سے زیادہ خوراک پیدا کرنے میں مشغول رہتی ہیں جبکہ علاقوں کے 76 فیصد لوگ غربت کا شکار ہیں۔ (لالہ عبدالحلیم)

بہن کو قتل کرنے والا بھائی والد سمیت گرفتار

کوہاٹ کوہاٹ شاہ پور میں خاتون کے قتل کو خودکشی کا رنگ دینے والے باپ بیٹے کو گرفتار کرکے مقدمہ درج کرلیا گیا۔ پولیس ذرائع کے مطابق تھانہ محمد ریاض شہید کی حدود میں واقع علاقہ شاہ پور کے موضع شوہ آباد میں سکینہ بی بی گھر کے اندر فائرنگ سے جاں بحق ہوگئی جس کی ہلاکت کی ابتدائی رپورٹ اس کے بھائی شہنشاہ کی مدعیت میں درج کی گئی، مدعی نے بتایا کہ اس کی بہن نے گھر کے اندر خود پر فائرنگ کرکے خودکشی کرلی ہے۔ تاہم پولیس نے ابتدائی تفتیش اور میڈیکل رپورٹ سامنے آنے کے بعد اس بات کا کھوج لگایا کہ خاتون نے خودکشی نہیں کی بلکہ اسے سر میں گولی مار کر قتل کیا گیا تھا۔ پولیس نے مقتولہ کے بھائی شہنشاہ اور والد جمان شاہ کو گرفتار کرلیا، ملزم شہنشاہ نے بتایا کہ انہوں نے والد کی مدد اور مشورے سے گھریلو چپقلش پر اپنی بہن سکینہ بی بی کو قتل کیا ہے۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی۔ (نامہ نگار)

تیس سالہ خاتون کی نعش برآمد

چارسدہ تھانہ سٹی کی حدود خیشگی سے خاتون کی نعش ملی ہے جسے نامعلوم افراد نے فائرنگ کرکے قتل کرنے کے بعد نعش کھیتوں میں پھینک دی۔ خاتون کی شناخت مسماۃ (ف) زوجہ بخت محمد سکنہ پیرانو کلے اتمانزئی کے نام سے ہوئی ہے جسے نامعلوم افراد نے فائرنگ کرکے قتل کیا اور نعش کھیتوں میں پھینک دی۔ پولیس نے پوسٹ مارٹم کے بعد نعش ورثاء کے حوالے کردی۔ مسماۃ (ف) 8 بچوں کی ماں تھی اور 40 روز قبل گھر سے پراسرار طور پر غائب ہوگئی تھی اور اس کی نعش 10 اکتوبر کو برآمد ہوئی۔ پولیس نے نامعلوم افراد کے خلاف ایف آئی آر درج کرلی تھی۔ (روزنامہ ایکسپریس)

دیہی خواتین کے مسائل پر توجہ دی جائے

پاکپتن ایچ آر سی پی کے ضلعی کور گروپ نے 15 اکتوبر کو ایک اجلاس منعقد کیا جس میں وکلاء صحافی، ہندو اور سماجی کارکنان، خواتین، نوجوانوں نے شرکت کی جن کی تعداد 30 تھی۔ پروگرام کے آغاز میں غلام نبی ڈھڈی نے کہا کہ آج کا دن پوری دنیا میں دیہی خواتین کا عالمی دن کے طور پر منایا جار ہا ہے جس کا مقصد دیہی خواتین میں شعور اجاگر کرنا ہے۔ ضلع پاکپتن میں دیہاتی خواتین بڑے مسائل سے دوچار ہیں۔ ان کو ان کے حقوق نہیں ملتے اور اس دن کے موقع پر مختلف پروگرام کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ حکومتی اداروں کو یاد دلانا ہوتا ہے تا کہ وہ ان کی بہتری کے لیے اپنی ذمہ داری ادا کریں۔ محترمہ یاسمین نے کہا کہ دیہاتی خواتین کی ایک کثیر تعداد کھیتوں میں کام کرتی ہے مگر وہ ہی سب سے زیادہ مسائل سے دوچار ہے۔ وہ پورا دن کام کرتی ہیں مگر اس کے بدلے میں ان کو سو سے دوسو روپے ملتے ہیں۔ جن سے ان کا گزر بسر بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ غلام مصطفیٰ بھٹی ایڈووکیٹ نے کہا کہ یہ خواتین کھاد بھی ڈالتی ہیں زہریلی ادویات بھی فصلوں میں ڈالتی ہیں تمباکو کی فصل میں بھی بہت کام کرتی ہیں مگر جب کبھی زہریلی ادویات یا تمباکو کی فصل میں کام کرتے ہوئے اکثر خواتین کو چکر آ جاتے ہیں تو ایسی صورت میں کسی بھی زمیندار نے کوئی حفاظتی اقدامات نہیں کیئے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں نہ ہی قریب کوئی صحت کی سہولت ہوتی ہے کئی خواتین فوت بھی ہو جاتی ہیں جن کو بروقت اگر کہیں سے طبی امداد مل جائے تو وہ بچ بھی جاتی ہیں حکومت بھی اس سلسلہ میں کوئی کام نہیں کر رہی ہے۔ میاں محمد عامر ہانس نے کہا کہ دیہاتی خواتین کی دوسری بڑی تعداد بھٹوں پر کام کرنے والی خواتین کی ہے ان کو بھی پوری مزدوری نہیں ملتی بیماری کی صورت میں علاج کا کوئی بہتر انتظام نہیں ہے۔ ڈلیوری سے پہلے اور فوراً بعد میں بھی ان خواتین کو کام کرنا پڑتا ہے۔ وہ سخت سردی اور سخت گرمی میں بھی کھلے آسمان تلے کام کرنے پر مجبور ہیں۔ جمیلہ اقبال سماجی کارکن نے کہا کہ اس کے بعد دیہاتی خواتین کی بہتری بڑی تعداد کڑھائی سلائی دوپٹوں ساڑھیوں پر کام کرنے والیوں کی ہے ان کی محنت کا پورا معاوضہ نہیں ملتا ہے ان کی محنت کا زیادہ حصہ مڈل مین لے جاتا ہے۔ ان خواتین کا کہنا ہے کہ انہیں کوئی منڈی تلاش کر کے دی جائے جہاں وہ ان سے ڈائریکٹ رابطہ کریں اور ہم کو اپنی محنت کی پوری اجرت ملے۔ اس کے ساتھ ساتھ مزید دستکاری سنٹرز کھولے جائیں جہاں پر بے روزگار خواتین تربیت حاصل کریں اور باعزت طریقے سے اپنا روزگار کما سکیں۔ امانت بی بی نے کہا کہ دیہاتی خواتین صحت کی سہولیات سے محروم ہیں۔ حاملہ ہونے کی صورت میں باقاعدگی سے چیک اپ نہیں کروا سکتی ہیں۔ ڈلیوری کی سرکاری سطح نہ ہونے کی وجہ سے غیر تربیت یافتہ دائیوں سے ڈلیوری کرواتی ہیں۔ حکومت دیہاتی خواتین کو ایسی سہولیات مہیا کرے تا کہ ان کی زندگی بھی آسان ہو۔ (غلام نبی)

فائرنگ سے 4 ہزارہ خواتین ہلاک

کوئٹہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں بس پر نامعلوم ملزمان کی فائرنگ کے نتیجے میں 4 خواتین ہلاک اور ایک زخمی ہو گئی۔ بس پر فائرنگ 4 اکتوبر کو کوئٹہ کے علاقے کیرانی روڈ پود کلی میں گئی جبکہ مقامی بس شہر سے ہزارہ ٹاؤن جارہی تھی۔ پولیس عہدیدار نے بتایا کہ 2 موٹرسائیکل سوار ملزمان نے مقامی بس پر فائرنگ کی، جس سے 4 خواتین ہلاک ہوئیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ابتدائی معلومات کے مطابق خواتین کا تعلق ہزارہ کمیونٹی سے تھا۔ کوئٹہ پولیس کے ڈی آئی جی آپریشنز کا کہنا تھا کہ فائرنگ کا نشانہ بننے والی بس پبلک ٹرانسپورٹ کی تھی، جس میں 8 خواتین سوار تھیں جن میں سے 5 کو نشانہ بنایا گیا۔ میڈیا رپورٹس میں کہا گیا کہ بس میں تقریباً 40 افراد سوار تھے۔ فائرنگ کے واقعے کے بعد پولیس اور ایف سی کی بھاری نفری جائے وقوع پر پہنچ گئی اور علاقے کو گھیرے میں لے لیا، جبکہ زخمی خاتون کو علاج کے لیے بولان میڈیکل ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان نواب ثناءاللہ زہری نے کوئٹہ میں بس پر فائرنگ کے واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے متعلقہ حکام سے اس کی رپورٹ طلب کر لی۔ انہوں نے فائرنگ سے قیمتی جانوں کے ضیاع پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے حکام کو ہدایت کی کہ واقعے میں ملوث ملزمان کی گرفتاری کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں۔ واضح رہے کہ بلوچستان میں گزشتہ ایک دہائی سے زائد عرصے سے حالات کشیدہ ہیں اور 15 سالوں میں اقلیتی برادری کو نشانہ بنائے جانے کے ایک ہزار 1400 سے زائد واقعات پیش آ چکے ہیں۔ (روزنامہ ڈان)

غیرت کے نام پر اہلیہ اور اس کے 'آشنا' کا قتل

جیکب آباد صوبہ سندھ کے ضلع جیکب آباد میں ایک شخص نے مبینہ طور پر غیرت کے نام پر اہلیہ اور اس کے آشنا کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ پولیس کے مطابق 3 اکتوبر کو جیکب آباد میں صدر پولیس اسٹیشن کی حدود میں موجود گاؤں دوست محمد رند میں ایک شخص نے کھیت میں کام کرتے ہوئے اپنی اہلیہ اور اس کے مبینہ آشنا کو فائرنگ کر کے ہلاک کیا۔ مقامی ایس ایچ او ایاز احمد پٹھان کے مطابق مقتولہ کی شناخت 30 سالہ زینب، اس کے مبینہ آشنا کی شناخت 32 سالہ علی حسن جاکھرانی کے نام سے ہوئی ہے جبکہ ملزم کی شناخت محمد سلیم رند کے نام سے کی گئی ہے، جو واقعے کے بعد فرار ہو گیا تھا۔ واقعے کے بعد پولیس نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر لاشوں کو جیکب آباد ہسپتال منتقل کیا جہاں انھیں پوسٹ مارٹم کے بعد ان کے ورثا کے حوالے کر دیا گیا۔ ادھر پولیس نے جائے وقوعہ سے شواہد جمع کرنے کے بعد خفیہ اطلاع پر کارروائی عمل میں لاتے ہوئے ملزم محمد سلیم رند کو گرفتار کر لیا اور اس کے قبضے سے قتل کیلئے استعمال ہونے والا ٹی ٹی پستول برآمد کیا۔ ایس ایچ او کا کہنا تھا کہ پولیس نے ملزم سے تفتیش کا آغاز کر دیا ہے تاہم اب تک واقعے کا مقدمہ درج نہیں کیا گیا۔ واضح رہے کہ ملک میں غیرت کے نام پر قتل کے رجحان میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اس طرح کے کئی واقعات روز رپورٹ ہو رہے ہیں۔ اب تک ملک میں غیرت کے نام پر قتل کے کیسز کے ملزمان، جن میں عام طور پر خاتون کو اس کے اپنے قریبی رشتہ دار ہی قتل کرتے ہیں، گرفتاری کے چند روز بعد ہی اس لیے آزاد ہو جاتے ہیں کیونکہ مقتولہ کے ورثا اسے معاف کر دیتے ہیں۔ 2 اگست کو سندھ کے ضلع شکارپور میں بھائی نے مبینہ طور پر 'ناجائز تعلقات' کے الزام میں اپنی بہن کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ یکم اگست کو سندھ کے ضلع بدین کے علاقے ماتلی میں سسر نے مبینہ طور پر کاروکاری کے الزام میں اپنی بہو کو قتل کر دیا تھا۔ اسی روز سندھ کے دارالحکومت کراچی کے علاقے نارتھ کراچی میں باپ نے اپنی 18 سالہ بیٹی کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا تھا۔ 30 جولائی کو صوبہ پنجاب کے ضلع وہاڑی میں بھی بھائی نے پسند کی شادی کرنے پر اپنی دو بہنوں کو مبینہ طور پر غیرت کے نام پر قتل کر دیا تھا۔ 23 جولائی کو خیبر پختونخوا کے ضلع شانگلہ میں ایک شخص نے بھائی کی مدد سے غیرت کے نام پر اپنی حاملہ اہلیہ کو قتل کر دیا تھا۔ تاہم ماڈل قندیل بلوچ کے اپنے بھائی کے ہاتھوں غیرت کے نام پر قتل کے بعد خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیموں اور متعدد سیاستدانوں کی جانب سے حکومت کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ اس حوالے سے سخت قوانین بنائے۔

(روزنامہ ڈان)

غیرت کے نام پر میاں بیوی کا قتل

کراچی صوبہ سندھ کے دارالحکومت کراچی کے علاقے شاہ لطیف ٹاؤن میں مبینہ طور پر جرگے کے فیصلے پر پسند کی شادی کرنے والے جوڑے کو قتل کر دیا گیا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق غیرت کے نام پر قتل کیے جانیوالے میاں بیوی عصمت اور عرفانہ بنارس اورنگی ٹاون کے رہائشی تھے اور ایک سال قبل ان دونوں نے پسند کی شادی کی تھی۔ رپورٹس میں کہا گیا تھا کہ تقریبا دو روز قبل 25 اکتوبر کو انھیں مبینہ طور پر جرگے میں بلایا گیا تھا اور جرگے کے فیصلے پر دونوں کو قتل کر کے لاشیں شاہ لطیف ٹاؤن کے قبرستان میں دفنا دی گئیں۔ ادھر ترجمان سندھ پولیس کے مطابق شاہ لطیف ٹاؤن میں مبینہ طور پر جرگے کے فیصلے پر پسند کی شادی کرنے والے میاں بیوی کے قتل کے حوالے سے میڈیا میں آنے والی رپورٹس پر آئی جی سندھ اے ڈی خواجہ نے نوٹس لے لیا۔ ترجمان سندھ پولیس کا کہنا تھا کہ آئی جی سندھ نے ڈی آئی جی ایسٹ سے واقعے کی فوری انکوائری اور ٹھوس پولیس اقدامات پر مشتمل تفصیلی رپورٹ پیش کرنے کی ہدایات کی ہے۔ دوسری جانب پولیس حکام نے شاہ لطیف ٹاؤن میں جرگے کے فیصلے پر میاں بیوی کو قتل کرنے کے الزام میں 66 ملزمان کی گرفتاری کا دعویٰ کیا ہے، جن میں خاتون کے سھائی اور سابق شوہر بھی شامل ہے۔ ایس ایس پی ملیر جاوید اکبر ریاض نے ڈان کو بتایا کہ پولیس نے جرگے کے فیصلے پر میاں بیوی کے قتل میں ملوث 6 ملزمان کو متعدد علاقوں میں چھاپوں کے دوران گرفتار کرلیا۔ ایس ایس پی ملیر کا کہنا تھا کہ عرفانہ نے تین سال قبل شادی کی تھی تاہم بعدازاں نامعلوم وجوہات کی بناء پر خاتون اور اس کے شوہر کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ بعدازاں خاتون نے ایک سال قبل گھر سے فرار ہو کر عظمت نامی شخص سے شادی کر لی تھی اور دونوں نے اورنگی ٹاؤن میں بنارس چوک کے قریب رہائش اختیار کر لی تھی۔ پولیس افسر نے بتایا کہ 3 روز قبل دونوں کو ان کے عزیزوں نے تلاش کیا اور انھیں بات اور باقاعدہ رخصتی کیلئے شاہ لطیف ٹاؤن میں منتقل کر دیا، لیکن خاندان کا نام بدنام کرنے پر ان کے قتل کا مطالبہ کیا گیا۔ خاتون کو اس کے سابق شوہر نے دیگر 3 افراد کے ساتھ مل کر گلا دبا کر قتل کیا جبکہ دیگر 3 افراد نے اس کے شوہر عظمت کو پارک میں لے جا کر گلا دبا کر قتل کر دیا اور ان کی لاشیں دفنا دی گئیں۔ ایس ایس پی ملیر کا کہنا تھا کہ ملزمان نے جوڑے کو جرگے کے فیصلے پر قتل کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ پولیس عہدیدار نے انکشاف کیا کہ کسی بھی شخص نے جوڑے کے قتل کا مقدمہ درج کرانے کیلئے پولیس سے رابطہ نہیں کیا جس پر پولیس نے ریاست کی مدعیت میں میاں بیوی کے قتل کا مقدمہ درج کرلیا۔ انھوں نے گرفتار ملزمان کی شناخت خاتون کے تین بھائیوں سعید نواز، سرفراز خان اور عمر نواز کے ناموں سے کی ہے، اس کے علاوہ دیگر ملزمان میں لال قادری، ہدایت اللہ اور اسحاق شامل ہیں۔ خیال رہے کہ پاکستان میں ہر سال عزت کے نام پر ایک ہزار سے زائد خواتین کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور ایسا اکثر خاندان کے افراد کی جانب سے ہوتا ہے۔ غیرت کے نام پر خواتین کے قتل کے واقعات عموماً پسند کی شادی کرنے، غیر مرد کے ساتھ تعلقات قائم کرنے اور خاندان و برادری کی فرسودہ روایات کے خلاف آواز اٹھانے کے باعث پیش آتے ہیں۔ واضح رہے کہ ملک میں غیرت کے نام پر قتل کے رجحان میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور روز اس طرح کے کئی واقعات پیش آ رہے ہیں۔ اب تک ملک میں غیرت کے نام پر قتل کے کیسز کے ملزمان، جن میں عام طور پر خاتون کو اس کے اپنے قریبی رشتہ دار ہی قتل کرتے ہیں، گرفتاری کے چند روز بعد ہی اس لیے آزاد ہو جاتے ہیں کیونکہ مقتولہ کے ورثا اسے معاف کر دیتے ہیں۔ تاہم ماڈل قندیل بلوچ کے اپنے بھائی کے ہاتھوں غیرت کے نام پر قتل کے بعد خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیموں اور متعدد سیاستدانوں کی جانب سے حکومت کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ اس حوالے سے سخت قوانین بنائے۔ اگرچہ گزشتہ سال ایوان بالا (سینیٹ) میں غیرت کے نام پر قتل کا ترمیمی بل منظور ہو چکا ہے، تاہم قانون پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے ملک کے مختلف حصوں بالخصوص اندرونی علاقوں میں ایسے واقعات تواتر سے پیش آتے رہتے ہیں اور کئی برادریوں میں اسے صحیح مانا جاتا ہے۔

(روزنامہ ڈان)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
  جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

6 لاشیں برآمد

پنجگور لیویز اہلکاروں کو بلوچستان کے ضلع پنجگور میں پاک۔ ایران سرحد کے قریب ایک مقام سے 6 لاشیں ملیں۔ گولیوں سے چھلنی لاشیں 2 اکتوبر کو پنجگور کے علاقے پروم سے برآمد کی گئیں۔ تمام لاشیں پروم علاقے کے ایک گھر سے ملیں، جبکہ تمام افراد کو قریب سے گولیاں مار کر قتل کیا گیا۔ مقتولین میں قبائلی رہنما عبدالمالک، ان کے 3 بیٹے اور 2 مہمان شامل ہیں۔ تمام لاشوں کو شناخت کے بعد پوسٹ مارٹم کے لیے ڈسٹرک ہیڈکوارٹر ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ لیویز نے واقعے کی تحقیقات شروع کر دی ہیں تاہم اب تک قتل کے محرکات معلوم نہیں ہو سکے اور نہ ہی کسی نے واقعے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ واضح رہے کہ اس سے قبل بھی بلوچستان کے مختلف علاقوں سے مسخ اور تشدد زدہ لاشیں برآمد ہوتی رہی ہیں۔ گزشتہ ماہ ضلع قلات کے علاقے نیمرغ سے گولیوں سے چھلنی 4 افراد کی لاشیں برآمد ہوئی تھیں۔ قبل ازیں رواں سال اپریل میں لیویز اہلکاروں نے ضلع کچھ کے علاقے ہوشاب سے گولیوں سے چھلنی 3 لاشیں برآمد کی تھیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

دنیا میں 71 کروڑ لوگ بھوک کا شکار، پاکستان کا 11 واں نمبر

حیدرآباد دنیا بھر میں بھوک کے شکار ممالک کی فہرست میں پاکستان گیارہویں نمبر پر آ گیا ہے۔ انٹرنیشنل فوڈ پالیسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آئی ایف پی آر آئی کی جانب سے بھوک کے شکار ممالک کی فہرست جاری کی گئی ہے۔ جس میں پاکستان کا نمبر گیارہ ہے۔ تاہم یہ صورتحال ماضی کے مقابلے میں بہتر ہے۔ غذائیت کی کمی کے حوالے سے پاکستان کے لیے صورتحال اب بھی انتہائی تشویشناک ہے۔ ادارے کی جانب سے گلوبل ہنگر انڈیکس 2016ء میں مختلف ممالک کے لوگوں کو خوراک کی دستیابی کی صورتحال کے مطابق انہیں صفر سے سو پوائنٹس کے درمیان تقسیم کیا گیا ہے۔ پاکستان 18 ممالک میں 11 ویں نمبر پر ہے اور اس کے 33.4 پوائنٹس ہیں۔ پاکستان سے 11 ممالک ایسے ہیں جہاں بھوک کا شکار لوگوں کا تناب زیادہ ہے۔ رپورٹ میں غذائیت کی کمی کے حوالے سے پاکستان کا سکول 33.4 ہے جو 2008ء میں 35.1 کے قریب تھا تاہم پاکستان کو اب بھی اپنے پڑوسی ممالک کے مقابلے میں اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے کافی موثر اقدامات کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بھارت اور بنگلہ دیش کا سکول بالترتیب 28.5 اور 27.1 ہے۔ جبکہ افغانستان کی صورتحال پاکستان سے بھی بدتر ہے اور اس کا سکول 34.8 ہے۔ بھارت کی صورتحال اس رپورٹ میں پاکستان سے بہتر جس کا اس فہرست میں بائیسواں نمبر ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ دنیا کے کل 70 کروڑ 95 لاکھ افراد بھوک کا شکار ہیں۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں کل آبادی کا بائیس فیصد حصہ غذائی کمی کا شکار ہے۔ اور آٹھ اعشاریہ ایک فیصد بچے پانچ سال سے کم عمر میں ہی انتقال کر جاتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق افغانستان کا نمبر آٹھواں اور بھارت کا بائیسواں ہے۔ بھارت نائجیریا اور انڈونیشیا سمیت 43 ممالک بھی تشویشناک کیٹیگری میں شامل ہیں۔ ادارہ کا کہنا ہے کہ 2030 تک دنیا سے بھوک کا خاتمہ کرنے کا ہدف تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب سیاسی طور پر اس کے حصول کی کوشش کی جائے اور جنگ و جدل کا خاتمہ ہو۔

(نامہ نگار)

امام بارگاہ کے نگران کار فائرنگ سے ہلاک

کراچی کراچی کے علاقے گلستان جوہر میں مشتبہ طور پر فرقہ وارانہ حملے میں امام بارگاہ کے ٹرسٹی و پرائیویٹ اسکولز ایسوسی ایشن کے سینئر عہدیدار ہلاک، جبکہ ان کا بیٹا شدید زخمی ہو گیا۔ پولیس حکام اور مذہبی جماعت کے عہدیداران کے مطابق 55 سالہ منصور زیدی اور ان کے بیٹے عمار منصور کو 8 اکتوبر کو مسلح افراد کی جانب سے گلستان جوہر کے بلاک 8 میں ان کے گھر کے باہر نشانہ بنایا گیا۔ فائرنگ سے باپ بیٹا شدید زخمی ہوئے جنہیں گلستان جوہر کے نجی ہسپتال منتقل کیا گیا، جہاں منصور زیدی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئے۔ بعد ازاں عمار منصور کو جناح ہسپتال منتقل کیا گیا۔ ناح ہسپتال کے شعبہ ایمرجنسی کی انچارج ڈاکٹر سیمی جمالی کا کہنا تھا کہ عمار کو سینے میں گولی لگی جس کے باعث اس کی حالت تشویشناک ہے۔ پولیس ترجمان کے مطابق منصور زیدی گلستان جوہر میں واقع امام بارگاہ زین العابدین کے نگران کار تھے۔ مجلس وحدت المسلمین کے ترجمان نے بتایا کہ باپ بیٹا دونوں مجلس میں شرکت کے بعد گھر پہنچے ہی تھے کہ ان پر حملہ کیا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ منصور زیدی، جو شاہ فیصل کالونی میں واقع مہرین اسکول کے مالک تھے، پرائیویٹ اسکولز مینجمنٹ ایسوسی ایشن کے سیکریٹری بھی تھے۔ انسپکٹر جنرل (آئی جی) سندھ پولیس اے ڈی خواجہ نے گلستان جوہر میں فائرنگ کے واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے ڈی آئی جی ایسٹ سے رپورٹ طلب کر لی۔ واضح رہے کہ کراچی میں معصوم شہریوں کے علاوہ گزشتہ چند ہفتوں میں پولیس اہلکاروں پر بھی فائرنگ کے متعدد واقعات پیش آ چکے ہیں۔ چند روز قبل کراچی کے علاقے بلوچ کالونی میں فائرنگ کے نتیجے میں ایک پولیس اہلکار ہلاک اور دوسرا زخمی ہو گیا تھا۔ گزشتہ ماہ کے اوائل میں کراچی کے علاقے ڈیفنس میں بھی نامعلوم ملزمان کی فائرنگ سے 2 پولیس اہلکار ہلاک ہو گئے تھے۔ سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس (ایس ایس پی) ساؤتھ ثاقب اسماعیل میمن نے ڈان سے بات کرتے ہوئے بتایا تھا کہ کار میں سوار مشتبہ ملزمان، ڈیفنس فیز 6 میں ڈیوٹی انجام دینے والے 2 پولیس اہلکاروں پر فائرنگ کر کے فرار ہو گئے۔

(نامہ نگار)

امام مسجد توہین مذہب کے الزام پر گرفتار

قصور کوٹ رادھا کشن کی پولیس نے توہین مذہب کے الزام میں ایک امام اور اس کے شاگرد کو گرفتار کر لیا۔ کوٹ رادھا کشن میں مرلی اتار گاؤں کے محمد امتیاز کی مدعیت میں پولیس کی جانب سے 13 اکتوبر کو درج کیے گئے مقدمے کے مطابق اس نے ایک گلی میں 17 سالہ نوجوان کو قرآن کے اوراق جلاتے ہوئے دیکھا۔ ایف آئی آر میں کہا گیا ہے کہ محمد امتیاز نے اس نوجوان کو اس کی حرکت پر سمجھانے کی کوشش کی، تو اس نوجوان نے زور دیا کہ قرآن کے شہید اوراق کو تلف کرنے کا درست طریقہ یہی ہے کہ ان کو جلانے کے بعد زمین میں دفن کر دیا جائے۔ مقدمے کے مطابق اس نوجوان نے اپنے موقف کی تائید کے لیے مقامی مسجد کے امام کو بھی بلایا جو کہ اس نوجوان کا استاد بھی تھا۔ امام مسجد نے بھی نوجوان کے عمل کو درست قرار دیا جبکہ مبینہ طور پر اپنے دعوے کی صداقت کے لیے حدیث بھی پیش کی۔ مقدمے کے مدعی نے جب یہ معاملہ اپنے نام نہاد پیر کو سنایا تو اس پیر نے اسے پولیس کو مطلع کرنے کی ہدایت کی۔ ان معلومات کی بنیاد پر پولیس مذکورہ مقام پر آئی جبکہ اس امام مسجد اور نوجوان کو گرفتار کر لیا۔ پولیس نے دونوں افراد کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

دو افراد کی نعشیں برآمد

صوابی گجو خان میرہ سے پولیس نے دو افراد کی لاشیں برآمد کیں پولیس نے لاشوں کو تحویل میں لیکر پوسٹ مارٹم کیلئے صوابی ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ 10 اکتوبر 2016 کو پولیس تھانہ صوابی کی رپورٹ کے مطابق اطلاع ملنے پر پولیس نے گجو خان میرہ سے دو لاشیں برآمد کیں جو شکل صورت سے ازبک معلوم ہو رہے تھے۔ پولیس نے لاشوں کو تحویل میں لیکر صوابی ہسپتال منتقل کر دیا جہاں پوسٹ مارٹم کیا گیا اور ایف آئی آر درج کر کے تفتیش شروع کر دی گئی۔

(روزنامہ آج)

نوجوان کی نعش برآمد

چمن 19 ستمبر کو چمن کے بائی پاس کے علاقے میں ایک خالی پلاٹ سے ایک نوجوان حزب اللہ قوم کاکوزئی کی گولیوں سے چھلنی نعش برآمد ہوئی۔ بعد ازاں لیوز نے لاش کو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال چمن منتقل کر دیا۔ پوسٹ مارٹم کے بعد لاش کو ورثاء کو دی گئی۔ لیویز نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔ (نامہ نگار)

امداد علی کو سزا دینا بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہوگی

پاکستان میں ڈاکٹروں کی جانب سے معذور قرار دیے گئے سزائے موت کے قیدی امداد علی کی وکیل سارا بلال کا کہنا ہے کہ اگر امداد علی کو پھانسی دی گئی تو یہ بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہوگی۔ انھوں نے صدر ممنون حسین سے استعدا کی ہے کہ وہ امداد علی کی سزا پر عمل درآمد روک دیں۔ یاد رہے کہ پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ نے اس مقدمے کی سماعت کے دوران فیصلہ سنایا ہے کہ سکریتز وفرنیا یعنی پراگندہ ذہنی ایک مرض نہیں ہے۔ عدالت کا کہنا تھا کہ یہ ایک مستقل مرض نہیں ہے چنانچہ اس کی بنیاد پر امداد علی کی سزائے موت روکی نہیں جا سکتی۔ امداد علی کی دفاعی ٹیم کا کہنا تھا کہ اس ذہنی مرض کی وجہ سے ان کے موکل کو پھانسی دینا غیر قانونی ہوگا۔ پچاس سالہ امداد علی نے 21 جنوری 2001 کو بورے والا میں ایک مدرس حافظ عبداللہ کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ 2002 میں انھیں سیشن کورٹ نے سزائے موت کا حکم سنایا تھا۔ یہ سزا ہائی کورٹ اور بعد ازاں سپریم کورٹ نے بھی برقرار رکھی۔ تاہم امداد علی کی اہلیہ صبیحہ بانو کا کہنا ہے کہ امداد قتل سے بہت پہلے ذہنی مریض بن چکا تھا۔ امداد علی کی لواحقین سے سوموار کو وہاڑی ڈسٹرکٹ جیل میں آخری ملاقات بھی کرادی گئی۔ اس موقع پر لواحقین نے ڈسٹرکٹ جیل کے باہر احتجاجی مظاہرہ بھی کیا۔ مقامی میڈیا کے مطابق عدالتی حکم نامے میں کہا گیا ہے کہ کیونکہ امداد علی کی حالت ادویات اور علاج سے بہتر ہوئی ہے۔ اسی لیے یہ ایک ناقابلِ علاج مرض نہیں اور ذہنی مرض کے زمرے میں نہیں آتا۔ امداد علی کے وکلا کا کہنا ہے کہ ان کے موکل کو جرم اور سزا کے تصور کی سمجھ ہی نہیں ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ امداد علی خلل خیالی اور اختباطی ذہن کا شکار ہیں۔ اقوام متحدہ کا بھی یہی موقف ہے کہ اگر امداد علی کو سزا دی گئی تو یہ بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہوگی۔ پاکستان کے مختلف طبی اداروں سے وابستہ 14 بڑے ماہرین نفسیات نے سینیٹ کو ایک کھلے خط میں امداد علی کو ذہنی مریض قرار دیتے ہوئے اس کی سزا پر عمل درآمد روکنے کا مطالبہ کیا تھا۔ خط میں کہا گیا تھا کہ امداد علی جیسے ذہنی مریض کو پھانسی کی سزا طبی اصولوں اور بین الاقوامی قوانین کے منافی ہے۔

(بی بی سی اردو)

احتجاجی ریلی

ٹوبہ ٹیک سنگھ عوامی ورکرز پارٹی پاکستان، ایچ آر سی پی ضلعی کور گروپ ٹوبہ ٹیک سنگھ اور پاکستان کسان کمیٹی کے زیر اہتمام ایک احتجاجی ریلی نکالی گئی اور شہباز چوک میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ احتجاجی ریلی نہری پانی کی چوری، ٹیلوں پر پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے ٹوبہ کے چھوٹے کسان اور کاشت کاروں کے استحصال، عوامی ورکرز پارٹی کے کارکنوں اور زرعی مزدوروں کو پولیس کی طرف سے حراساں کیے جانے اور شہریوں کو پینے کے صاف پانی کا میگا پراجیکٹ چھ سال میں بھی مکمل نہ ہونے کے خلاف نکالی گئی۔ ریلی کی قیادت عوامی ورکرز پارٹی کے مرکزی جنرل سیکرٹری فاروق طارق نے کی جس میں پاکستان کسان کمیٹی کے رہنما محمد نعیم فتح ایچ آر سی پی ٹوبہ ٹیک سنگھ کے کارکنوں، عوامی ورکرز پارٹی کے ضلعی صدر محمد زبیر، پارٹی کارکنوں، کسانوں اور مزدوروں سمیت خواتین نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔ یہ ریلی غلہ منڈی میں عوامی ورکرز پارٹی کے دفتر سے شروع ہوئی جو شورکوٹ روڈ سے ہوتی ہوئی شہباز چوک میں پہنچی جہاں ایک بڑا احتجاجی جلسہ منعقد ہوا۔ شرکا نے اپنے مطالبات کے حق میں بینرز اور پلے کارڈز اور سرخ پرچم اٹھائے رکھے تھے جن پر محنت کش مزدوروں پر ظلم کے خلاف، مہنگائی، بے روزگاری اور لاقانونیت کے خلاف نعرے درج تھے۔ مظاہرین نے ٹوبہ میں صاف پانی کی فراہمی کے لیے زیر تکمیل منصوبے کو مکمل کرنے کا مطالبہ کیا۔ جلسہ عام سے خطاب کے دوران عوامی ورکرز پارٹی کے مرکزی سیکرٹری جنرل فاروق طارق نے کہا کہ ٹوبہ کے شہریوں کو پینے کا صاف پانی مہیا کرنے کا سب سے بڑا منصوبہ جس کے لیے 84 کروڑ روپے سے زائد رقم مختص کی گئی تھی وہ رقم اورنج ٹرین میں لگا دی گئی ہے لیکن شہری آج بھی سیوریج ملا پانی پینے پر مجبور ہیں۔ انہوں نے کہا کہ چھ سال سے زائد عرصہ گزر گیا مگر پانی کی فراہمی کا منصوبہ ابھی تک مکمل نہیں ہو سکا۔ فاروق طارق نے کہا کہ ٹوبہ کھمانانوالہ روڈ کئی سال سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے مگر کسی ایم این اے، ایم پی اے اور سرکاری افسر نے سڑک کی تعمیر کے لیے کوئی کام نہیں کیا۔ نہروں، راجباہوں سے سرعام پانی چوری کر کے کسانوں کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ ٹیلوں پر نہری پانی نہیں پہنچ رہا۔ گندا پانی پینے سے شہری یرقان اور دیگر امراض میں مبتلا ہو رہے ہیں جبکہ حکمران اپنی عیاشیوں میں مگن ہیں۔ خطاب کے دوران انہوں نے کہا کہ ضلعی حکومت بھٹہ مزدوروں اور پاور لوم ورکرز کو ان کی مقررہ اجرت دلوانے میں بھی یکسر ناکام ثابت ہوئی ہے۔

(اعجاز اقبال)

محنت کش کے گھر کو آگ لگادی

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں اسسٹنٹ کمشنر نے عدالتی حکم امتناعی کو نظرانداز کرتے ہوئے محنت کش کے گھر کو سیاسی مخالفت کی بناء پر مسمار کر کے آگ لگا دی۔ ٹوبہ کے نواحی علاقہ 515 گ ب میں محنت کش بشیر احمد نے صحافیوں کو بتایا کہ وہ اپنے خاندان کے ہمراہ 40 سال سے اس علاقہ میں اپنا گھر بنا کر بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے بتایا کہ گزشتہ جنرل الیکشن میں ایک امیدوار کی سیاسی مخالفت کرنے پر ہمارے خلاف انتقامی کارروائی کی گئی اور ہمیں اسسٹنٹ کمشنر ٹوبہ کی جانب سے جگہ خالی کرنے کا نوٹس جاری کیا گیا۔ صحافیوں کو متاثرہ شخص نے بتایا کہ اس کی سول جج صابر حسین کی عدالت سے حکم امتناعی حاصل کیا اور عدالت نے اسسٹنٹ کمشنر کے پیش نہ ہونے پر وارنٹ گرفتاری بھی جاری کیے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ جس جگہ پر وہ 40 سال سے گھر بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں صرف اسی جگہ غیر قانونی طور پر کارروائی کر کے اسے گرایا گیا ہے جبکہ پورے گاؤں میں کسی اور جگہ کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ انہوں نے احتجاج کرتے ہوئے اعلیٰ حکام سے اپیل کی ہے کہ انہیں انصاف دلایا جائے۔

(اعجاز اقبال)

انسانی حقوق کی صورتحال میں بہتری کا مطالبہ

ملتان 27 اگست کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی ملتان سپیشل ٹاسک فورس نے اپنے دفتر میں انسانی حقوق کے کارکنان کا ماہانہ اجلاس منعقد کیا۔ اجلاس میں سول سوسائٹی، وکلاء اور انسانی حقوق کے کارکنوں نے شرکت کی اور درج ذیل ایجنڈے پر بات چیت کی۔

☆ بچوں کے اغوا کے بڑھتے ہوئے واقعات۔

☆ 2-30- اگست، جبری گمشدگیوں سے متاثرہ افراد سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن کے حوالے سے مشاورت۔

☆ انسانی حقوق کی موجودہ صورتحال۔

شرکاء کے تعارف کے بعد بات چیت کرتے ہوئے ایچ آر سی پی ملتان سپیشل ٹاسک فورس کے کوآرڈینیٹر فیصل محمود نے تمام ساتھیوں کی آمد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آج کے اس اہم اجلاس کا بنیادی مقصد ہمارے اردگرد بچوں کے اغوا سے متعلق بڑھتے ہوئے واقعات کا جائزہ لینا ہے ۔آئے روز اخبارات اور پرنٹ میڈیا میں اس حوالے سے خبریں سننے اور دیکھنے کو مل رہی ہیں اور لوگوں اور بچوں میں خوف کی فضاء پیدا ہو رہی ہے۔ والدین نے اپنے بچوں کو خوف کی وجہ سے سکولوں میں بھیجنا بند کر دیا ہے۔ بچے اپنے گھروں میں قید ہو کر رہ گئے ہیں جس کی وجہ سے ان کی ذہنی و جسمانی نشوونماء بھی متاثر ہو رہی ہے۔ جنوبی پنجاب میں بچوں کے اغوا اور جنسی زیادتی کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے مگر ساتھ ساتھ جھوٹی اور من گھڑت افواہوں نے بھی موجودہ حالات میں خوف و ہراس پیدا کر رکھا ہے۔ بچوں کے اغوا کی خبر سنتے ہی عوام مشتعل ہو جاتے ہیں اور مشتبہ شخص عورت ہو یا مرد پکڑ کر بغیر کوئی تصدیق کیئے تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔ ایس ایس پی آپریشن ملتان ڈاکٹر رضوان نے گزشتہ دنوں اپنے آفس میں HRCP ملتان کے وفد کو بتایا کہ گذشتہ ایک ہفتہ میں ملتان پولیس کو بچوں کے اغوا سے متعلق 83 ٹیلی فون کالز موصول ہوئی ہیں جن پر بروقت کاروائی کرتے ہوئے علاقہ پولیس موقع پر پہنچی لیکن تحقیق اور تفتیش کرنے پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے بچہ تو کوئی اغوا نہیں ہوا مگر جس شخص یا عورت کو عوام نے پکڑ کر تشدد کا نشانہ بنایا ہوتا ہے وہ شخص یا تو بھکاری ہوتا ہے یا ذہنی طور پر بیمار ہوتا ہے۔ ایس ایس پی آپریشن ملتان کے مطابق جنوبی پنجاب میں رواں سال میں بچوں کے اغواء سے متعلق تقریباً 250 مقدمات درج ہوئے ہیں جن میں زیادہ تر بچے گھریلو حالات اور والدین کے ناروا سلوک کی وجہ سے گھروں سے بھاگے ہیں۔ عما نوایل عاصینے کہا کہ میرے خیال میں دہشت گرد عناصر سکولوں اور کالجوں میں سکیورٹی سخت ہونے کی وجہ سے حملہ نہیں کر پا رہے اس لئے کسی نہ کسی ذرائع سے اس طرح کی افواہیں پھیلا کر معاشرے میں خوف و ہراس پیدا کر رہے ہیں تاکہ ہمارا آنے والا مستقبل تباہ ہو جائے۔ ملک میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے مگر افسوس کی بات ہے کہ ہماری ریاست اس پر کوئی توجہ نہیں دے رہی۔ شیخ شعیب امجد ایڈووکیٹ نے بات چیت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ بچوں کے اغوا کے واقعات بھی ہو رہے ہیں مگر زیادہ تر لوگ افواہیں پھیلا رہے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں میں بے چینی اور خوف پایا جاتا ہے۔ ہمیں من گھڑت افواہوں پر یقیناً نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی راہ چلتے افراد کو پکڑ کر بغیر تصدیق کیئے تشدد کا نشانہ بنانا چاہیے۔ عاصمہ خان ایڈووکیٹ نے کہا کہ اس وقت پورے ملک میں بچوں کے اغوا اور ان کے جنسی اعضاء نکالنے کے واقعات کی خبریں گردش کر رہی ہیں جو کہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ ہسپتالوں میں نومولود بچوں کے اغوا کے واقعات ہوں یا بچوں سے جنسی بدفعلی کے واقعات، ہمارے ادارے ان سب پر قابو پانے میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ طاہر الماس اور محمد حسین نے کہا کہ ملک میں امن وامان میں کوئی بہتری دکھائی نہیں دیتی۔ اخبارات میں آئے روز انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق خبریں رپورٹ ہوتی رہتی ہیں جبکہ ہمارے ادارے منتخب حکومت کو سب اچھائی کی رپورٹ دیتے ہیں۔ کچھ دنوں سے بچوں کے اغوا اور جسمانی اعضاء کے نکالنے کی خبریں پڑھنے اور سننے کو مل رہی ہیں مگر ہماری ریاست اس حوالے سے بالکل خاموش ہے عوام خود سے فیصلے کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں ملتان کے نواحی علاقہ موضع بلی والا میں نامعلوم بوڑھی عورت کو بچے کے اغوا کے شبہ میں مشعل عوام نے تشدد کر کے ہلاک کر دیا جبکہ دیگر علاقوں سے بھی بچوں کے اغوا پر مشتبہ افراد پر تشدد کی خبریں منظر عام پر آتی ہیں۔ شاہد لودھی اور غلام حیدر تھہیم نے کہا کہ ملک میں انسانی حقوق کی بڑھتی خلاف ورزیوں کی ایک وجہ ہم خود بھی ہیں۔ ہم خود بھی لوگوں کو حقوق فراہم نہیں کرتے۔ اگر ہم خود انسانی حقوق کا احترام کریں اور اس پر عمل کریں تو انسانی حقوق کی ہونے والی خلاف ورزیوں میں کافی حد تک کمی آجائے گی۔ ہم میں برداشت نہیں رہی اس لئے ہم لوگ کوئی بھی بات سوچے سمجھے اور تصدیق کیئے بغیر تسلیم کر لیتے ہیں جس سے حالات مزید خراب ہو جاتے ہیں اور آج یہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ بچوں کے اغوا سے متعلق لوگوں سے گزارش ہے کہ تحقیق اور تصدیق کر کے قانون نافذ کرنے والے اداروں سے رابطہ کریں۔ اجلاس میں تمام شرکاء کی جانب سے 30 اگست، جبری گمشدگیوں کا شکار افراد سے اظہار یکجہتی کے عالمی دن کے حوالے سے ملتان پریس کلب کے سامنے پرامن ریلی کا پروگرام طے کیا گیا۔ اجلاس میں نبیلہ خان، زیب رسول، عیسی بھٹہ، ساجد شبیر ایڈووکیٹ، محمد یونس، محمد نواز، مہر اشرف، رانا اقبال، راؤ عبدالوکیل، نوید اختر، رانا سعید، شاہد امیری اور محمد اکمل نے بھی بات چیت کی۔

(ایم اکمل، ایچ آر سی پی سپیشل ٹاسک فورس ملتان)

دو گروپوں میں تصادم، ایک شخص ہلاک

چمن چمن کے علاقہ توبہ اچکزئی میں دو گروپوں کے درمیان معمولی تکرار پر لڑائی شروع ہوئی جس کے نتیجے میں فائرنگ سے ایک شخص فیض اللہ ہلاک اور دوسرا شخص عزیز اللہ شدید زخمی ہو گئے۔ جنہیں فوری طور پر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال چمن منتقل کر دیا گیا جہاں ضروری کارروائی کے بعد لاش کو ورثاء کے حوالے کر دیا۔ لیویز نے مقدمہ درج کر کے ملزمان کی تلاش شروع کر دی ہے۔

(محمد صدیق)

ایک نوجوان کی لاش برآمد ہوئی

کرم ایجنسی 27 اگست کو لوئر کرم ایجنسی کے علاقے منڈا میں ایک سولہ سالہ لڑکے کی لاش برآمد ہوئی جس کو پستول سے سر پر گولی مار کر قتل کرنے کے بعد ایک درخت کے نیچے بیٹھنے کی حالت میں چھوڑ گئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا ڈومیسائل سرٹیفکیٹ بھی موجود تھا جس پر ان کا نام راہب اللہ ولد عبدالغفور لکھا گیا تھا۔ منڈا گاؤں کے باشندوں کے کہنا ہے کہ مقتول اسی گاؤں کے ایک باشندے شفیع خان کے بھانجے تھے۔ حکام نے لاش کو قبضے میں لیکر تحقیقات کا آغاز کر دیا ہے اور گاؤں منڈا کے چار افراد کو حدود ذمہ داری کے تحت گرفتار کیا گیا ہے۔ مقتول کے ایک رشتہ دار حاجی ظاہر خان کے مطابق مقتول ایک شریف اور اچھا لڑکا تھا جبکہ ان کے والد کا کہنا ہے کہ وہ سیر و تفریح کی غرض سے یہاں آیا تھا۔ اس سے دو ہفتے قبل لوئر کرم کے علاقے احمدی شمع میں ضلع ہنگو کے علاقے ٹل کے رہائشی رشید ولد زبیر گل کی لاش برآمد ہوئی تھی جن کی عمر 15 سال تھی اور ان کی سوزکی وین تاحال برآمد نہیں ہو سکی۔

(نامہ نگار)

بھٹہ مزدوروں کے حقوق کے تحفظ پر زور

ملتان جسٹس اینڈ پیس کمیشن-ایم ایس ایل سی پی، ملتان کے زیرِاہتمام بھٹہ مزدور یونینز کے عہدیداران کی تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا جسمیں پانچ یونینز خوشحال، الفتح، آزاد، فلاح اور بھٹہ لیبر یونین کے عہدیداران نے شرکت کی، ان میں یونین کے صدر، نائب صدر، جنرل سیکرٹری، جوائنٹ سیکرٹری اور فنانس سیکرٹری شامل تھے۔ مختلف عہدے اوران کی ذمہ داریوں کے بارے میں بھٹہ مزدوروں کو آگاہ کیا۔ تربیتی ورکشاپ کا مقصد یونین سازی کی اہمیت اور کام کرنے کے طریقہ کار کے بارے میں عہدیداران کی تربیت کرنا تا کہ وہ یونین کے پلیٹ فارم سے اپنے مسائل کو حل کر سکیں۔
نعیم ہارون (کوارڈینیٹر جبری مشقت) اور ایڈووکیٹ ندیم پرواز نے یونین سازی کی اہمیت اور کام کے طریقہ کار پر تربیت دی تھی۔

نعیم ہارون نے ''یونین سازی کی اہمیت'' پر بات کرتے ہوئے کہا کہ یونین بنانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ دوسروں کے ہاتھوں کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے مسائل خود حل کریں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کیلئے یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ حکومتی سطح پر کون کون سے قوانین بن رہے ہیں۔ انہوں نے یونین سازی کے فوائد پر گروپ ورک کروایا جس میں مختلف یونینز کے عہدیداران نے بھرپور حصّہ لیا۔ بھٹہ مزدوروں نے یونین سازی کے فوائد کے حوالے سے بتایا کہ یونین کے پلیٹ فارم سے بھٹہ مزدور اپنے سوشل سیکورٹی کارڈ بنوا سکتے ہیں، مظلوموں کی آواز بن سکتے ہیں اور ان کے مسائل حل کرنے کیلئے اپنا کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ حکومت اور بھٹہ مالکان سے اپنے مطالبات منوا سکتے ہیں، مزدوروں کے آپس کے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے، بھٹہ مالکان سے مناسب اجرت پر بات کر سکتے ہیں، یونین سازی کی بدولت مزدوروں میں خود اعتمادی بڑھے گی۔

عظمت ہدایت نے دو بھٹہ مزدوروں کے مسائل آپ بیتی کی صورت میں بیان کیے۔ جس میں انہوں نے بھٹہ مزدوروں کے ساتھ ہونے والے دو واقعات بیان کیے تا کہ ورکشاپ میں شریک بھٹہ مزدور خود ان مسائل کا حل بیان کریں اور مستقبل میں بھی اپنے دوسرے ساتھی بھٹہ مزدوروں کے مسائل کو حل کرنے کیلئے متحد ہو کر اپنا کردار ادا کر سکیں۔

ایڈووکیٹ ندیم پرواز نے ''یونین کے کام کے طریقہ کار'' پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یونین ایک ادارہ ہے جو باقاعدہ طور پر حکومت سے اپنے مطالبات منوا سکتے ہیں لہٰذا بحیثیت یونین کے عہدیداران کو اپنے کردار کی اہمیت اور کام کے طریقہ کار کو سمجھنے کی ضرورت ہے تا کہ وہ بہتر طور پر بھٹہ مزدوروں کے مسائل حل کر سکیں۔ انہوں نے مزدوروں سے گروپ ورک کروایا تا کہ مزدور یونین عہدیداران کے کردار کی اہمیت کو سمجھ سکیں جس میں انہوں نے مزدوروں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ مزدوروں کی آپس میں نا اتفاقی ہی ان کے مسائل کے حل میں بڑی رکاوٹ ہے۔

اس کے ذریعے سے انہوں نے مزدوروں کو بتایا کہ دنیا بھر کے مزدوروں کے مسائل تقریباً ایک جیسے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی کبھار یونین بنانے کے باوجود مسائل جوں کے توں ہی ہیں اس کی ایک بڑی وجہ بھٹہ مزدوروں میں اتحاد کا نہ ہونا ہے کیونکہ مزدور خود ہی متحد نہیں ہیں، آپس میں رابطے میں بھی نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک دوسرے کے مسائل سے بھی ناواقف ہیں۔ یونین کی میٹنگ کرنے کیلئے بھی سرمایہ دستیاب نہیں، تعلیم اور صلاحیت نہیں ہے، ایک دوسرے کے بھٹوں پر موجودہ ریٹ سے بھی لاعلم ہیں۔ انہی مسائل کی بدولت یہ اپنے مسائل کو حل کرنے سے قاصر ہیں مگر یونین بنانے کا مقصد اپنے مسائل پر خود قابو پانا ہے۔

تربیتی ورکشاپ کے اختتام پر ہائی سینٹ پیٹر (ایگزیکٹو سیکرٹری جے پی سی) نے تمام تربیت کاروں اور بھٹہ مزدوروں کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ امید ہے کہ جسٹس اینڈ پیس کمیشن کی بھٹہ مزدور عہدیداران کی تربیت کرنے کی یہ کاوش جس میں ہم چاہتے ہیں کہ بھٹہ مزدوروں کی تمام یونینز اپنے مزدوروں کے مسائل حل کرنے کیلئے اپنا بھرپور کردار ادا کریں تا کہ آج کا مزدور بہتر زندگی گزار سکے۔

رپورٹ: حفصیاہ افتخار

اسسٹنٹ کوارڈینیٹر، جے پی سی، ملتان

مقامی تاجروں کو حراساں کرنے کی کوشش

چمن 12 لاکھ نفوس پر مشتمل آبادشہر چمن ایک سرحدی پٹی پر قائم ہے۔ چمن شہر کے شہری پاک افغان بارڈر عبور کر کے افغانستان جاتے ہیں۔ روزانہ آنے جانے والے شہریوں کی تعداد تین ہزار نفوس سے زائد ہے۔ تاجروں کی معیشت کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ جس میں پاک افغان بارڈر پر سکیورٹی فورسز شناختی کارڈ کی آڑ میں مقامی تاجروں کو باقاعدہ طور پر ہراساں کیا جا رہا ہے۔ انجمن تاجران کے صدر محمد صادق اچکزئی، جنرل سیکرٹری داد شاہ، بہادر خان اور احمد خان اور دیگر نے ایچ آر سی پی کے نامہ نگار کو بتایا کہ چمن سے کوئٹہ تک دو درجن سے زائد چیک پوسٹوں پر مسافروں کو بلاوجہ تنگ اور چمن شہرا شیائے خوردونوش لانے پر خود ساختہ پابندی لگا رکھی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ایف سی کمانڈنٹ اور کسٹم کلکٹر کے درمیان ایک میٹنگ میں کچھ فیصلے بھی ہوئے تھے۔ جس میں یہ فیصلہ بھی تھا کہ چمن کے قبائل کو روزانہ چار گھنٹے تک راستہ دیا جائے گا۔ لیکن تا حال کوئی اقدامات نہیں اٹھائے گئے ہیں۔ حکومت سے پرزور اپیل ہے کہ پرانا طریقہ کار تجارت برقرار رکھا جائے اور شہریوں کو بلاوجہ تنگ نہ کیا جائے۔

(نامہ نگار)

تشدد شدہ نعش برآمد

رینالہ خورد رینالہ خورد کے قریب نہر لوئر باری دوآب سے ایک خاتون کی مسخ شدہ لاش ملی ہے جو کہ مسلسل پانی میں رہنے کی وجہ سے ناقابل شناخت تھی۔ مقامی شہری محمد احمد نے بتایا کہ 27 ستمبر کو نہر لوئر باری دوآب سے ایک خاتون کی گلی سڑی لاش برآمد ہوئی جس پر مقامی لوگوں نے رینالہ خورد پولیس کو اطلاع دی اور پولیس نے موقع پر پہنچ کر لاشیں قبضہ میں لے کر پوسٹ مارٹم کے لیے لاش کو ٹی ایچ کیو ہسپتال رینالہ خورد منتقل کر دیا ہے۔

(اصغر حسین حماد)

تشدد ترک کرنے پر زور

جھنگ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے 2 اکتوبر کو عدم تشدد کے عالمی دن پر ایک تقریب منعقد کی جس میں مختلف مکتبہ فکر کے لوگوں نے شرکت کی ۔ ایچ آر سی پی کے ضلعی کور گروپ کو آرڈینیٹر قمر زیدی نے کہا کہ آج پوری دنیا خصوصاً پاکستان کا سب سے بڑا حصہ عدم برداشت کا شکار ہے ۔ جس کے نتیجے میں معاشرے میں بدامنی پھیل رہی ہے ۔ دینا بھر میں ایک معاشی اصول مشترک ہے کہ جہاں بدامنی ہوگی سرمایہ کار وہاں سے بھاگ جائے گا ۔ معاشی سرگرمیاں ماند پڑ جائیں گی ۔ جس معاشرے میں بیروزگاری بڑھ جاتی ہے، معاشرے میں دلیل کی بجائے تذلیل کا راج ہوتا ہے ۔ فیصلے عقل کی جائے جذبات سے کئے جاتے ہیں اور قانون طاقت ور کا ہتھیار بن جاتا ہے ۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے میں عدم تشدد کو فروغ دیا جائے ۔ برداشت کا کلچر پیدا کیا جائے گا ۔ رواداری سے کام لیا جائے ، لوگوں کو ان کے حقوق دیئے جائیں ۔ لوگوں کے حقوق کا احترام کیا جائے اور یہ سب کچھ مل جل کر ہی ممکن ہے ۔ آج اس کی اس نشست کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم سماج میں مسائل کے حوالے ڈائیلاگ کریں ۔ خالد پرویز ایڈووکیٹ نے کہا کہ کور گروپ نے آج جس طرح ایک اہم ایشو کے حوالے سے ڈائیلاگ کا اہتمام کیا ہے ۔ اس پر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی تعریف کی جانے اور امید کی جاسکتی ہے کہ آئندہ بھی اس قسم کی نشستوں کا اہتمام کیا جائے گا ۔ خالد پرویز نے مزید کہا کہ کسی بھی پر تشدد معاشرے میں نہ جان محفوظ ہوتی ہے اور نہ مال و عزت ، لہذا یہ کسی ایک فرد ، گروپ یا قبیلے کا مسئلہ نہیں اس پر ہم سب کو یکجا ہونا اور اپنا اپنا کردار ادا کرنا ہوگا ۔ انہوں نے کہا کہ حکومتی رویہ میں بھی تبدیلی کی ضرورت ہے اور سیاسی رہنماؤں کے علاوہ مذہبی رہنماؤں کا بھی فرض ہے کہ وہ تشدد پر مبنی یا پر تشدد بیانات دینے سے گریز کریں ۔ میڈیا کا فرض ہے کہ وہ تشدد پر مبنی بیانات کو جگہ نہ دیں ، سنسنی خیزی نہ پھیلائی جائے ، نجی چینل کے نمائندے مبشر نقوی نے کہا کہ ابھی میڈیا کے حوالے سے جو بات کی گئی ہے وہ اس کی بھرپور تائید کرتے ہیں کیونکہ میڈیا خصوصاً الیکٹرونک میڈیا پر پرتشدد واقعات دکھانے سے بھی کافی خرابیاں پیدا ہورہی ہیں ۔ روٹری کلب جھنگ کے صدر مسعود اسلم نے کہا کہ ہم ہر قسم کے تشدد کے خلاف ہیں اور اس کی مذمت کرتے ہیں ۔ کوشش کررہے ہیں کہ لوگوں بالخصوص نوجوانوں کو سماجی سرگرمیوں کا حصہ بن کر اپنا فرض پورا کرنے کو تیار کریں ۔ نجم القمر فاؤنڈیشن کی صدر محترمہ نجم النساء نے کہا کہ معاشرے میں بڑھتا ہوا تشدد انہیں جنگ و جدل و قتل کی طرف دھکیل رہا ہے اور لوگوں میں برداشت اور رواداری ختم ہو رہی ہے ۔ ہم نے گزشتہ 35 سال قبل نفرت ، تشدد اور دہشت گردی کی فصل جو بوئی تھی ہم آج تک اس کے نتائج بھگت رہے ہیں ۔ ہمارے پاس یعنی پوری دنیا کے پاس ایک متفقہ دستاویز ''انسانی حقوق کے اعلامیہ'' کی صورت میں موجود ہے ۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم انسانی حقوق کی تعلیم کو عام کریں ۔ دنیا کے تمام مذاہب نے پیار ، محبت ، امن اور رواداری کا سبق دیا ۔ ہم اس پر عمل کر کے اپنے معاشرے کو پرامن اور خوشحال بنا سکتے ہیں ۔ کیتھولک کمیونٹی کے نمائندے پال نے کہا کہ ویسے تو ملک میں پرتشدد سرگرمیوں کا ہر پاکستانی شکار ہے لیکن ہماری کمیونٹی اور ہمارے مذہبی ادارے عبادت گاہیں سب سے زیادہ غیر محفوظ ہیں ۔ ہماری کمیونٹی کے نوجوان تعلیمی اداروں میں داخلہ پالیسی سے لے کر معاشرتی رویہ تک ہم ذہنی تشدد کا ہر وقت شکار رہتے ہیں ۔ ہمارے خلاف خلاف نعرہ بازی سے لے کر فتویٰ سازی تک ہر وقت یہ انڈسٹری کا کام کر رہی ہے لیکن ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم عدم تشدد کا عملی نمونہ بن کر معاشرہ کو ایک روادار معاشرہ بنانے میں اپنا کردار ادا کریں ۔

(قمر زیدی)

تین خواتین کے قتل کی تحقیقات کا مطالبہ

----- ویمن ایکشن فورم (ڈبلیو اے ایف) نے حال ہی میں ان تین خواتین کے قتل پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے جن کی جھلسی ہوئی نعشیں صوبائی دارالحکومت سے برآمد ہوئی تھیں ۔ ڈبلیو اے ایف نے اس المناک واقعے کی تحقیقات پر اثر انداز ہونے کی کوششوں کی تحقیقات کا بھی مطالبہ کیا ہے ۔ جمعہ کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کہا گیا کہ جلائی گئیں خواتین جن کی عمریں 18 سے 24 سال کے درمیان بتائی جاتی ہیں ، کی نعشیں پشاور کے علاقے تہکال کی آبادی چان ماری سے برآمد ہوئیں جس نے تمام لوگوں کو دہلا کر رکھ دیا ۔ ڈبلیو اے ایف کا کہنا ہے کہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اکیسویں صدی میں بھی خواتین کے قتل اور انہیں جلائے جانے کے گھناؤنے واقعات پیش آرہے ہیں ۔ خواتین کے حقوق کی تنظیموں کا ماننا ہے کہ اگر ماضی میں ایسے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جاتا تو کوئی بھی ایسے بھیانک جرم کا ارتکاب کرنے کی جرأت نہ کرتا ۔ ڈبلیو اے ایف نے اس بات پر برہمی کا اظہار کیا کہ میڈیا میں کچھ بے اصول عناصر قتل ہونے والی خواتین کے کردار پر بہتان لگا رہے ہیں تاکہ وہ پولیس کی تحقیقات پر اثر انداز ہوسکیں کیوں کہ ان خواتین کا دفاع کرنے والا کوئی نہیں ۔ خواتین کے حقوق کی تنظیموں نے مطالبہ کیا ہے کہ ان خواتین کی سفاکانہ قتل کی شفاف اور فوری تحقیقات کی جائیں اور مجرموں کو گرفتار کر کے انہیں سزا دی جائے ۔ ڈبلیو اے ایف نے یہ بھی کہا کہ عوام اور تفتیش کنندگان کو گمراہ کرنے کی کوششیں کامیاب نہیں ہوں گی ۔ اس مقدمے میں انصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے ۔ خواتین کے خلاف جرائم کو کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ویمن ایکشن فورم)

6 نعشیں برآمد

پنجگور لیویز اہلکاروں کو بلوچستان کے ضلع پنجگور میں پاک ۔ ایران سرحد کے قریب ایک مقام سے 6 لاشیں ملیں ۔ گولیوں سے چھلنی لاشیں 2 اکتوبر کو پنجگور کے علاقے پروم سے برآمد کی گئیں ۔ لیویز عہدیدار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر ڈان ڈاٹ کام کو بتایا کہ تمام لاشیں پروم علاقے کے ایک گھر سے ملیں ، جبکہ تمام افراد کو قریب سے گولیاں مار کر قتل کیا گیا ۔ عہدیدار کا کہنا تھا کہ مقتولین میں قبائلی رہنما عبدالمالک ، ان کے 3 بیٹے اور 2 مہمان شامل ہیں ۔ تمام لاشوں کو شناخت کے بعد پوسٹ مارٹم کے لیے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال منتقل کردیا گیا ۔ واضح رہے کہ اس سے قبل بھی بلوچستان کے مختلف علاقوں سے مسخ اور تشدد زدہ لاشیں برآمد ہوتی رہی ہیں ۔ گزشتہ ماہ ضلع قلات کے علاقے نیمرغ سے گولیوں سے چھلنی 4 افراد کی لاشیں برآمد ہوئی تھیں ۔ قبل ازیں رواں سال اپریل میں لیویز اہلکاروں نے ضلع کچھ کے علاقے ہوشاب سے گولیوں سے چھلنی 3 لاشیں برآمد کی تھیں ۔

(روزنامہ ڈان)

کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہدحق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 23 ستمبر سے 23 اکتوبر تک 7 افراد پر کارو کاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 4 خواتین اور 3 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی او روجہ	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار /نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن /اخبار
29 ستمبر	مسماۃ سمی	خاتون	۔	شادی شدہ	پیریل	۔	خاوند	گاؤں کوریجہ ڈھوڑی، جھل مگسی	۔	۔	۔	رحمت اللہ
29 ستمبر	حاکماں بی بی	خاتون	۔	۔	پیریل	۔	باپ	گاؤں کوریجہ ڈھوڑی، جھل مگسی	۔	۔	۔	رحمت اللہ
4 اکتوبر	زینت	خاتون	25 برس	شادی شدہ	سلیم رند	بندوق	شوہر	جیکب آباد	درج	۔	۔	روزنامہ کاوش
4 اکتوبر	علی حسن	مرد	30 برس	۔	سلیم رند	بندوق	اہل علاقہ	جیکب آباد	درج	۔	۔	روزنامہ کاوش
5 اکتوبر	مٹھوشر	مرد	۔	۔	۔	بندوق	اہل علاقہ	اوباڑو، گھوٹکی	درج	۔	۔	روزنامہ کاوش
20 اکتوبر	لیاقت علی	مرد	30 برس	شادی شدہ	چاکر بروہی	بندوق	بھائی	خان پور، شکارپور	درج	۔	۔	روزنامہ کاوش
20 اکتوبر	حسینہ	خاتون	25 برس	۔	چاکر بروہی	بندوق	۔	خان پور، شکارپور	درج	۔	۔	روزنامہ کاوش

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 23 ستمبر سے 23 اکتوبر تک 96 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 63 خواتین شامل ہیں۔ 62 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 13 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار /نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن /اخبار
23 ستمبر	۔	بچہ	10 برس	غیر شادی شدہ	عظیم	اہل علاقہ	چک 114 گل، سانگلا ہل	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس
24 ستمبر	فیصل	مرد	15 برس	غیر شادی شدہ	اللہ دتہ، شیر عباس	اہل علاقہ	موضع بوڑی، جھنگ	درج	۔	روزنامہ نئی بات
25 ستمبر	بلال احمد	مرد	17 برس	غیر شادی شدہ	آصف، عمران، عرفان، غضنفر	اہل علاقہ	515 ای بی، بورے والا	درج	ایک گرفتار	روزنامہ خبریں
26 ستمبر	الف	خاتون	۔	۔	ہاشم	اہل علاقہ	تھانہ صدر، ڈی جی خان	درج	۔	ایکسپریس ٹریبیون
26 ستمبر	ع	خاتون	۔	۔	اظہار الحق	اہل علاقہ	194 رب، کھرڑیاں والا، فیصل آباد	۔	۔	روزنامہ نئی بات
27 ستمبر	۔	خاتون	۔	۔	عاشق، قیصر، عتیق الرحمان، ساتھی	اہل علاقہ	گرین ٹاؤن، عارف والا	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس
27 ستمبر	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	گولیاں والا، شیخوپورہ	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس
27 ستمبر	ح	بچی	11 برس	غیر شادی شدہ	ساجد، منان	اہل علاقہ	پرانی منڈی، وارڈ نمبر 11، پتوکی	۔	۔	روزنامہ مشرق
27 ستمبر	عارف	بچہ	12 برس	غیر شادی شدہ	حنیف، عرفان	اہل علاقہ	ڈیرہ غازی خان	درج	۔	روزنامہ خبریں ملتان
27 ستمبر	وارث	بچہ	12 برس	غیر شادی شدہ	باغ علی	اہل علاقہ	چک 5 پی، خان پور	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں ملتان
28 ستمبر	پ	خاتون	۔	شادی شدہ	رب نواز	اہل علاقہ	ترنڈہ محمد پناہ، خان پور	درج	۔	روزنامہ خبریں ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
28 ستمبر	ش	بچی	9 برس	غیرشادی شدہ	شرافت	رشتہ دار	بہاول پور	درج	-	خواجہ اسد اللہ
28 ستمبر	-	بچہ	7 برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	غالب مارکیٹ، لاہور	درج	-	پاکستان ٹائمز
28 ستمبر	عظیم	بچہ	10 برس	غیرشادی شدہ	مبشر	اہل علاقہ	واسو آستانہ، جھنگ	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
28 ستمبر	ک	خاتون	-	-	عمیر	اہل علاقہ	چک 68، فیصل آباد	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
28 ستمبر	ر۔ک	خاتون	-	-	علی رضا	اہل علاقہ	چک 90/9 ایل، ساہیوال	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
28 ستمبر	پ	خاتون	-	شادی شدہ	-	اہل علاقہ	چک 214، جڑاں والا	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
28 ستمبر	ف	خاتون	18 برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	ساجووال، شیخوپورہ	-	-	روزنامہ ایکسپریس
28 ستمبر	-	خاتون	-	غیرشادی شدہ	عابد	اہل علاقہ	123/6 آر، ہارون آباد	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
29 ستمبر	ش	خاتون	16 برس	غیرشادی شدہ	نوشیر ڈھڈی	اہل علاقہ	523 ای بی، بورے والا	-	-	روزنامہ نئی بات
29 ستمبر	الف	خاتون	15 برس	غیرشادی شدہ	اسلم، ساتھی	اہل علاقہ	451 ای بی، بورے والا	-	-	روزنامہ نئی بات
30 ستمبر	س	بچی	7 برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	چک ماچھی سنگھ، عارف والا	درج	-	روزنامہ جنگ
30 ستمبر	س	بچی	12 برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	بستی ملک آہڑ، رحیم یار خان	درج	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم اکتوبر	ن	خاتون	-	شادی شدہ	سعید	اہل علاقہ	ہاؤسنگ کالونی، لاہور روڈ، شیخوپورہ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
یکم اکتوبر	ر	خاتون	-	-	صدیق	اہل علاقہ	پاک پتن	-	-	روزنامہ نوائے وقت
یکم اکتوبر	ر	خاتون	-	-	غلام فرید	اہل علاقہ	29 ک ب، پاک پتن	-	-	روزنامہ نوائے وقت
یکم اکتوبر	کاظم	بچہ	13 برس	غیرشادی شدہ	واصف	اہل علاقہ	موضع لدھا سدھا، جلال پور جٹاں	-	-	روزنامہ نوائے وقت
یکم اکتوبر	-	خاتون	22 برس	غیرشادی شدہ	اظہر	اہل علاقہ	غوثیہ پارک، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ	درج	گرفتار	اعجاز اقبال
2 اکتوبر	عبدالباسط	بچہ	13 برس	غیرشادی شدہ	جمیل، عبداللہ	اہل علاقہ	دارمنگی متھرا، پشاور	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
3 اکتوبر	ک	خاتون	-	-	عابد	اہل علاقہ	وریام نگر، جڑاں والا	-	-	روزنامہ نوائے وقت
3 اکتوبر	ر	خاتون	-	غیرشادی شدہ	وقاص	اہل علاقہ	پسرور	-	-	روزنامہ نوائے وقت
3 اکتوبر	اسامہ	بچہ	5 برس	غیرشادی شدہ	نواز	اہل علاقہ	کھنیکے، کوٹ رادھا کشن	-	-	روزنامہ نوائے وقت
4 اکتوبر	-	خاتون	15 برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	چک 679/10 گ ب، ٹوبہ ٹیک سنگھ	درج	-	روزنامہ ڈان
4 اکتوبر	آسیہ بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	عبدالغفور، بشیر	اہل علاقہ	محبوب کالونی، حاصل پور	درج	-	شیخ مقبول
4 اکتوبر	ش	خاتون	-	شادی شدہ	وسیم	رشتہ دار	بشیر شاہ کالونی، بہاول پور	درج	-	خواجہ اسد اللہ
5 اکتوبر	ط	خاتون	-	-	اختر	اہل علاقہ	دھارے اوٹ، ترنڈہ محمد پناہ، خان پور	درج	-	روزنامہ خبریں ملتان
5 اکتوبر	گ	خاتون	-	-	علی آصف	کزن	بہاول پور	درج	-	خواجہ اسد اللہ
6 اکتوبر	-	خاتون	-	شادی شدہ	سارنگ، ساتھی	اہل علاقہ	ٹنڈو غلام علی، بدین	-	-	روزنامہ کاوش
6 اکتوبر	-	بچہ	-	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	محلہ بستی بلوچاں، شیخوپورہ	درج	-	روزنامہ نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
6اکتوبر	ن	خاتون	ـ	ـ	ذوالفقار، بشیر، رمضان	اہل علاقہ	قصبہ جنداں کیماں، ساہیوال/سرگودھا	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
6اکتوبر	ن	خاتون	ـ	شادی شدہ	یاسر، اسد، عثمان	اہل علاقہ	پیر محل	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
7اکتوبر	عمر زبیر	مرد	14برس	غیر شادی شدہ	ندیم	اہل علاقہ	محلّہ گیلانی، اوچ شریف	درج	گرفتار	خواجہ اسداللہ
7اکتوبر	شاہ زیب	بچہ	7برس	غیر شادی شدہ	ارسلان، ناصر	اہل علاقہ	اڈہ نور پور، قصور	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں
8اکتوبر	ش۔ب	خاتون	ـ	شادی شدہ	اظہر، مقصود، عطاالرحمان، خلیل، عامر	اہل علاقہ	128 گ ب، جڑاں والا	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
8اکتوبر	ن	خاتون	ـ	ـ	عبدالوقار	اہل علاقہ	95/9ایل، ساہیوال	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
9اکتوبر	گ	خاتون	ـ	ـ	ـ	اہل علاقہ	طفیل آباد، لکو منڈی	درج	ـ	روزنامہ خبریں
9اکتوبر	ش	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	فیاض احمد	اہل علاقہ	رحیم یار خان	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
10اکتوبر	شیر	مرد	ـ	غیر شادی شدہ	فضل پٹھان، خرم	اہل علاقہ	کروالی، خان پور، ہری پور	درج	ـ	ایکسپریس ٹریبیون
10اکتوبر	ـ	بچی	12برس	غیر شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	گنڈا سنگھ والا، قصور	درج	ـ	روزنامہ ڈان
10اکتوبر	محمد حسین	بچہ	12برس	غیر شادی شدہ	بلال	اہل علاقہ	جاوید نگر، لاہور روڈ، فیروزوالا	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
10اکتوبر	عبدالوہاب	بچہ	10برس	غیر شادی شدہ	عدیل	اہل علاقہ	صدر سرکل، فیروزوالا	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
10اکتوبر	ن	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	رشید، ساتھی	اہل علاقہ	101ر ب، کھڑیاں والا، فیصل آباد	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
10اکتوبر	س	خاتون	ـ	ـ	عمران مسیح، ساتھی	اہل علاقہ	میاں ٹاؤن، سمندری	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
10اکتوبر	ش	خاتون	ـ	ـ	امجد، نوید	اہل علاقہ	سرائے مغل، قصور	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
10اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	محمد حسین	اہل علاقہ	کسووال	درج	ـ	روزنامہ ایکسپریس
11اکتوبر	جواد	بچہ	12برس	غیر شادی شدہ	قاری راحت	اہل علاقہ	مندرہ خیل، خزانہ، پشاور	درج	گرفتار	روزنامہ آج
11اکتوبر	ن	خاتون	16برس	غیر شادی شدہ	شفیق	اہل علاقہ	مقیم پور، شجاع آباد	درج	ـ	روزنامہ خبریں
11اکتوبر	امان	بچہ	12برس	غیر شادی شدہ	عثمان	اہل علاقہ	چاندنی چوک، کامونکی	ـ	ـ	روزنامہ خبریں
12اکتوبر	زریاب	بچہ	5برس	غیر شادی شدہ	فلک شیر	اہل علاقہ	گاؤں کوٹ نورا، گکھڑ منڈی	ـ	ـ	روزنامہ خبریں
13اکتوبر	اسد	بچہ	13برس	غیر شادی شدہ	راشد	اہل علاقہ	بستی سالاں، بہاول پور	درج	ـ	خواجہ اسداللہ
14اکتوبر	ـ	بچی	7برس	غیر شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	پیوستہ روڈ، رحیم یار خان	ـ	ـ	روزنامہ جنگ
15اکتوبر	ص	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	بوٹا، ساتھی	اہل علاقہ	چک 266ر ب، کھڑیاں والا، فیصل آباد	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
15اکتوبر	اسلم	بچہ	ـ	غیر شادی شدہ	مرید عباس	اہل علاقہ	بستی ڈھول، بھکر	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
15اکتوبر	عاطف	بچہ	8برس	غیر شادی شدہ	عدنان	اہل علاقہ	ہارون آباد	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
15اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	قاری عبدالغفور	داماد	27والا روڈ، اوکاڑہ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
16اکتوبر	اسم شاہ	مرد	ـ	غیر شادی شدہ	سید زمان	اہل علاقہ	اکوڑہ خٹک، نوشہرہ	درج	ـ	روزنامہ آج
16اکتوبر	پ	خاتون	ـ	شادی شدہ	اللہ بخش	سابق شوہر	عظمت ٹاؤن، ڈیرہ غازی خان	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
16اکتوبر	ح	خاتون	ـ	شادی شدہ	سعید	اہل علاقہ	پل ساٹھ ہزار، دنیاپور	درج	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
17اکتوبر	ک	خاتون	ـ	شادی شدہ	غلام عباس	اہل علاقہ	کوٹلہ ماہی، رحیم یارخان	درج	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
17اکتوبر	ش	بچی	12برس	غیرشادی شدہ	میرعالم	اہل علاقہ	پشاورروڈ، چارسدہ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
17اکتوبر	س	بچہ	7برس	غیرشادی شدہ	احسان	ـ	ضلع جیکب آباد	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
18اکتوبر	ـ	بچی	7برس	غیرشادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	چک 150 گ ب، ٹوبہ ٹیک سنگھ	درج	گرفتار	روزنامہ ڈان
18اکتوبر	ـ	مرد	16برس	غیرشادی شدہ	شاہد علی، لیاقت علی	اہل علاقہ	تھانہ احمد یار، محمد نگر	درج	ـ	روزنامہ ایکسپریس
18اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	اورنگزیب	اہل علاقہ	چک 88/6 آر، ساہیوال	درج	ـ	روزنامہ ایکسپریس
18اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	شریف	اہل علاقہ	گاؤں غوث نگر، پاک پتن	درج	ـ	روزنامہ ایکسپریس
18اکتوبر	ـ	خاتون	7برس	غیرشادی شدہ	عثمان	اہل علاقہ	150 گ ب، ٹوبہ ٹیک سنگھ	درج	گرفتار	روزنامہ اعجاز اقبال
18اکتوبر	ر	خاتون	ـ	شادی شدہ	غلام رسول	ـ	ٹنڈو باگو، بدین	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
19اکتوبر	سانول عباس	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	فاروق احمد	اہل علاقہ	طاہر نگر، ساہوکا	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
19اکتوبر	ف	خاتون	ـ	ـ	ـ	اہل علاقہ	چک 19 ای بی، عارف والا	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
19اکتوبر	عامر اقبال	بچہ	5برس	غیرشادی شدہ	محمد سعید	اہل علاقہ	چک 763 گ ب، پیرمحل	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
19اکتوبر	م	خاتون	ـ	ـ	عبدالجبار، صالم	اہل علاقہ	ضمیر کالونی، کسووال	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
19اکتوبر	محمد اسلم	بچہ	ـ	غیرشادی شدہ	عدنان، انصر	اہل علاقہ	تھانہ صادق آباد، اسلام آباد	درج	ـ	ڈیلی ٹائمز
19اکتوبر	بلال مزمل	مرد	14برس	غیرشادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	گاؤں کھمبی خان پور، سرائے عالمگیر	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
20اکتوبر	معشوق سومرو	بچہ	12برس	غیرشادی شدہ	طالب گھلو، گل حسن	ـ	پیرکوگوٹھ، خیرپور	درج	ـ	روزنامہ کاوش
20اکتوبر	ارباز خان	مرد	14برس	غیرشادی شدہ	فخر عباس، ذیشان علی عباس	اہل علاقہ	موضع قائم بھروانہ، جھنگ	درج	ـ	روزنامہ نئی بات
20اکتوبر	علیم	مرد	15برس	غیرشادی شدہ	شان، صائم مسیح	اہل علاقہ	ٹولووالا، قصور	درج	گرفتار	روزنامہ دنیا
20اکتوبر	ن	خاتون	ـ	شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	ڈی این بی کالونی، بہاول پور	درج	ـ	خواجہ اسداللہ
20اکتوبر	ب	خاتون	17برس	غیرشادی شدہ	اقرار حسین	اہل علاقہ	ایئرپورٹ روڈ، خان پور	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں ملتان
21اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	خالد	اہل علاقہ	کچی سکرانی، اوچ شریف	درج	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
21اکتوبر	ص	بچی	8برس	غیرشادی شدہ	عبدالرشید	باپ	89 ای بی، پاک پتن	درج	ـ	روزنامہ خبریں
21اکتوبر	ز	خاتون	ـ	ـ	تجمل، ساتھی	اہل علاقہ	چک 105 ج ب، چک جھمرہ، فیصل آباد	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
21اکتوبر	عثمان	بچہ	ـ	غیرشادی شدہ	عبدالرزاق	اہل علاقہ	ساہیوال	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
21اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	حمیداللہ	اہل علاقہ	پاک پتن	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
21اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	صدر گوگیرہ، اوکاڑہ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
21اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	ـ	اہل علاقہ	صدر گوگیرہ، اوکاڑہ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
23اکتوبر	م	خاتون	ـ	شادی شدہ	ندیم	اہل علاقہ	موضع عظمت پور، ہیڈ پنجند	درج	ـ	روزنام خبریں ملتان

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق **21** ستمبر سے **14** اکتوبر کے دوران ملک بھر میں **174** افراد نے خودکشی کرلی۔ خودکشی کرنے والوں میں **83** خواتین شامل تھیں۔ **28** اگست سے **06** اکتوبر کے دوران **196** افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنہیں بروقت طبی امداد کے ذریعے بچالیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں **91** خواتین شامل ہیں۔ اعدادوشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں **119** افراد نے گھریلو جھگڑوں ومسائل سے تنگ آ کر اور **10** نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہوکر خودکشی کرلی۔ خودکشی کے واقعات میں **103** نے زہر کھا/پی کر، **18** نے خودکو گولی مارکر اور **32** نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدام خودکشی کے **370** واقعات میں سے صرف **17** واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار

اقدام خودکشی:

28اگست	مجید بی بی	خاتون	۔	22برس	۔	۔	۔	منگلامنٹھار، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
28اگست	صدور بی بی	خاتون	۔	22برس	۔	۔	۔	ڈہرکی	۔	روزنامہ خبریں ملتان
28اگست	عبدالمتین	مرد	۔	14برس	۔	۔	۔	گلشن عثمان، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
28اگست	فداحسین	مرد	۔	35برس	۔	۔	۔	راجن پور	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29اگست	بشریٰ بی بی	خاتون	۔	20برس	۔	۔	۔	بستی غریب شاہ، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29اگست	شگفتہ بی بی	خاتون	۔	22برس	۔	۔	۔	رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29اگست	اقراءبی بی	خاتون	۔	18برس	۔	۔	۔	آبادپور، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29اگست	شاہینابی بی	خاتون	۔	22برس	۔	۔	۔	چک36این پی، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29اگست	گل زادہ	مرد	۔	15برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	کشمور	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29اگست	مکھن نواز	مرد	۔	16برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	چک156پی، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29اگست	بشیراحمد	مرد	۔	20برس	۔	۔	۔	چک کوٹ فقیر، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29اگست	صباءبی بی	خاتون	۔	۔	غیرشادی شدہ	۔	۔	چک87پی، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29اگست	صفدرعلی	مرد	۔	20برس	۔	۔	۔	آبادپور، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29اگست	یارمحمد	مرد	۔	40برس	شادی شدہ	۔	۔	راجن پورکلاں، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29اگست	نجمہ بی بی	خاتون	۔	۔	۔	۔	۔	بنگلامنٹھار، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29اگست	عمرریاض	مرد	۔	35برس	۔	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	دریامیں کودکر	شاہدرہ ٹاؤن، فیصل آباد	۔	روزنامہ خبریں
30اگست	شہنازبی بی	خاتون	۔	14برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	جمال دین والی، رحیم یارخان	۔	روزنامہ دنیا
30اگست	سکینہ بی بی	خاتون	۔	30برس	۔	۔	۔	چک133پی، رحیم یارخان	۔	روزنامہ دنیا
30اگست	محمدطلحہ	بچہ	۔	12برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	جناح پارک، رحیم یارخان	۔	روزنامہ دنیا
30اگست	نعیم احمد	مرد	۔	22برس	۔	۔	۔	وائرلیس پل، رحیم یارخان	۔	روزنامہ دنیا
30اگست	شہنازبی بی	خاتون	۔	14برس	غیرشادی شدہ	۔	۔	جمال دین، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
30اگست	نعیم احمد	مرد	۔	22برس	۔	۔	۔	وائرلیس پل، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
30اگست	آصف نواز	مرد	۔	۔	غیرشادی شدہ	گھریلوجھگڑا	خودکوگولی مارکر	رحمان آباد، پہاڑی پورہ، پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس
یکم ستمبر	۔	خاتون	۔	۔	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گاؤں مہر، ڈسکہ	۔	روزنامہ نیوز
2ستمبر	نذیراں بی بی	خاتون	۔	24برس	۔	۔	۔	موضع فیض آباد، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
2ستمبر	جوئی مائی	خاتون	۔	20برس	۔	۔	۔	چک110پی، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
2ستمبر	امان اللہ	مرد	۔	۔	غیرشادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	موضع بھولاموسیٰ، ڈسکہ	۔	روزنامہ نئی بات
3ستمبر	ظفراقبال	مرد	۔	24برس	۔	۔	۔	بدلی شریف، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
3 ستمبر	شہزاد احمد	مرد	-	20 برس	-	-	-	چک 125 پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3 ستمبر	عامر علی	مرد	-	21 برس	-	-	-	حسین آباد، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3 ستمبر	سمیرا بی بی	خاتون	-	35 برس	-	-	-	کوٹ سمابہ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3 ستمبر	عشرت بی بی	خاتون	-	15 برس	غیر شادی شدہ	-	-	بدلی شریف، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3 ستمبر	کومل بی بی	خاتون	-	18 برس	غیر شادی شدہ	-	-	اڈا گلبرگ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3 ستمبر	سلمیٰ بی بی	خاتون	-	30 برس	-	-	-	شیخ واہن، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3 ستمبر	آسیہ بی بی	خاتون	-	18 برس	غیر شادی شدہ	-	-	چک 89 پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 ستمبر	نسیم بی بی	خاتون	-	22 برس	-	-	-	بستی حاجی احمد، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 ستمبر	زرینہ بی بی	خاتون	-	14 برس	غیر شادی شدہ	-	-	شیناواہ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 ستمبر	رانی مائی	خاتون	-	30 برس	-	-	-	ابوظہبی کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 ستمبر	اسماعیل	مرد	-	23 برس	-	-	-	رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 ستمبر	ارسلان احمد	مرد	-	15 برس	غیر شادی شدہ	-	-	بستی پیر شہیداں، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 ستمبر	عثمان	مرد	-	30 برس	-	-	-	صادق آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 ستمبر	رمضان	مرد	-	22 برس	-	-	-	جاوید کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 ستمبر	فہد علی	مرد	-	16 برس	غیر شادی شدہ	-	-	کوٹ سمابہ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 ستمبر	مرزا اکبر	مرد	-	22 برس	-	-	-	اسلامیہ کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4 ستمبر	راحیلہ نواز	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	انور آباد، فیصل آباد	-	روزنامہ خبریں
6 ستمبر	عمران	مرد	-	25 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	چرچ روڈ، ہڑپہ	-	روزنامہ ایکسپریس
6 ستمبر	غ	خاتون	-	-	شادی شدہ	زیادتی کا مقدمہ درج نہ کرنے پر	پھندا لے کر	فرید ٹاؤن، ساہیوال	-	روزنامہ ایکسپریس
6 ستمبر	نجمہ بی بی	خاتون	-	22 برس	-	-	-	چک 90 پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
6 ستمبر	ماریہ بی بی	خاتون	-	22 برس	-	-	-	خان بیلہ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
7 ستمبر	نرما بی بی	خاتون	-	35 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آ کر	صادق آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
7 ستمبر	شفقت	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	محبت میں ناکامی	نہر میں کود کر	ساہیوال	-	روزنامہ دنیا
7 ستمبر	شانو	خاتون	-	16 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	چک 117 پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
7 ستمبر	اسامہ	مرد	-	22 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	اقبال نگر، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
7 ستمبر	انیس	مرد	-	26 برس	-	گھریلو جھگڑا	-	چک 72 این پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
7 ستمبر	شبنم	خاتون	-	20 برس	-	گھریلو جھگڑا	-	بھکر	-	روزنامہ خبریں
8 ستمبر	فوزیہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 6 گجیانی، چشتیاں	-	روزنامہ خبریں
9 ستمبر	طاہرہ بی بی	خاتون	-	30 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	چک 196 گ ب، فیصل آباد	-	روزنامہ خبریں
9 ستمبر	ش	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ڈسکہ	-	روزنامہ نئی بات
9 ستمبر	صدف	خاتون	-	16 برس	غیر شادی شدہ	والد کی روزنامہ ڈانٹ سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	راولپنڈی	-	روزنامہ جنگ
9 ستمبر	وہاج	بچی	-	13 برس	غیر شادی شدہ	والد کی روزنامہ ڈانٹ سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	راولپنڈی	-	روزنامہ جنگ
9 ستمبر	سدرہ	بچی	-	12 برس	غیر شادی شدہ	والد کی روزنامہ ڈانٹ سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	راولپنڈی	-	روزنامہ جنگ
9 ستمبر	وہاب	بچہ	-	11 برس	غیر شادی شدہ	والد کی روزنامہ ڈانٹ سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	راولپنڈی	-	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
11 ستمبر	نسرین بی بی	خاتون	-	-	-	-	-	صادق آباد	-	روزنامہ جنگ ملتان
11 ستمبر	حاجرہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	-	چک 122 پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
11 ستمبر	امبرین بی بی	خاتون	-	-	-	-	-	موضع سلطان پور، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
11 ستمبر	وزیر علی	مرد	-	-	-	-	-	بابر کالونی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
11 ستمبر	فاضل	مرد	-	-	-	-	-	چوک ماڑی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
11 ستمبر	سفیان	مرد	-	18 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	شاہ جمال، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
12 ستمبر	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ڈسکہ	-	روزنامہ خبریں
12 ستمبر	صغراں بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	مری شوق الٰہی، چشتیاں	-	روزنامہ نیوز
12 ستمبر	سمیرا	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ٹبہ ٹینکی، چشتیاں	-	روزنامہ نیوز
12 ستمبر	جہانگیر	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	منگھیر شریف، چشتیاں	-	روزنامہ نیوز
13 ستمبر	ناہید بی بی	خاتون	-	20 برس	-	-	-	میر پور ماتھیلو	-	روزنامہ جنگ
13 ستمبر	ثمرین بی بی	خاتون	-	30 برس	-	-	-	بدلی شریف، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
13 ستمبر	زینب	بچی	-	13 برس	غیر شادی شدہ	-	-	باغ و بہار، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
13 ستمبر	طاہر علی	مرد	-	25 برس	-	-	-	امین گڑھ، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
13 ستمبر	عبدالرحمان	مرد	-	15 برس	غیر شادی شدہ	-	-	چک 47 پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
13 ستمبر	محمد عثمان	مرد	-	20 برس	-	-	-	نورے والی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
13 ستمبر	حماد حیدر	مرد	-	15 برس	غیر شادی شدہ	-	-	مڈھ درباری، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
13 ستمبر	گل شیر	مرد	-	24 برس	-	-	-	ترنڈہ سوائے خان، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
17 ستمبر	نذر محمد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کوٹلہ سیداں، شاہ پور سٹی	-	روزنامہ ایکسپریس
17 ستمبر	بہرام خان	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	قصبہ جہان آباد، شاہ پور	-	روزنامہ ایکسپریس
17 ستمبر	شائلہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	111/9 ایل، ساہیوال	-	روزنامہ ایکسپریس
17 ستمبر	رابعہ	خاتون	-	26 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	بٹالہ کالونی، فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
17 ستمبر	عمران	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	چھری کے وار کر کے	عارف والا بائی پاس، ساہیوال	-	روزنامہ ایکسپریس
17 ستمبر	محمد سمیع	مرد	-	17 برس	غیر شادی شدہ	غربت سے تنگ آ کر	خود کو جلا کر	غوثیہ کالونی، 5 مرلہ سکیم، ماموں کانجن	-	روزنامہ نئی بات
17 ستمبر	عبدالرحمان	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	گگہ ولہ، بڈھ بیر، پشاور	درج	روزنامہ آج
17 ستمبر	ارم بی بی	خاتون	-	15 برس	غیر شادی شدہ	-	-	چک 103 پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
17 ستمبر	دیوی مائی	خاتون	-	19 برس	غیر شادی شدہ	-	-	میر پور ماتھیلو	-	روزنامہ خبریں ملتان
17 ستمبر	کلیم اللہ	مرد	-	18 برس	غیر شادی شدہ	-	-	کوٹ سمابہ، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
17 ستمبر	جہانگیر	مرد	-	20 برس	-	-	-	فیروزہ، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
17 ستمبر	صوبیہ بی بی	خاتون	-	30 برس	شادی شدہ	-	-	موضع سلطان پور، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
17 ستمبر	عاصم حسین	مرد	-	20 برس	غیر شادی شدہ	-	-	کوٹ ڈابا، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
18 ستمبر	رضیہ بی بی	خاتون	-	20 برس	-	-	-	کوٹ سبزل، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
18 ستمبر	غلام عباس	مرد	-	24 برس	-	-	-	فتح پور کمال، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
18 ستمبر	نسیم مائی	خاتون	-	30 برس	شادی شدہ	-	-	مجاہد کالونی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
18 ستمبر	یامین	مرد	-	20 برس	-	-	-	عباسیہ ٹاؤن، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
18 ستمبر	آمین	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع گھری، سیت پور	-	روزنامہ جنگ ملتان
19 ستمبر	محمد اکرام	مرد	-	-	-	-	-	بھکر	-	روزنامہ دنیا
19 ستمبر	نگینہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	-	رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
19 ستمبر	چاند	مرد	-	-	-	-	-	رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
19 ستمبر	منیر حسین	مرد	-	-	-	-	-	رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
19 ستمبر	ظفر مشتاق	مرد	-	-	-	-	-	صادق آباد	-	روزنامہ دنیا
19 ستمبر	ارشاد نیاز	مرد	-	-	-	-	-	صادق آباد	-	روزنامہ دنیا
19 ستمبر	سونیا بی بی	خاتون	-	20 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع تنگ کلاں، کاموکی	-	نوائے وقت
19 ستمبر	نگینہ بی بی	خاتون	-	25 برس	شادی شدہ	-	-	بستی سیال، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
19 ستمبر	منیر حسین	مرد	-	20 برس	غیر شادی شدہ	-	-	کچہ شیر ڈیرہ، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
19 ستمبر	ظفر مشتاق	مرد	-	18 برس	غیر شادی شدہ	-	-	صادق آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
20 ستمبر	منیزہ بی بی	خاتون	-	15 برس	غیر شادی شدہ	-	-	فیروزہ، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
20 ستمبر	مومن بی بی	خاتون	-	25 برس	-	-	-	صادق آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
20 ستمبر	عدنان علی	مرد	-	32 برس	شادی شدہ	-	-	ڈیرہ جمال، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
20 ستمبر	ندیم احمد	مرد	-	17 برس	غیر شادی شدہ	-	-	رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
20 ستمبر	حفیظ	مرد	-	25 برس	-	-	-	آباد پور، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
21 ستمبر	داتی مائی	خاتون	-	18 برس	-	-	-	صادق آباد، رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	صغیرہ بی بی	خاتون	-	22 برس	-	-	-	اوباڑو	-	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	منیراں بی بی	خاتون	-	24 برس	-	-	-	چک 124 پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	نیاڑی مائی	خاتون	-	21 برس	-	-	-	چک 102 پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	محمد وسیم	مرد	-	25 برس	-	-	-	آدم صحابہ، رحیم یار خاں	-	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	اللہ دتہ	مرد	-	23 برس	-	-	-	سنجہ، رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	اسماعیل	مرد	-	-	-	-	-	ملتان	-	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	نسرین	خاتون	-	35 برس	-	-	-	وحدت کالونی، ملتان	-	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	رابعہ	خاتون	-	18 برس	-	-	-	کبیروالا	-	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	ساجد	مرد	-	30 برس	-	-	-	میاں چنوں	-	روزنامہ دنیا
22 ستمبر	صادق	مرد	-	45 برس	شادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	خود کو جلا کر	محلہ میر سراج دین، بہاول پور	درج	روزنامہ ڈان
22 ستمبر	فضیلا بی بی	خاتون	-	18 برس	-	-	-	خان پور، رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
22 ستمبر	نہال بی بی	خاتون	-	17 برس	-	-	-	چوک بگا، رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
22 ستمبر	ارشاد بتول	خاتون	-	33 برس	-	-	-	راجن پور	-	روزنامہ دنیا
22 ستمبر	محمد طارق	مرد	-	18 برس	-	-	-	بستی ولید شہید، رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
22 ستمبر	ارشاد احمد	مرد	-	15 برس	غیر شادی شدہ	-	-	جمال دین والی، رحیم یار خان	-	روزنامہ دنیا
23 ستمبر	زنیرہ بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	مہراب آباد، چشتیاں، بہاول پور	-	روزنامہ نیوز
23 ستمبر	محمد ندیم	نرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 110 فتح، بہاول پور	-	روزنامہ نیوز
23 ستمبر	عمر فاروق	مرد	-	-	-	گرفتاری کے خوف سے	خود کو جلا کر	باغ والا، کھڈیاں خاص	درج	روزنامہ ڈان

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
23 ستمبر	عثمان	مرد	-	-	-	گرفتاری کے خوف سے	خودکو جلا کر	باغ والا، کھڈیاں خاص	درج	روزنامہ ڈان
24 ستمبر	پروین بی بی	خاتون	-	20 برس	-	-	-	جمال نگر، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	زبیدہ	خاتون	-	30 برس	-	-	-	ابوالحسن کالونی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	زاہد علی	مرد	-	20 برس	-	-	-	بھونگ شریف، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	محمد سلیم	مرد	-	19 برس	-	-	-	ٹبی لاڑاں، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	حسنین	مرد	-	18 برس	-	-	-	خان پور، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
25 ستمبر	مافیا مائی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	موضع ٹھل بوہڑ، میلسی	-	روزنامہ نئی بات
26 ستمبر	اعجاز احمد	مرد	-	16 برس	غیر شادی شدہ	-	-	گڑھی اختیار خان، خان پور	-	روزنامہ خبریں ملتان
26 ستمبر	وسیم احمد	مرد	-	22 برس	-	-	-	تاج گڑھ، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
26 ستمبر	فیض محمد	مرد	-	24 برس	-	-	-	ترنڈہ محمد پناہ، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
26 ستمبر	کامران سولنگی	مرد	-	20 برس	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	بھریا سٹی، نوشہرو فیروز	-	روزنامہ کاوش
26 ستمبر	تنویر شیدی	مرد	-	25 برس	-	-	زہر خورانی	بلڑی شاہ کریم، ٹنڈو محمد خان	-	روزنامہ کاوش
27 ستمبر	عظمیٰ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چونڈکو، سکھر	-	روزنامہ کاوش
27 ستمبر	مراد علی	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	خودکو گولی مار کر	داؤدزئی، پشاور	درج	روزنامہ آج
28 ستمبر	ناصر اعوان	مرد	-	25 برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ٹنڈو آدم، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
28 ستمبر	سائرہ	خاتون	-	33 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	حیدرآباد	-	روزنامہ کاوش
28 ستمبر	-	مرد	-	-	-	انصاف نہ ملنے پر	خودکو جلا کر	شجاع آباد	-	روزنامہ جنگ
28 ستمبر	ثریا بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	ٹبہ بدر شیر، بہاول پور	-	شیخ مقبول
29 ستمبر	رخسانہ بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	-	چک 124 پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
29 ستمبر	عظمیٰ بی بی	خاتون	-	35 برس	شادی شدہ	مالی حالات سے دلبرداشتہ	-	موضع مہراں، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
29 ستمبر	عمران	مرد	-	26 برس	شادی شدہ	-	-	اسلامیہ کالونی، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
29 ستمبر	کاشف علی	مرد	-	30 برس	شادی شدہ	-	-	چک 105 پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
29 ستمبر	فرحان علی	مرد	-	27 برس	شادی شدہ	-	-	صادق آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
29 ستمبر	یاسر کلہوڑو	مرد	-	18 برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بھریا سٹی، نوشہرو فیروز	-	روزنامہ کاوش
30 ستمبر	ڈھلاں مائی	خاتون	-	18 برس	غیر شادی شدہ	-	-	چک 50 پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
30 ستمبر	سکندر علی	مرد	-	15 برس	غیر شادی شدہ	-	-	امین گڑھ، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
30 ستمبر	زمان	مرد	-	22 برس	-	-	-	نورے والی، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
30 ستمبر	اذان علی	مرد	-	16 برس	غیر شادی شدہ	-	-	چک 102 پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
30 ستمبر	شاہد علی	مرد	-	35 برس	شادی شدہ	-	-	چک 72 این پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
30 ستمبر	گلشن خاصخیلی	مرد	-	35 برس	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	خیر پور	-	روزنامہ کاوش
30 ستمبر	لالی	خاتون	-	35 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سامارو، عمرکوٹ	-	روزنامہ کاوش
30 ستمبر	لیلیٰ	خاتون	-	18 برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ٹنڈو آدم، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
یکم اکتوبر	شبانہ بی بی	خاتون	-	24 برس	شادی شدہ	-	-	سنی پل، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم اکتوبر	مہناز بی بی	خاتون	-	22 برس	-	-	-	صادق آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم اکتوبر	حسنین علی	مرد	-	16 برس	غیر شادی شدہ	-	-	چک 99 پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم اکتوبر	رمضان	مرد	-	25 برس	-	-	-	خان پور، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
یکم اکتوبر	بشیر احمد	مرد	-	40برس	شادی شدہ	-	-	سنی پل، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
یکم اکتوبر	نعمان علی	مرد	-	16برس	غیر شادی شدہ	-	-	شفیع ٹاؤن، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
2اکتوبر	گلبی کولہی	مرد	-	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ٹنڈو آدم، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
2اکتوبر	سلمیٰ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	شہدادپور، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
2اکتوبر	عبدالحئی	بچہ	-	12برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گڑھی خیرو، شہدادکوٹ	-	روزنامہ کاوش
2اکتوبر	لیموں	مرد	-	50برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	بیرانی، جام نواز علی، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
2اکتوبر	عاشق علی	مرد	-	-	-	بے روزگاری سے تنگ آکر	زہر خورانی	سیٹھارجا، خیرپور	-	روزنامہ کاوش
3اکتوبر	نعیم	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	قدیم آبادی، چشتیاں	-	روزنامہ خبریں ملتان
3اکتوبر	سمیرا بی بی	خاتون	-	17برس	غیر شادی شدہ	-	-	ظاہر پیر، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3اکتوبر	کمن مائی	خاتون	-	23برس	شادی شدہ	-	-	تاج گڑھ، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3اکتوبر	رخسانہ بی بی	خاتون	-	17برس	غیر شادی شدہ	-	-	دری سانگی، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3اکتوبر	سکندر علی	مرد	-	20برس	-	-	-	موضع شاہ گڑھ، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
3اکتوبر	مظہر چانگ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فیض گنج، خیرپور	-	روزنامہ کاوش
3اکتوبر	یاسین	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	جڑاں والا	-	روزنامہ دنیا
3اکتوبر	آسیہ بی بی	خاتون	-	16برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ترین آباد، ہری پور	-	ایکسپریس ٹریبیون
4اکتوبر	اقراء بی بی	بچی	-	10برس	غیر شادی شدہ	-	-	سنجر پور، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
4اکتوبر	شبانہ بی بی	خاتون	-	17برس	غیر شادی شدہ	-	-	سنی پل، رحیم یا خان	-	روزنامہ جنگ
4اکتوبر	رفیقہ بی بی	خاتون	-	25برس	-	-	-	کشمور	-	روزنامہ جنگ
4اکتوبر	نورین بی بی	خاتون	-	20برس	-	-	-	چک 199پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
4اکتوبر	رامیش لال	مرد	-	-	-	-	-	چک 107پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
4اکتوبر	بالم رام	مرد	-	40برس	-	-	-	محلہ کانجواں، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
5اکتوبر	شیر علی	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	زندگی سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مارکر	ترناب، چمکنی، پشاور	درج	روزنامہ آج
5اکتوبر	افضل	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بستی حافظ آباد، چشتیاں	-	روزنامہ خبریں ملتان
5اکتوبر	حنا بی بی	خاتون	-	24برس	-	-	-	بائی پاس روڈ، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
5اکتوبر	آسیہ بی بی	خاتون	-	34برس	شادی شدہ	-	-	موضع شاہ گڑھ، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
5اکتوبر	ارشاد احمد	مرد	-	-	-	-	-	شیخ واہن، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
6اکتوبر	امجد علی شاہ	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مارکر	یکہ توت، پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس
6اکتوبر	فاطمہ بی بی	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	موضع پلوشاہ، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان

خودکشی کے واقعات:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
21ستمبر	رانی بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	اونچا بازار، بچیکی	-	روزنامہ جنگ
21ستمبر	نادیہ	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں 12جی ڈی، اوکاڑہ	-	روزنامہ دنیا
21ستمبر	شمیم اختر	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	10/1ایل، اوکاڑہ	-	روزنامہ دنیا

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
21 ستمبر	مختاراں بی بی	خاتون	ـ	85برس	شادی شدہ	بیٹے اور بہو کے ناروا سلوک سے	زہر خورانی	مسلم بن عقیل کالونی، ساہیوال	ـ	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	نادیہ	خاتون	ـ	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	مسلم بن عقیل کالونی، ساہیوال	ـ	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	حمیرا بی بی	خاتون	ـ	27برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	امین گڑھ، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	ظفر اقبال	مرد	ـ	16برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	راؤ ٹاؤن، صادق آباد	ـ	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	ارم فاطمہ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چنیوٹ	ـ	روزنامہ نئی بات
22 ستمبر	محمد طارق	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	الفلاح کالونی، کھڈیاں خاص	ـ	روزنامہ جنگ
22 ستمبر	حق نواز	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	خود کو گولی مار کر	ٹھٹھہ بیگ، اوکاڑہ	ـ	روزنامہ دنیا
22 ستمبر	سمیرا ارشاد	خاتون	ـ	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	میر پور ماتھیلو	ـ	روزنامہ دنیا
22 ستمبر	شادو بی بی	خاتون	ـ	25برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	میر پور ماتھیلو	ـ	روزنامہ دنیا
22 ستمبر	صغراں بی بی	خاتون	ـ	16برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	صادق آباد	ـ	روزنامہ دنیا
22 ستمبر	منیر احمد	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	چک 26 ڈبلیو بی، وہاڑی	ـ	روزنامہ دنیا
22 ستمبر	شیر نواب	مرد	ـ	25برس	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	شاتل، تورغر	ـ	روزنامہ دنیا
23 ستمبر	سجاد	مرد	ـ	30برس	ـ	محبت میں ناکامی	خود کو گولی مار کر	430 گ ب، جڑاں والا	درج	روزنامہ خبریں
24 ستمبر	اربالی مائی	خاتون	ـ	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کوٹ احمد خان، ڈہرکی	ـ	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	عبدالستار	مرد	ـ	30برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 180 پی، سنجر، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	کلثوم بی بی	خاتون	ـ	35برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	27 کے بی، عارف والا	ـ	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	فرحت	خاتون	ـ	20برس	غیر شادی شدہ	مرضی کے خلاف منگنی پر	زہر خورانی	نور پور خورد، ساہیوال	ـ	روزنامہ دنیا
24 ستمبر	محمد طارق	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	چک 65/12 ایل، ساہیوال	ـ	روزنامہ دنیا
24 ستمبر	عبدالہادی	مرد	ـ	15برس	غیر شادی شدہ	امتحان میں کم نمبر آنے پر	پھندا لے کر	کاہنہ، لاہور	ـ	روزنامہ دنیا
24 ستمبر	بلال	بچہ	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	چک 580 گ ب، بچیانہ	ـ	روزنامہ دنیا
24 ستمبر	نوشابر	مرد	ـ	20برس	ـ	ـ	زہر خورانی	سمبڑیال	ـ	روزنامہ دنیا
24 ستمبر	زوجہ شوکت	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	اکوڑہ خٹک، نوشہرہ	درج	روزنامہ آج
25 ستمبر	اویس	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	زندگی سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	گاؤں تکیہ گلی، مردان	درج	روزنامہ آج
25 ستمبر	عمران	مرد	ـ	22برس	غیر شادی شدہ	ـ	خود کو گولی مار کر	ذخہ خیل، لنڈی کوتل، خیبر ایجنسی	درج	روزنامہ آج
26 ستمبر	گلنار	خاتون	ـ	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 11 این پی، صادق آباد	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
26 ستمبر	ارشاد	مرد	ـ	35برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	علی پور	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
26 ستمبر	رابعہ	خاتون	ـ	18برس	غیر شادی شدہ	رشتے کے تنازعہ پر	زہر خورانی	فضل کالونی، خانیوال	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
26 ستمبر	یعقوب مسیح	مرد	ـ	40برس	شادی شدہ	مالی حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	کماہاں روڈ، لاہور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
26 ستمبر	شعبان	مرد	ـ	25برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	کلر سیداں، راولپنڈی	ـ	روزنامہ نوائے وقت
26 ستمبر	عمران	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 98/6، ساہیوال	ـ	روزنامہ دنیا
26 ستمبر	ثمینہ	خاتون	ـ	20برس	شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	ملگدہ چوک، ساہیوال	ـ	روزنامہ دنیا
26 ستمبر	گلناز	خاتون	ـ	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 11 این پی، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ دنیا
26 ستمبر	ارشاد	مرد	ـ	ـ	ـ	مالی حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	علی پور	ـ	روزنامہ دنیا
26 ستمبر	اعتبار اللہ	مرد	ـ	53برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	محلہ شریف آباد، مردان	ـ	روزنامہ دنیا

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26ستمبر	شریمتی بائی بھیل	خاتون	ـ	38برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	کنری، عمر کوٹ	ـ	روزنامہ کاوش
27ستمبر	رابعہ بی بی	خاتون	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخوانی	سونمیانی، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
27ستمبر	ثریا بی بی	خاتون	ـ	65برس	شادی شدہ	مالی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	بستی غریب شاہ، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
27ستمبر	سلمٰی بی بی	خاتون	ـ	16برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
27ستمبر	امیراں بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جمال پور	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
27ستمبر	مجاہد	بچہ	ـ	12برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کونڈی، لودھراں	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
27ستمبر	نندلال	مرد	ـ	14برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	مٹھی، تھرپارکر	ـ	روزنامہ کاوش
27ستمبر	سیانی	خاتون	ـ	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سندھڑی، میرپورخاص	ـ	روزنامہ کاوش
27ستمبر	ـ	مرد	ـ	55برس	ـ	ـ	دریا میں کود کر	شاہدرہ، لاہور	ـ	روزنامہ خبریں
27ستمبر	دلدار احمد	مرد	ـ	20برس	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	98/12ایل، کسووال	ـ	نوائے وقت
27ستمبر	محمد بلال	مرد	ـ	15برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	لنڈیاں والا، فیصل آباد	ـ	ایکسپریس ٹریبیون
27ستمبر	سیما سولنگی	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	بھریا شہر، خیرپور	ـ	ڈیلی ٹائمز
27ستمبر	آمنہ	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ پرانا داؤکے، مریدکے	ـ	روزنامہ ایکسپریس
27ستمبر	رشید	مرد	ـ	27برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	میاں والا، قصور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
28ستمبر	نذیراں بی بی	خاتون	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
28ستمبر	ساجن کولہی	مرد	ـ	25برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	کھپرو، سانگھڑ	ـ	روزنامہ کاوش
28ستمبر	عیداں	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	کھپرو، سانگھڑ	ـ	روزنامہ کاوش
28ستمبر	رجب خان	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	ٹرین تلے آکر	منڈیالہ روڈ، کاموںکے	ـ	روزنامہ دنیا
28ستمبر	کلثوم بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 27 ک ب، قبولہ	ـ	روزنامہ دنیا
28ستمبر	شہباز	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سمبڑیال	ـ	روزنامہ جنگ
29ستمبر	نگینہ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان گڑھ، مظفرگڑھ	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
29ستمبر	عاشق حسین	مرد	ـ	50برس	شادی شدہ	ذہنی معذوری	خود کو گولی مار کر	بھٹہ واہن، صادق آباد	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
29ستمبر	سعدیہ	خاتون	ـ	24برس	غیرشادی شدہ	ـ	پھندا لے کر	باغبان پورہ، لاہور	ـ	روزنامہ جنگ
29ستمبر	ـ	خاتون	ـ	16برس	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	تھانہ اگوکی، سیالکوٹ	ـ	روزنامہ جنگ
29ستمبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	پکالا منکیرہ، گڑھ مہاراجا	ـ	روزنامہ جنگ
29ستمبر	کاشف	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	سرگودھا	ـ	روزنامہ جنگ
29ستمبر	شکیلا بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاہدرہ، لاہور	ـ	روزنامہ خبریں
29ستمبر	مسکان بھٹی	خاتون	ـ	ـ	ـ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	کوٹ لالو، فیض گنج، خیرپور	ـ	روزنامہ کاوش
29ستمبر	گل بائی	خاتون	ـ	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	کنویں میں کود کر	ننگرپارکر، تھرپارکر	ـ	روزنامہ کاوش
29ستمبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	نہر میں کود کر	ڈوکری، رادہن، لاڑکانہ	ـ	روزنامہ کاوش
30ستمبر	راج ولی	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	پلئی شیرخانہ، بٹ خیلہ، ملاکنڈ	درج	روزنامہ آج
30ستمبر	ـ	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ـ	بالائی شیرخانہ، ملاکنڈ	ـ	روزنامہ جنگ
30ستمبر	نعمان	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	زہرخورانی	225ای بی، گگو منڈی	ـ	روزنامہ جنگ
30ستمبر	ذیشان	مرد	ـ	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ مسلم گنج، کامونکی	ـ	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
30 ستمبر	پری	خاتون	ـ	23برس	شادی شدہ	زمین کا تنازعہ	پھندا لے کر	چوہڑ جمالی،ٹھٹھہ	ـ	روزنامہ کاوش
30 ستمبر	عثمان	مرد	ـ	32برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	نصرپور،ٹنڈوالہیار	ـ	روزنامہ کاوش
کیم اکتوبر	عثمان علی	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	خود کو گولی مار کر	طوطالئی،خدوخیل،بونیر	درج	روزنامہ آج
کیم اکتوبر	فواد	مرد	ـ	18برس	غیرشادی شدہ	ـ	زہرخورانی	طوطالئی،خدوخیل،بونیر	درج	روزنامہ آج
کیم اکتوبر	شازیہ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	روہیلاں والی،ملتان	ـ	روزنامہ دنیا
کیم اکتوبر	شاہد	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شجاع آباد	ـ	روزنامہ دنیا
کیم اکتوبر	نسیم بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	87/15ایل،میاں چنوں	ـ	روزنامہ دنیا
کیم اکتوبر	مہوش	خاتون	ـ	17برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سمندر کٹھہ،گلیات	ـ	روزنامہ دنیا
کیم اکتوبر	امان اللہ	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	ـ	راجازئی،لکی مروت	ـ	ظاہر شاہ
کیم اکتوبر	عالم خان	مرد	ـ	ـ	ـ	غربت سے تنگ آکر	ـ	شادی ہڑ،جھل مگسی	ـ	رحمت اللہ
کیم اکتوبر	شازیہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	شوہر کی تیسری شادی پر	زہرخورانی	موضع مہرپور،روہیلاں والی،رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
کیم اکتوبر	نسیم بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	چک 87/15ایل،میاں چنوں	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
کیم اکتوبر	شاہد حسین	مرد	ـ	35برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چاہ دریائی،شجاع آباد	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
کیم اکتوبر	ثمینہ بی بی	خاتون	ـ	25برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	کوٹ سلطان،لیہ	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
2اکتوبر	نعیم زبیر	مرد	ـ	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	430ای بی لاٹ،بورے والا	ـ	روزنامہ نئی بات
2اکتوبر	مسرت	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	محبت میں ناکامی	زہرخورانی	سائفن روڈ،اڈا نمبر2،میلسی	ـ	روزنامہ نئی بات
2اکتوبر	ناصر	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پل مجھیانی،پنڈی بھٹیاں	ـ	روزنامہ نئی بات
2اکتوبر	سکینہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹھینگ موڑ،سرائے مغل	ـ	روزنامہ دنیا
2اکتوبر	سمیرا بی بی	خاتون	ـ	17برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	وچھیاں والی،میاں چنوں	ـ	روزنامہ دنیا
2اکتوبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	نہر میں کود کر	کچا کھوہ،خانیوال	ـ	روزنامہ دنیا
2اکتوبر	ظہیر عباس	مرد	ـ	31برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	ڈھوک صوبہ،دینہ	ـ	روزنامہ دنیا
3اکتوبر	گلفام بخاری	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	بستی چنگوانی،میر ہزار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
3اکتوبر	منظم اقبال	مرد	ـ	21برس	ـ	ـ	زہرخورانی	گاؤں گھگا میتر،سمبڑیال	ـ	روزنامہ نوائے وقت
3اکتوبر	وحید	مرد	ـ	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گاؤں احمد پور چٹھہ،حافظ آباد	ـ	روزنامہ نوائے وقت
3اکتوبر	نازو مائی	خاتون	ـ	24برس	شادی شدہ	میکے جانے کی اجازت نہ ملنے پر	زہرخورانی	بستی چھلو خان،رحیم یار خان	ـ	روزنامہ نئی بات
3اکتوبر	شازیہ	خاتون	ـ	15برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈہرکی	ـ	روزنامہ نئی بات
3اکتوبر	شہناز بی بی	خاتون	ـ	20برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاہ جمال،مظفرگڑھ	ـ	روزنامہ نئی بات
3اکتوبر	یاسین	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کینال روڈ،جڑاں والا	ـ	روزنامہ نئی بات
3اکتوبر	زاہد	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹی ایچ کیو ہسپتال کالونی،جڑاں والا	ـ	روزنامہ دنیا
3اکتوبر	اعجاز	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	347ای بی،محمد نگر	ـ	روزنامہ دنیا
3اکتوبر	رضیہ مری	خاتون	ـ	50برس	شادی شدہ	ـ	ٹرین تلے آکر	پٹھان گوٹھ،دوڑ	ـ	روزنامہ دنیا
3اکتوبر	عدنان	مرد	ـ	14برس	غیرشادی شدہ	موبائل نہ ملنے پر	پھندا لے کر	نورنگ شاہ،ڈیرہ غازی خان	ـ	روزنامہ دنیا
3اکتوبر	عنایت سومرو	مرد	ـ	ـ	ـ	بے روزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	لاڑکانہ	ـ	روزنامہ کاوش
3اکتوبر	کرشن کولہی	مرد	ـ	60برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	سامارو،عمرکوٹ	ـ	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
4اکتوبر	عمران علی	مرد	-	19برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع اوہتہ، خان پور	-	روزنامہ خبریں ملتان
4اکتوبر	گلزار	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
4اکتوبر	ش	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈھوک بھٹیاں، روات، راولپنڈی	-	روزنامہ دنیا
4اکتوبر	زرین	خاتون	-	34برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	کورنگی، کراچی	-	روزنامہ دنیا
4اکتوبر	عمران علی	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	نئی موٹر سائیکل نہ ملنے پر	زہرخورانی	خان پور، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
4اکتوبر	گلزار احمد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع اوبتا، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
4اکتوبر	آفاق سعید	مرد	-	20برس	-	-	زہرخورانی	قاضی پور، غازی، ہری پور	-	روزنامہ دنیا
4اکتوبر	شبنم بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	پیپلز کالونی، گجراں والا	-	روزنامہ جنگ
4اکتوبر	اقبال	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	قبولہ	-	روزنامہ جنگ
4اکتوبر	محمد اسلم	مرد	-	-	-	-	پھندا لے کر	سینٹرل جیل ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
5اکتوبر	نسیم مائی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاہ جمال، مظفر گڑھ	-	روزنامہ خبریں ملتان
5اکتوبر	کیشو کولہی	خاتون	-	38برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	کنری، عمرکوٹ	-	روزنامہ کاوش
5اکتوبر	محمد خالد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	موضع پیرو چک، ڈسکہ	-	روزنامہ نوائے وقت
5اکتوبر	محمد آصف	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں دیرووال، گجرات	-	روزنامہ نوائے وقت
6اکتوبر	مقدس بی بی	خاتون	-	22برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان پور	-	روزنامہ خبریں ملتان
6اکتوبر	عابد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ترنڈہ سوائے خان، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
6اکتوبر	شہزاد جونیجو	مرد	-	18برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	کڈھن، بدین	-	روزنامہ کاوش
6اکتوبر	ظہیر احمد	مرد	-	45برس	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	حیدرآباد	-	روزنامہ کاوش
7اکتوبر	نورین	خاتون	-	14برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
7اکتوبر	کوثر مائی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	225ڈبلیو بی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
7اکتوبر	صاحبزادی	خاتون	-	20برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	سنجھورو، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
7اکتوبر	سکینہ بی بی	خاتون	-	60برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	دریا میں کود کر	شاہدرہ، لاہور	-	روزنامہ نیوز
7اکتوبر	ارم	خاتون	-	-	شادی شدہ	سسرالیوں کے طعنوں سے دلبرداشتہ	چھت سے کود کر	گوبند پورہ، فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
8اکتوبر	روبینہ	خاتون	-	16برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈری سانگھی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
8اکتوبر	نعمان	مرد	-	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	غوثیہ کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
8اکتوبر	محمد مقبول	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی حافظ آباد، چشتیاں	-	روزنامہ نیوز
8اکتوبر	محمد قاسم	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چشتیاں، بہاولپور	-	روزنامہ نیوز
8اکتوبر	اقبال	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 34، فیصل آباد	-	ایکسپریس ٹریبیون
8اکتوبر	کرن بی بی	خاتون	-	45برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	رحمت پورہ، بیدیاں روڈ، لاہور	-	روزنامہ نیشن
8اکتوبر	ثمر حسین	مرد	-	21برس	شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	گودومل سرائے، بہاولپور	-	روزنامہ نوائے وقت
8اکتوبر	لقمان	مرد	-	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نندپور، جلال پور جٹاں	-	روزنامہ نوائے وقت
8اکتوبر	رفاقت	مرد	-	-	شادی شدہ	محبت میں ناکامی	زہرخورانی	چک 52، ملکوال	-	روزنامہ ایکسپریس
8اکتوبر	ثمینہ	خاتون	-	-	-	-	چھری مار کر	سعید پارک، شاہدرہ، لاہور	-	روزنامہ ایکسپریس
8اکتوبر	ارشد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ فتح پور، کمالیہ	-	اعجاز اقبال

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
8اکتوبر	ابراہیم	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مارکر	گاؤں مانگی، صوابی	درج	روزنامہ آج
9اکتوبر	صنم اختر	خاتون	-	14برس	غیرشادی شدہ	-	پھندالے کر	خوازہ خیلہ، سوات	درج	روزنامہ آج
9اکتوبر	وقار آرائیں	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندالے کر	حیدرآباد	-	روزنامہ کاوش
9اکتوبر	اسد علی	مرد	-	45برس	شادی شدہ	مالی حالات سے دلبرداشتہ	پھندالے کر	اسلام پورہ، لاہور	-	روزنامہ نیوز
9اکتوبر	روبینہ	خاتون	-	16برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دڑی سانگھی، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
9اکتوبر	تیمور	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	محبت میں ناکامی	زہرخورانی	تھانہ نیوٹاؤن، راولپنڈی	-	روزنامہ جنگ
9اکتوبر	فائزہ	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	محبت میں ناکامی	زہرخورانی	تھانہ نیوٹاؤن، راولپنڈی	-	روزنامہ جنگ
9اکتوبر	رمشا بی بی	خاتون	-	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	سنجرپور، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
9اکتوبر	نادر حسین	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	پل تارے والی، شہرسلطان	-	روزنامہ خبریں
9اکتوبر	لیاقت	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	میر ہزار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
10اکتوبر	رابعہ	خاتون	-	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نورے والی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
10اکتوبر	سکینہ بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
10اکتوبر	عمرحیات	مرد	-	50برس	شادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	زہرخورانی	محسن وال، میاں چنوں	-	روزنامہ خبریں ملتان
10اکتوبر	فرزینہ بی بی	خاتون	-	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نیوملتان	-	روزنامہ خبریں ملتان
10اکتوبر	میناسومرو	خاتون	-	17برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نصیرآباد، لاڑکانہ	-	روزنامہ کاوش
10اکتوبر	سپنا	خاتون	-	20برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نبی سرروڈ، عمرکوٹ	-	روزنامہ کاوش
10اکتوبر	ذیشان آرائیں	مرد	-	25برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	خیرپور	-	روزنامہ کاوش
11اکتوبر	خالد	مرد	-	48برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
11اکتوبر	بشارت	مرد	-	-	-	قرض کی عدم ادائیگی پر	زہرخورانی	ٹبہ بلوچ، صادق آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
11اکتوبر	ساجدہ بی بی	خاتون	-	18برس	غیرشادی شدہ	-	-	چک عباس، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
11اکتوبر	عبدالرحمان	مرد	-	15برس	غیرشادی شدہ	-	-	چک 251پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
11اکتوبر	حیدر	مرد	-	17برس	غیرشادی شدہ	-	-	رحمت نیازی کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
11اکتوبر	عمران	مرد	-	25برس	شادی شدہ	-	-	بستی گوپانگ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
11اکتوبر	روشن علی	مرد	-	21برس	غیرشادی شدہ	-		کوٹ سبزل، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
11اکتوبر	شرمین	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	حیدرآباد	-	روزنامہ کاوش
11اکتوبر	اسماعیل	مرد	-	-	شادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	پھندالے کر	نواں کوٹ، لاہور	-	روزنامہ خبریں
12اکتوبر	ف	خاتون	-	17برس	غیرشادی شدہ	امتحان میں کم نمبر آنے پر	زہرخورانی	چک 88/10 آر، خانیوال	-	روزنامہ جنگ ملتان
12اکتوبر	شگفتہ خاصخیلی	خاتون	-	17برس	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	بدین	-	روزنامہ کاوش
12اکتوبر	فائزہ	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	امتحان میں فیل ہونے پر	زہرخورانی	88/10 آر، خانیوال	-	روزنامہ ایکسپریس
12اکتوبر	ماناں بی بی	خاتون	-	16برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں 47ڈی، اوکاڑہ	-	روزنامہ ایکسپریس
12اکتوبر	-	خاتون	-	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اگوکی	-	روزنامہ جنگ
12اکتوبر	عبدالمنان	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اپرکالونی، پیرمحل	-	روزنامہ جنگ
12اکتوبر	توقیر	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	93ج ب، گوجرہ	-	روزنامہ نوائے وقت
14اکتوبر	عبدالرؤف	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹھٹھہ	-	روزنامہ کاوش
14اکتوبر	ملالہ بی بی	خاتون	-	20برس	غیرشادی شدہ	-	پھندالے کر	رندآباد، کوئٹہ	-	روزنامہ ڈان

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط

روڈ خستہ حالی کا شکار

باجوڑ ایجنسی خارعنایت کلے روڈ جو کہ پوری ایجنسی کے لیے مرکزی شاہراہ کی حیثیت رکھتا ہے، کی خستہ حالی سے علاقہ کے لوگ پریشانی میں مبتلا ہیں۔ اس روڈ پر مریضوں اور بوڑھے لوگوں کے لیے سفر کرنا دشوار ہو چکا ہے۔ ایجنسی کے عوام نے متعلقہ محکمہ سی اینڈ ڈبلیو اور پولیٹیکل انتظامیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ اس اہم روڈ کی خستہ حالی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی مرمت و تعمیر کرنے کے لیے کام جلد شروع کیا جائے۔

(شاہد حبیب)

لاپتہ افراد کو جعلی مقابلوں میں مارا جا رہا ہے

کوئٹہ بلوچستان میں لاپتہ ہونے والے افراد کے رشتہ داروں کی تنظیم وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز نے الزام عائد کیا ہے کہ لاپتہ افراد کو مبینہ طور پر جعلی مقابلوں میں مارا جا رہا ہے۔ سرکاری ذرائع کی جانب سے اس الزام کو مسترد کیا گیا ہے۔ وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کے چیئرمین نصراللہ بلوچ نے لاپتہ افراد کو جعلی مقابلوں میں مارنے کا الزام ایک پریس کانفرنس میں لگایا۔ یہ پریس کانفرنس علی اصغر بنگلزئی نامی شخص کی بازیابی کے لیے منعقد کی گئی۔ علی اصغر کے بڑے بیٹے فاروق بنگلزئی کا کہنا تھا کہ ان کے والد کو 18 اکتوبر 2001 کو جبری طور پر لاپتہ کیا گیا۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ ان کے والد کو حکومتی اداروں نے محمد اقبال نامی شخص کے ہمراہ کوئٹہ سے حراست میں لے کر جبری طور پر لاپتہ کیا۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ اگر ان کے والد خلاف کوئی الزام ہے تو ان کو عدالت میں پیش کیا جائے۔ اس موقعے پر لاپتہ افراد کے رشتہ داروں کی تنظیم وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کے چیئرمین نصراللہ بلوچ نے کوئٹہ شہر میں رونما ہونے والے دو دیگر واقعات کا حوالہ دیا جن میں 6 افراد ہلاک ہوئے تھے۔ پولیس حکام کی جانب سے یہ کہا گیا تھا کہ یہ افراد فائرنگ کے تبادلے میں مارے گئے۔ نصراللہ بلوچ کا کہنا تھا کہ مارے جانے والے ان 6 افراد میں سے تین پولیس کی تحویل میں تھے۔ انھوں نے الزام عائد کیا کہ لاپتہ افراد کو جعلی مقابلوں میں مارا جا رہا ہے۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ انصاف کے اداروں کو اس سلسلے میں تحقیقات کرنی چاہیے۔ دوسری جانب حکومت بلوچستان کے ترجمان انوارالحق کاکڑ نے ان الزامات کو سختی سے مسترد کیا۔ بی بی سی سے بات چیت کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ بلوچستان میں ریاستی اداروں کے خلاف طویل عرصے سے ایک مہم چلائی جا رہی ہے۔ انھوں نے وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کے الزامات کو بھی ریاستی اداروں کے خلاف مہم کا حصہ قرار دیا۔

(بی بی سی اردو)

لوڈشیڈنگ کے خلاف مظاہرہ

پنہورو 25 ستمبر کو تحصیل پنہورو کے شہر غلام نبی شاہ میں واپڈا کی طرف سے بجلی کی غیر لوڈشیڈنگ کے خلاف شہریوں نے شٹر بند ہڑتال کر کے ریلی نکالی اور دھرنا دیا۔ اس موقع پر شہری رہنماؤں سید علی شاہ، ڈونگر مل میگھواڑ اور دیگر نے کہا کہ واپڈا حکام نے غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ نے ان کی زندگی اجیرن کر کے انہیں معاشی طور پر بدحال کر دیا ہے۔ واپڈا حکام بجلی چوروں کے خلاف کارروائی کرنے کے بجائے میٹر رکھنے والے لوگوں کو زیادہ یونٹ ظاہر کر کے بل بھیج دیتے ہیں۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ بجلی کی مصنوعی لوڈشیڈنگ ختم کی جائے۔ متعلقہ حکام نے مظاہرین سے مذاکرات کئے جس پر دھرنا ختم کر دیا گیا۔

(راجندر کمار)

کھیل کے میدان اور لائبریری کے قیام کا مطالبہ

پاکپتن ملکہ ہانس کی پچاس ہزار افرادی آبادی کے لیے کھیل کا بھی میدان نہیں۔ اور نہ ہی کوئی لائبریری ہے۔ اگر نوجوان نسل غیر نصابی سرگرمیوں میں مصروف رہے گی تو وہ تباہ نہیں ہوگی بلکہ ترقی کرے گی۔ اس لیے اہل علاقہ کا حکام بالا افسران بالا سے مطالبہ ہے کہ ان کو کھیلنے کے لیے گراؤنڈ اور مطالعہ کے لیے لائبریری فراہم کی جائے تاکہ نوجوان نسل کھیل کے ساتھ تعلیم کے میدان میں بھی ترقی کرے اور ملکی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکے۔

(غلام نبی)

4 ہزار شناختی کارڈ بلاک ہونے کا انکشاف

پشاور پشاور ہائی کورٹ کے جسٹس مظہر عالم اور جسٹس اکرام اللہ خان پر مشتمل دو رکنی بنچ نے مہمند ایجنسی کے قبیلے طوطا خیل کے 4 ہزار سے زائد قبائلیوں کے قومی شناختی کارڈ بلاک کرنے پر نادرا حکام سے 14 روز میں جواب مانگ لیا ہے۔ فاضل بنچ نے یہ احکامات گزشتہ روز غلام محی الدین ملک کی وساطت سے دائر سلام درویش وغیرہ کی رٹ پٹیشن پر جاری کئے۔ فاضل بنچ نے ابتدائی دلائل کے بعد نادرا حکام سے جواب مانگ لیا۔

(روزنامہ آج)

پولیس تشدد سے ہلاکت کی مذمت

پشین پشین شمس اللہ کی پولیس و لیوز کے زیر حراست مسلم باغ کے تھانے میں ہلاکت کے خلاف لواحقین اور شہریوں نے شدید احتجاج کیا۔ پشین پولیس تھانے کے سامنے مظاہرین نے ٹائر جلا کر روڈ کو بلا کر دیا۔ پولیس اور لیویز کے خلاف شدید نعرے بازی کی۔ مظاہرین سے جمعیت علماء اسلام کے مولوی احسان اللہ پی پی کے ضلعی صدر شیر محمد ترین، اے این پی کے پیر محمد سلیم نے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ شمس اللہ کی ہلاکت میں ملوث افسروں اور اہلکاروں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔

(عبدالخالق)

لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں ناتجربہ کار عملے کی موجودگی کا انکشاف

پشاور صوبے کے سب سے بڑے طبی مرکز لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے ایکسڈنٹ اینڈ ایمرجنسی ڈیپارٹمنٹ میں جونیئر اور ناتجربہ کار نرسوں کی موجودگی کا انکشاف ہوا ہے۔ اے اینڈ ای یونٹ کے جونیئر رجسٹرار نے ہسپتال ڈائریکٹر کو ایک مراسلہ ارسال کیا ہے جس میں انہوں نے کہا کہ انتہائی اہم اور حساس ڈیپارٹمنٹ کے ٹراما ہال میں سینئر سٹاف نرس موجود ہی نہیں ہے۔ جبکہ ہیڈ نرس نے ٹراما ہال میں جونیئر اور ناتجربہ کار نرسوں کی ڈیوٹی لگائی ہے جس کے باعث مریضوں کے علاج معالجے میں شدید دشواری کا سامنا ہے۔

(روزنامہ آج)

activists charged under ATA essentially for engaging in the right to protest and freedom of expression also need to be considered.

In 2010, a devastating landslide blocked the Hunza river in Hunza-Nagar district of Gilgit-Baltistan and led to the formation of Attabad lake. This resulted in many people of the area being displaced. During this time Baba Jan organized protests leading to the government's final agreement to compensate the displaced victims of the landslide. While most of the families were compensated, a few dozen were not. In a bid to demand these families' rights, a large number of Attabad victims took to the streets. Police tried to disperse the protesters at Aliabad, where the convoy of the chief minister was on its way on the highway. The police ended up using tear gas and ammunition to disperse the protesting parties. Two of the protesters—Afzal Baig and his father Sherullah Baig—were shot dead. The deaths led to rioting in Hunza Valley and protesters torched government offices and ransacked a police station in Aliabad. Baba Jan and other activists were arrested and charged under ATA.

An anti-terrorism court (ATC) found them guilty of ransacking a police station and damaging government property during the riots at Aliabad in 2011. They were sentences to life.

On June 9 this year, the Supreme Appellate Court in Gilgit-Baltistan upheld the life sentence of Baba Jan and 11 of his comrades.

The decision came days before a local by-election he planned to contest, amid an international campaign calling for his freedom. A large number of people who disagree with Baba Jan's political ideology also believe the allegations against him are politically motivated.

The acquittal of the nine activists is a step in the right direction and should fuel hope that Baba Jan too would get justice.

While Baba Jan's case might not be the first instance of misuse of law and power to suppress political dissent and is unlikely to be the last, there are others who call the upholding of Baba Jan's sentence a missed opportunity. They say that it was a chance to show the world the respect that the state has for dissenting views and for the right to peaceful protest.

> “We are at a very difficult time in the world, and I think it's not accidental that we are seeing extremism rising. A government that weakens civil society is playing with fire, because the alternative to peaceful assembly is extremism – and this, no one wishes to achieve.” ***– Maina Kiai, UN Special Rapporteur, speaking in Warsaw, Poland, in October 22, 2014***

Rights defence and selective justice

For a while now, Pakistan has not only been a difficult but a dangerous country for human rights defenders (HRDs), who endure threats not just from non-state groups but from the authorities too. The consequences of the state, which is supposed to afford protection to the rights of the citizens, making life difficult for rights defenders on account of their work have manifested themselves in the form of enforced disappearance, torture, bringing of unfounded charges against HRDs and their detention and conviction.

In October, the acquittal of nine activists charged under the Anti-Terrorism Act (ATA) in Gilgit Baltistan was a welcome development. It also brought attention to the plight of another activist and political worker in the same region, Baba Jan, who is serving a long prison term after being convicted under the ATA.

According to reports submitted by HRCP monitors from 60 districts across six regions of Pakistan, in the first nine months of 2016, as many as 37 attacks or explicit threats against human rights defenders or journalists came to light. The following chart shows a region-wise break-up of the violation:

Attacks or explicit threats against HRDs/journalists (Jan-Sep 2016)

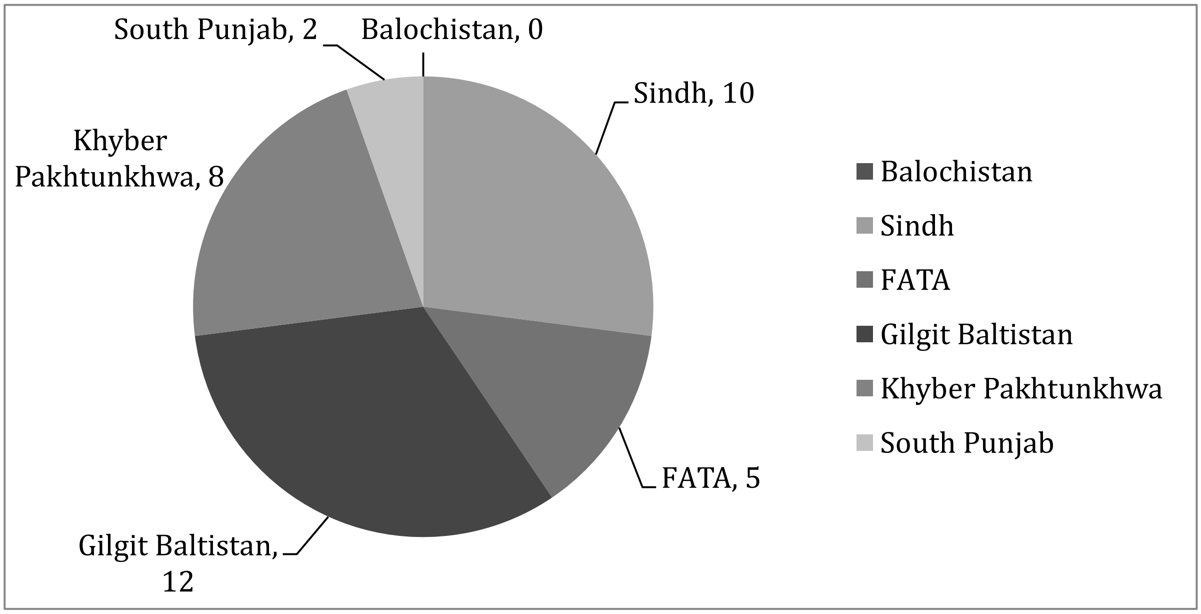

The highest proportion of challenges was reported from Gilgit-Baltistan. Even though various non-state actors have often been responsible for causing harm to the activists, a real cause for concern is that the state machinery, which is responsible for the safety and security of the citizens, has been used to persecute those raising their voice for human rights.

On October 7, the Supreme Appellate Court of Gilgit-Baltistan exonerated nine human rights activists, who had been booked under ATA two years earlier. They had earlier faced a case of sedition for holding protests against the conviction of Baba Jan, the popular leader of the leftwing Awami Workers Party (AWP), and other political workers. While their exoneration is commendable, the cases of other

declared clinically insane in a medical report the following year. He lost his final appeal in 2015. In October, the SC, however, ruled that the execution could be carried out, after finding out that Imdad's schizophrenia was not a permanent condition and varied according to the “level of stress”. Rather than considering a universally accepted medical definition of the illness and taking into account the diagnostic tools for guidance, the SC chose to rely on the definition of schizophrenia from New Webster's Dictionary and Merriam Webster's dictionary.

The Supreme Court did not give due weight to universally recognised diagnostic tools, including the Diagnostic and Statistical Manual of Mental Disorders (DSM-5) and jurisprudence under Pakistani case law on mental health.

In a detailed judgment, the SC said: “Schizophrenia is not a permanent mental disorder; rather it is an imbalance which can increase or decrease depending on the level of stress… In recent years, the prognosis has been improved with drugs, by vigorous psychological and social managements, and rehabilitation. It is, therefore, a recoverable disease, which in all the cases, does not fall with the definition of 'mental disorder' as defined in the Mental Health Ordinance, 2001.”

The SC instead relied upon two Indian cases as precedent, in particular on a judgment by the Indian Supreme Court on the Hindu Marriage Act regarding dissolution of marriage. The case law in question has since been overturned.

Although the latest suspension of Imdad's execution is a step in the right direction, but the case requires deeper understanding of mental health issues in the criminal justice system.

The court's ruling on schizophrenia did not take into account the resolution adopted by the United Nations Commission on Human Rights (2000), urging countries not to impose the death penalty on a person suffering from any form of mental disorder.

Due to lack of awareness and empathy towards those suffering from mental illnesses in Pakistan, many people do not seek help from psychiatrists, and mental health is not adequately at the trial stage. In Imdad Ali's case, he was first examined by a psychiatrist in jail in 2012, 11 years after he was accused of killing a cleric. Since he was never examined earlier, there was no way of knowing about the state of his mental health at the time of the murder he was convicted for.

The court's inability in the present case to properly assess the impact of a convict's condition poses a risk that goes beyond Imdad's case. It could propagate wrong understanding of mental illness in the context of the criminal justice system and ignore the plight of the mentally challenged in Pakistan.

It is important that the court benefits from expert medical advice, in this case a qualified psychiatrist, to evaluate the mental state of an individual as soon as he comes into contact with the criminal justice system.

The judgment by the SC on Imdad Ali's case has invited outrage from several civil society organizations and human rights activists. Even as the society continues to discuss the place of capital punishment in the country, Pakistan must not seek the ignominy of hanging a mentally challenged person. The people expect the courts, superior courts in particular, to ensure that no oversight in the justice system leads Pakistan down this road.

Mental illness & death penalty

Erring not on the side of executions

On October 31, the Supreme Court of Pakistan stayed the execution of Imdad Ali, a mentally challenged death row prisoner detained in a prison in Vehari district of Punjab. He was to be hanged on November 2.

The decision to postpone the hanging on the basis of Imdad's mental illness came in a review petition by Imdad's wife. The court sought comments from the Punjab advocate general and the attorney general on the issue. The matter would be heard again in the second week of November.

Imdad, 50, had been convicted and sentenced to death in 2002 for a murder. Government doctors in 2012 certified him as being a paranoid schizophrenic.

This was not the first time that Imdad's execution has been stayed on account of his mental health. Earlier, he was to be hanged on 20 September 2016. The Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) had urged the authorities not to execute him until his mental condition was assessed. While his execution was temporarily suspended by the Supreme Court at the time, the apex court rejected later in September a plea on Imdad's behalf that he was unfit to be executed since he was unable to understand his crime and punishment.

In late October, HRCP again urged the authorities to halt Imdad's imminent execution on account of his mental state.

In a communication sent to President Mamnoon Hussain, the Commission brought his attention to the disposal by the Supreme Court of a plea regarding Imdad Hussain, despite him being diagnosed with schizophrenia. The court had concluded that simply because schizophrenia was a "recoverable disease", it did not fall within the definition of "mental disorder" under the Mental Health Ordinance, 2001.

HRCP expressed serious concern regarding the reasoning of the SC in the case and stated that the decision raised the question whether judges could decide on their own matters which by their very nature needed to be judged on the basis of expert advice. In a society that already demeans mental illnesses, the SC ruling demonstrates a lack of understanding of such mental illnesses and can hardly be very helpful.

After keeping an informal moratorium on executions in place for six years, Pakistan resumed hangings in December 2014 following the Army Public School attack in Peshawar. Initially, only those convicted for acts of terrorism were to be hanged, but that caveat was withdrawn soon afterwards and execution of all death row prisoners began.

Imdad Ali was accused in the 2001 murder of a cleric. He was convicted and sentenced to death in 2002. In 2012, he was diagnosed with paranoid schizophrenia and psychosis that doctors said impaired Imdad's “rational thinking and decision-making capabilities”, and was

Obligations under international law

In recounting Pakistan's obligations after Rashid's murder, LRWC pointed out that Rashid's murder triggered Islamabad's international legal obligation to ensure timely, independent and effective investigation, followed by prosecution and the trial of the suspects identified. It reminded the government that as a member of the United Nations, Pakistan had agreed to respect the right to life guaranteed by the Universal Declaration of Human Rights (UDHR). As a party to the International Covenant on Civil and Political Rights (ICCPR), Pakistan had accepted the twin legal obligations to protect the right to life of all persons within its territory and to take effective measures to prevent, punish and remedy violations. ICCPR imposed on Pakistan and other state parties the duty to investigate violations of the right to life as an integral part of the obligation to protect the right to life guaranteed by Article 6.1. These twin duties are affirmed by the United Nations Declaration on the Right and Responsibility of Individuals, Groups and Organs of Society to Promote and Protect Universally Recognized Human Rights and Fundamental Freedoms (Declaration on Human Rights Defenders), the Basic Principles on the Role of Lawyers (Basic Principles) and the Principles on the Effective Prevention and Investigation of Extra-legal, Arbitrary and Summary Executions (UN Investigation Principles).

LRWC wrote that an integral part of these duties is to conduct investigations of unlawful killings that are capable of determining the cause and particulars of death, identifying the perpetrator(s) and enabling the prosecution, trial and imposition of punishments required by law. “In cases where there is no public confidence in the ability of the state to conduct a thorough, independent, impartial investigation, Pakistan has a duty to appoint an independent commission of inquiry that complies with the standards established by the UN Investigation Principles,” the Vancouver-based lawyers' body stated.

Where the state is unable to appoint a domestic commission of inquiry that is domestically and internationally trusted, the duty to investigate is neither abrogated nor abridged. In such a situation, it may be necessary for the state to seek the assistance of the United Nations.

Urgently needed action

LRWC urged the government of Pakistan to create an independent commission of inquiry to conduct and conclude an effective investigation of Rashid's murder, the death threats made prior to the murder and failure of the authorities to provide protection to Rashid Rehman.

It also called upon the government to immediately create a mechanism for providing protection to lawyers and other human rights defenders who faced threats because of their work.

Even if the authorities' failure in bringing the perpetrators to justice continues despite LRWC's counsel, it certainly would not be on account of a lack of

and the names of the men making the threat to the Punjab chief minister, the inspector general of police in Punjab, the Multan city police and the district bar association.

On 10 April 2014, HRCP reported the threat to the Punjab government. As the LWRC noted in its letter dated 25 October 2016, the authorities “took no action to punish or restrain the perpetrators or to protect Rashid.”

Silence

In the letter sent to the president and prime minister of Pakistan and the chief minister of Punjab, LRWC Executive Director Gail Davidson noted that the group had not received any response to earlier letters, dated 15 May 2015 and 6 March 2016, or any information about an investigation into Rashid's murder.

She stated in the latest letter that LRWC “therefore assumes that neither the perpetrators of the murder of Rashid Rehman Khan nor those responsible for death threats against him have been identified through investigation, prosecution and trial” even after the passage of over two years.

'A shocking failure'

LWRC said that Rashid's murder and the failure to punish the criminal acts that led to his death and to prevent similar attacks on others signals a crisis, represented a failure by Pakistan to uphold its international legal obligations. It said that this was particularly so with regard to Pakistan's duty to prevent, punish and remedy violations of the right to life, prevent violence against people exercising freedom of expression and provide effective and timely protection to lawyers in jeopardy as a result of their lawful human rights advocacy.

“Pakistan's failure to act in the face of clear evidence of imminent danger to the life of Rashid Rehman Khan is shocking,” the lawyers' group said in its letter.

Besides failing to take any action to protect Rashid's life, LWRC noted that “Pakistan has apparently not acted to quell, or even discourage, lawless and brutal vigilantism against people, such as Rashid Rehman Khan, peacefully promoting religious tolerance and respect for freedoms of religion, expression and other human rights.”

> “In spite of the information provided by Mr. [Rashid Rehman] Khan, calls from human rights specialists around the world, and the legal obligation to bring the perpetrators to justice, Pakistan has failed or refused to investigate the suspects named by Mr. Khan.” ***—LRWC Executive Director Gail Davidson***

Justice delayed

Canadian lawyers' group demands probe into Rashid Rehman's murder

Lawyers' Rights Watch Canada (LWRC), a group of lawyers and human rights defenders which promotes human rights and the rule of law internationally through advocacy, legal research and education, called upon the government of Pakistan in late October to get the murder of lawyer and rights defender Rashid Rehman Khan investigated by an independent agency.

The prominent group of lawyers and human rights defenders based in Vancouver called upon the government to ensure that the perpetrators are held to account.

Background

On 7 May 2014, two unidentified gunmen had stormed the Multan office of Human Rights Commission of Pakistan (HRCP), where Rashid worked as the coordinator, and murdered him. A prominent human rights lawyer, Rashid had been threatened with death a month earlier if he continued to represent a client against blasphemy charges.

One of the threats against Rashid, “You will not come to court next time because you will not exist anymore,” was made in court and in the presence of the sitting judge by four men, two of them lawyers. Rashid had promptly reported the threat

One of the major changes made in the law through the 2016 legislation is that previously under the Fasad-fil-arz provision the court could sentence an offender to 10 years of imprisonment even if he was pardoned by the victim's heirs while in the new law the sentence has been increased to life imprisonment. However, the latest amendment does not make the court's power mandatory, at least not in express terms.

Judicial discretion

Another shortcoming, which was present in the 2004 amendment as well, is that awarding the perpetrator to life imprisonment has been left to the discretion of the court. Although the new law provides for a mandatory life imprisonment sentence in case all heirs of the victim enter into a compromise with the perpetrator, the life imprisonment sentence is only applicable if the court decides to use its discretion.

Grave and sudden provocation

Another major issue which has not been dealt with is that of "grave and sudden provocation", which is an exception to the crime of murder under Section 302 of the PPC and provides a 'justification' for murder by stating that an offender has not committed intentional murder if 'he while deprived of the power of self- control by grave and sudden provocation, causes the death of the person who gave the provocation'. “Grave and sudden provocation” has often been accepted as a mitigating circumstance in the crime of murder even by superior courts. There is need for conceptual clarity between dishonour killings and a defence of "grave and sudden provocation" leading to murder in order to ensure that the latter does not become a defence for the former. In the current scenario, it is still possible for the perpetrators to use the "grave and sudden provocation" defence to escape punishment.

The positive aspects of the new law will only have an impact if it is implemented effectively and applied across Pakistan, especially in areas where tribal practices, including Jirga verdicts, that often result in impunity for dishonour crimes are still observed. Also, tampering and manipulation of evidence, an apathetic attitude of law enforcement agencies towards women's issues, and harassment of those who attempt to highlight crimes against women, including human rights defenders and journalists, continue to plague Pakistan's criminal justice system. In view of these issues, and without addressing the root causes of violence against women, whether in terms of biased social attitudes or a culture of impunity, even the best of laws would struggle to protect women citizens from this category of violence.

A change in the law alone is unlikely to yield the results. There is a dire need to shift the stigma associated with honor killings from the victim to the perpetrator, as perpetrators often take pride in having used violence to 'safeguard' the family's honour. The situation calls for effective and meaningful campaigns to raise awareness and educate the general public, law enforcement personnel and judicial officials about human rights and the importance of sustained efforts to protect the lives of women. Judicial officers and law enforcement personnel also need to be trained to keep their personal biases separate from their role as enforcers of law and justice.

The government has shown some commitment to confront dishonor crimes after a few high profile cases and that must be appreciated. But it is important to note the drawbacks in the law. It is apprehended that the law will not bring the result desired by civil society organizations and human rights activists who have long advocated for effective and meaningful legislation against dishonour crimes. The shortcomings of the present legislation and the need for raising awareness at mass scale must be addressed to prevent more bloodletting in dishonour-related crimes.

In 2004, the Criminal Law (Amendment) Act 2004 made changes to the Pakistan Penal Code (PPC) and the Criminal Procedure Code (CrPC) and described 'honour' killings as murder liable to punishment. Despite that amendment, conviction rate in such cases has remained low, owing to loopholes in the law, poor criminal justice system and societal norms and biases. Concepts like Qisas and Diyat, injected into the PPC during General Zia ul Haq's dictatorial era, privatised murder and allowed the family of the murder victim to pardon the perpetrator, with or without payment of compensation, known as 'diyat' or 'blood money'.

The epidemic of honour killings

According to media monitoring by Human Rights Commission of Pakistan (HRCP), during the year 2014, at least 923 women and 82 minor girls fell victim to 'honour' killings in the country. HRCP recorded 987 cases of honour crimes in 2015, which claimed the lives of 1,096 female victims.

Many activists now refer to such bloodshed as dishonor killings, arguing that in no way is there any honour associated with such crimes.

The recent statistics suggest that dishonour crimes are no longer being reported from somewhat remote areas of Pakistan. Appalling and ever more brutal incidents of violence against women on the pretext of somehow violating their family's honour have reared their head more prominently in big cities, including Lahore. In Punjab, evidence of that could be found in some of the most brazen dishonour crimes in the month of June and July 2016 alone. One reason why that should be all the more alarming is that in big cities the state's writ and its ability to protect citizens' lives are supposedly at their strongest. It would also indicate that whatever efforts have been made, either by the state, the news media or civil society organisations, in terms of raising awareness about dishonour crimes, have failed to sufficiently stigmatise this category of violence against women or to check their spread.

Amidst the current situation, which calls for redoubling efforts and demands greater commitment from the authorities to stop this wanton blood-letting of our women citizens, the new law simply does not go far enough.

The new legislation

Through the recently passed law, amendments have been made to the PPC and the Code of Criminal Procedure. Several legal experts have observed that many of these changes are similar to those already incorporated through the Criminal Law (Amendment) Act 2004. Some of the amendments are highlighted below.

Possibility of compromise

The new law still allows for compounding the offence, whereby the relatives of the victim can pardon the accused or enter into a compromise involving compensation. However, this is only possible if the killer is sentenced to death, in which case he would still face a mandatory life sentence. Non-compoundability is undoubtedly a significant omission, particularly as the previous bill moved by Senator Sughra Imam had proposed totally barring compromise in cases of dishonour killings.

Punishment enhanced

The Act of 2014 placed 'honour-related' offences in Section 311 of the PPC, which deals with Fasad-fil-arz (creating mischief in land), which granted discretion to the courts to punish an offender with a minimum imprisonment of ten years even if he or she was forgiven by the heirs of the victim. Legal experts have highlighted that, since 2005, courts have been reluctant to use this discretionary power.

Why the new law might not rid us of 'honour' crime

On 6 October 2016, an anti-honour killing bill was adopted in a joint sitting of parliament, becoming the Offences in the Name or Pretext of Honour Act, 2016. It was the most notable recent change on the country's legal horizon with regard to violence against women. More than any other factor, it was perhaps the murder of social media celebrity - Qandeel Baloch - in July this year which eventually tipped the balance in the favour of the bill. Even before Baloch's murder, honour killings were regularly reported from all parts of the country, but apparently none had sufficiently outraged the lawmakers' conscience to that extent earlier.

Laws are a society's tools to regulate human behaviour and if that is the intent of this latest law it should be welcomed as a good step as well as an acknowledgement of a serious problem. Welcome though it might be, calling the law a historic success or a panacea for the so-called honour crime seems not only premature but also misleading. Even a brief look at the text of the law makes it apparent that despite years of advocacy and civil society pressure, the law remains considerably inadequate and offers few changes in the previous legislation, and even in the best case scenario would have rather limited impact in preventing honour killings or addressing impunity.

Much-delayed legislation

Attempts were made to make the law regarding the so-called honour killings stricter when the Anti-Honour Killings Laws (Criminal Laws Amendment) Bill 2014, initially moved by a former senator of the Pakistan People's Party (PPP) Sughra Imam as a private member bill, was adopted by the Senate in 2015. However, the Bill lapsed when the National Assembly failed to pass it within the stipulated 90 days. The government then included it in the agenda of a joint sitting of parliament. This year the government had repeatedly promised to act to close the loopholes in the legal framework to end 'honour' killings, particularly following the Oscar nomination of a Pakistani documentary on the so-called honour crime and later Qandeel Baloch's murder. The much-awaited bill was passed in 2016, which is a watered-down version of the more stringent bill of 2014.

Challenging impunity for crimes against journalists

The world is once again observing November 2 as International Day to End Impunity for Crimes against Journalists. The day has particular significance for Pakistan. Unfortunately, with each passing year, instances of impunity for crimes against journalists keep adding up.

Since the turn of the century, more than 100 journalists and media workers have lost their lives in Pakistan in the line of duty. Many more have been injured.

The majority of the journalists killed have fallen prey to targeted attacks on account of their work and others have been caught up in bombings and attacks in public places while performing their duties. Journalists in conflict areas have often been targeted for not presenting the points of view to one side to the conflict or another. Only a couple of meaningful prosecutions have taken place.

While the state has the obligation to protect every citizen's right to life, the murder of a journalist on account of her or his is work is particularly distressing because it contributes to creating an environment of intimidation and in the form of self-censorship, forced dislocation or flight of journalists robs the public of access to information.

A failure to identify the perpetrators or prosecute the perpetrators emboldens the killers, perpetuating recurring violence against media workers.

While it is important for the governments and political parties to openly and unreservedly condemn all acts of violence against journalists, it is vital move beyond rhetoric and take steps to protect journalists and prevent crimes against them from taking place. When such a crime does take place, accountability for the perpetrators should be made a priority.

Steps that reverse this situation are the obvious sign of any state's support for journalism and society's access to vital information brought to light by journalists.

It is important for the state to show its commitment to journalists' safety by properly investigating and prosecuting all perpetrators of violence against media. Civil society organisations must act as watchdogs to remind the authorities of their duty.

Media institutions should also step up by taking the lead in ensuring safety of media practitioners through investing in effective safety protocols and following up on cases of crimes against journalists.

"States have a positive obligation to ensure the security of journalists. All too often, however, governments express support for journalist security while taking measures that chip away at protection and thus at the information brought to light by secure reporting." ***—David Kaye, UN special rapporteur on freedom of expression, speaking ahead of International Day to End Impunity for Crimes Against Journalists***

Human Rights Commission of Pakistan جہدِحق Monthly **JEHD-E-HAQ**

Monthly JEHD-E-HAQ - November 2016 - Registered No. CPL-13

جلدنمبر23......شمارہ نمبر 11......نومبر 2016...... قیمت 5روپے

Impunity for crimes against journalists emboldens perpetrators. It leads to fear and self-censorship.

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582

ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org

پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

Monthly JEHD-E-HAQ - November 2016 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 23...... شمارہ نمبر 11 ...... نومبر2016